رحمۃ اللہ علیہ

حکایاتِ فرید الدین عطار



مترجم:
حکیم مطیع الرحمٰن نقشبندی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز ○ لاہور

حکایات فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

منطق الطیر

مترجم
حکیم مطیع الرحمٰن نقشبندی

ضیأ القرآن پبلی کیشنز، لاہور

نام کتاب	حکایات فریدالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ (منطق الطیر)
مترجم	حکیم مطیع الرحمن نقشبندی
تعداد	ایک ہزار
سال اشاعت	فروری 2000ء
مطبع	[illegible]
قیمت	120 روپے

ناشر

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا گنج بخش روڈ، لاہور۔ فون 7221953-

9۔الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون 7225085-7247350-

فیکس 042-7238010-

فہرست

عرض ناشر

فارسی زبان سے ہمارا پرانا رشتہ ہے۔ یہ صدیوں سے ہماری ثقافتی اور ادبی زبان چلی آرہی ہے ہمارے علمی و ثقافتی ذخیرے کا ایک بڑا حصہ فارسی زبان میں ہے۔

حضرت فریدالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ نے کئی کتب فارسی زبان میں تحریر فرمائیں جن میں ''منطق الطیر'' (حکایت فریدالدین عطار) ایک ممتاز مقام رکھتی ہے۔

یہ کتاب حضرت فریدالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ کا ایک ادبی شاہکار ہے۔ اس میں بڑی ہی پُر از حکمت حکایات و رموز کو تحریر کیا گیا ہے۔

جس کا اردو ترجمہ جناب محترم حکیم مطیع الرحمٰن صاحب نے بڑے پیارے انداز میں کیا ہے تاکہ فارسی سے واقفیت نہ رکھنے والے بھی اس کتاب سے استفادہ کر سکیں۔

ادارہ ضیاء القرآن نے اسے دیدہ زیب اور پرکشش طریقہ سے چھپوا کر شائع کیا ہے امید ہے یہ کتاب بڑوں اور چھوٹوں کے لئے یکساں مفید ثابت ہو گی۔

طالب دعا

میجر (ر) محمد ابراہیم شاہ

انتساب

اپنے والدین مرحومین مغفورین کے نام
جن کے فیضان تربیت سے میں بحر تصوف کے
یہ انمول اور گراں بہا جواہرات اہل دل حضرات کی
خدمت میں پیش کرنے کے قابل ہوا۔

رب ارحمهما كما ربياني صغيرا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

حضرت شیخ فرید الدین عطار بھی مشرق کے ان علماء میں سے ہیں جن کے پند و نصائح سے صرف اہل مشرق ہی نہیں بلکہ مغرب کے بسنے والوں نے بھی فیض حاصل کیا ہے شیخ کو بارگاہ حق سے ایسے حیات جاوداں نصیب ہوئی کہ وقت کے ساتھ ساتھ وہ اور زیادہ روشن ہوتی جاتی ہے۔

ان کا تعارف محض ایک ادیب اور شاعر کی حیثیت سے ہی نہیں ہے بلکہ وہ علم تصوف اور علم اخلاق کے ایسے نامور استاد مانے گئے ہیں جن کے زریں اقوال پر آج بھی دنیا سر دھن رہی ہے اور انشاءاللہ دھنتی رہے گی۔

فرید الدین لقب ہے۔ ابو حامد اور ابو طالب کنیت ہے پورا نام محمد بن ابو بکر بن اسحاق ہے چونکہ آبائی پیشہ عطاری تھا اس لئے عطار اور فرید تخلص کے طور پر لکھتے تھے ۵۱۳ھ میں گدکن نامی قصبہ میں پیدا ہوئے جو نیشاپور کے علاقہ میں واقع ہے۔ ان کے والد ابو بکر ابراہیم چونکہ مشہور عطار تھے اس لئے شیخ نے بھی ابتدائی عمر میں اسی عطاری کی دوکان پر کام کیا اسی دوران میں طب بھی پڑھی اور بحیثیت ایک طبیب کے خدمتِ خلق کرنے لگے اپنے اسی شغل کے دوران بھی شیخ تصوف اور تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ رہے پھر شیخ کی زندگی میں ایک ایسا موڑ آیا کہ وہ اپنا سب کچھ خیرات کر کے سیاحی کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ شیخ عبدالرحمٰن جامی لکھتے ہیں:۔

"ایک روز شیخ عطار اپنی دکان کے کاروبار میں مصروف تھے۔ دکان کا مال سنبھال رہے تھے اور روپے پیسے کے الٹ پھیر میں مشغول تھے کہ اچانک ایک فقیر آیا اور اس نے

خدا کے نام پر خیرات کا سوال کیا۔ شیخ اپنے کام میں مصروف تھے فقیر کی صدا پر کان نہ دھرا۔ فقیر نے بگڑ کر کہا کہ دنیا میں اس قدر انہاک ہے تو آخر کیسے مرے گا؟ شیخ عطار نے غصہ میں جواب دیا جس طرح تو مرے گا۔ فقیر نے کہا کہ میں تو اس طرح مروں گا۔ یہ کہہ کر فقیر نے لیٹ کر کشکول گدائی کو سرہانے رکھا کمبل اوڑھا اور "اِلا اللہ" کا نعرہ لگایا۔ دیکھا گیا کہ وہ فقیر جاں بحق ہو چکا ہے اور اس دار فانی سے کوچ کر گیا ہے۔ شیخ عطار پر اس واقعہ کا گہرا اثر پڑا۔ فوراً دکان کے تمام مال کو خیرات کر ڈالا اور تارک الدنیا ہو کر نکل کھڑے ہوئے۔ شیخ جامی نے عطار کو شیخ مجدالدین بغدادی خوارزمی کے مریدوں میں شمار کیا ہے۔ شیخ مجدالدین، شیخ نجم الدین کبریٰ کے مشہور خلیفہ ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ شیخ نے ابتدائی سلوک شیخ قطب عالم حیدر سے حاصل کیا اور اسی دور میں "حیدری نامہ" تصنیف کیا۔ شیخ جلال الدین رومی جن کو مولانا روم بھی کہا جاتا ہے اپنے بچپن میں شیخ عطار کی خدمت میں حاضر ہوئے ہیں اور اسی وقت شیخ عطار نے اپنا رسالہ "اسرار نامہ" ان کو دیا ہے۔

اسرار نامہ، الٰہی نامہ، مصیبت نامہ، جواہر الذات، وصیت نامہ، بلبل نامہ، شتر نامہ، مختار نامہ، شاہنامہ، پند نامہ اور منطق الطیر ان کی مشہور کتابیں ہیں۔ بعض کتابیں شیخ کی طرف اور بھی منسوب کی گئی ہیں لیکن ان کے طرز بیان کی وجہ سے محققین کا خیال ہے کہ یہ کتابیں غلط طور پر شیخ عطار کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں۔

شیخ کے رتبہ شاعری کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ مولانا روم بھی ان کے کمال کے معترف ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

ہفت شہر عشق را عطار گشت

ما ہماں اندر خمِ یک کوچہ ایم

یعنی شیخ عطار عشق و تصوف کے سات شہروں کا سیاح تھا جبکہ ہم ابھی تک ایک ہی کوچہ کے موڑ پر پھر رہے ہیں۔

شیخ عطار نے تصوف کے جو مسائل بیان کئے ہیں وہ زیادہ دقیق نہیں ہیں زبان اس قدر صاف اور آسان ہے کہ اس وصف کا گویا ان پر خاتمہ ہو گیا ہے وہ تصوف کے گہرے اور نازک مسائل کو بھی اس بے تکلفی، روانی اور سادگی سے ادا کرتے ہیں کہ نثر میں بھی اس سے زیادہ صاف اور آسان ادا نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے ساتھ ان کی قوتِ تخیل بھی اعلیٰ قسم کی ہے شیخ کا فلسفہ تصوف ان کے حسب ذیل اشعار سے ظاہر ہوتا ہے۔

روزہ حفظ دل است از خطرات　　بس بود با مشاہدہ افطار
حج چہ باشد ز خود سفر کردن　　بہ کجا؟ جانب ہدایت کار
وحی چہ بود ہر آنچہ در دِل تو　　سر زند از نتائج اسرار

یعنی روزے کی حقیقت یہ ہے کہ دل کو ہر قسم کے خطرات سے محفوظ رکھا جائے، اور مشاہدۂ انوار ہی افطار کی حقیقت ہے۔ حج کیا ہے؟ حج یہ ہے کہ اپنی انا اور اپنے وجود کی نفی کر دی جائے اور اپنے وجود سے ہادیٔ مطلق کی طرف سفر اختیار کیا جائے۔ وحی کی حقیقت یوں ہے کہ تمہارے دل میں جو اسرار الٰہیہ موجود ہیں ان کی نقاب کشائی کی جائے۔

شیخ عطار کی تاریخ وفات میں مختلف اقوال ملتے ہیں۔ شیخ جامی نے ۶۲۷ھ تحریر فرمایا ہے۔ مشہور ہے کہ وہ چنگیزی فتنہ میں ایک مغل کے ہاتھوں شہید ہوئے جب اس مغل کو ان کی بزرگی کا علم ہوا تو وہ اپنی خطا پر نادم ہوا اور مسلمان ہو کر ان کی قبر پر مجاور بن گیا۔ شیخ عطار کا مقبرہ نیشاپور کے اطراف میں آج تک عوام و خواص کا مرکز بنا ہوا ہے۔ مولانا روم کا یہ مصرعہ شیخ عطار کی عظمت پر شاہد ہے۔

ما از پسِ سنائی و عطار آمدیم

"منطق الطیر" شیخ عطار کا شاہکار ہے اس کتاب میں انہوں نے تصوف کے مسائل کو

تمثیل کی صورت میں بیان کیا ہے۔

سیمرغ سے ذات بحث مراد ہے اور ہدہد بمنزلہ پیغمبر ہے جو وادیٔ سلوک میں پرندوں کی رہبری کا فرض ادا کرتا ہے۔ اور پرندوں سے راہ سلوک کے سالکین مراد ہیں۔ تمثیلی صورت میں ان مسائل کو وجد آفریں اور ایمان افروز طریقے پر بیان کرنے میں انہیں ید طولیٰ حاصل ہے۔ بڑے بڑے دقیق مسائل کو مختلف تمثیلی حکایتوں میں بیان کر کے حیرت انگیز تاثر پیدا کرتے ہیں۔ میں نے اپنی ہیچ مدانی کے اعتراف کے باوصف اللہ تعالیٰ کی توفیق پر امید کرتے ہوئے منطق الطیر کے ان مسائل کو اردو میں منتقل کر دیا ہے اللہ تعالیٰ سے ملتجی ہوں کہ تصوف کے ان باریک مسائل کو اردو میں منتقل کرنے کا اس پاک ذات نے مجھے جذبہ اور شوق عطا کیا ہے تو استعداد بھی عطا کرے تاکہ میں تصوف کے خزانہ کے ان انمول اور سربہ مہر جواہرات کو اہل دل حضرات کی خدمت میں پیش کر سکوں۔ اور اللہ تعالیٰ میری اس خدمت کو قبول بھی فرمائے۔ آمین۔ میں اس کتاب کو اپنے لئے وسیلہ نجات اخروی سمجھتا ہوں۔ در حقیقت منطق الطیر، فارسی لٹریچر میں بڑی وقعت کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے اور حضرت شیخ عطار رحمتہ اللہ علیہ کو اسی تصنیف کی بدولت شہرت عام اور بقائے دوام کے دربار میں اعزازی اور منفرد جگہ ملی ہے۔ وما توفیقی الا باللہ

پائے ما لنگ است و منزل بس دراز
دستِ ما کوتاہ و خرما بر نخیل

حکیم مطیع الرحمٰن قریشی نقشبندی
مکان نمبر D-135/F-11
محلہ ابراہیم آباد میانوالی

۱۰۔ اکتوبر ۱۹۹۸ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رَبِّ يَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَيْرِ وَبِكَ نَسْتَعِيْنُ

حمد باری تعالیٰ

میں جان عطا کرنے والے اللہ پاک کی حمد بیان کرتا ہوں جس نے مشت خاک کو ایمان کی نعمت سے نوازا جس نے پانی پر عرش کی بنیاد استوار کی اور اولاد آدم کی حیات کو فنا سے ہمکنار کیا۔ جس نے آسمان کو بلندیوں پر اور زمین کو پستیوں پر بنایا۔ ایک کو ہمیشہ متحرک بنایا اور دوسری کو ساکن بنایا۔ جب آسمان کا خیمہ لگایا تو اسے بے ستون بنایا اور اسے بلندیوں پر متمکن کیا چھ دنوں میں سات ستارے مع آسمانوں کے تخلیق کئے اور "کن" کے لفظ سے سات آسمان، آٹھویں کرسی نواں عرش بنائے۔ ستاروں کو سونے کی ڈبیا کی طرح بنایا اور سونے کی اس ڈبیا (ستاروں) سے آسمان کو روشن کیا۔ جسم کو ایک جال کی مانند بنایا جس میں زندگی کے پرندے (جان) کو ایک مقررہ وقت تک اس میں قید رکھا۔ اپنی فرمانبرداری کی وجہ سے سمندروں کے پانی کو پگھلایا اور پہاڑوں کو اپنے خوف سے ٹھنڈا یخ، افسردہ اور ساکن بنایا، صحراؤں کو پیاسا رکھا، پتھر کو یاقوت اور خون کو کستوری بنایا۔ پہاڑ اللہ کی قدرت کے سپاہی ہیں جن کی چوٹی تلوار کی مانند ہے اور جن کا درمیانی حصہ کمر بند کی طرح ہے۔ گلاب کے پھول کو آگ کی طرح کا سرخ رنگ عطا کیا اور دریا کے پانی پر پل باندھا۔ اس نے ایک چھوٹے سے مچھر کو اپنے دشمن (نمرود) پر مسلط کیا جو چار سو سال تک اس کے سر میں رہ کر اسے پریشان کرتا رہا۔ اس نے مکڑی کو حکم دیا اور اس نے غار ثور پر جالا تن دیا جو رسول اللہ ﷺ اور ان کے یار غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے آرام کا باعث بنا۔ اس نے ایک پتلی کمر والے مکوڑے کو حضرت سلیمان علیہ السلام سے ہمکلام کرلیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ علیہ

السلام کے پاس سوئی کو دیکھا تو فرمایا اے عیسیٰ سوئی سے بے نیاز ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ کو اپنا کارساز سمجھو نہ کہ سوئی کو۔ چنانچہ عیسیٰ علیہ السلام نے سوئی کو پھینک دیا۔ اس نے پہاڑ کی چوٹی کو گل لالہ کے رنگ سے خون آلود کیا اور نیلو فر کے باغ کو دھوئیں کی طرح سیاہ رنگ بنایا۔ زمین کے مختلف ٹکڑوں کو خون آلود کیا پھر وہاں سے عقیق اور لعل و جواہر نکالے۔ سورج اور چاند رات دن اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ کرتے ہیں اور بارگاہ ایزدی میں اپنی پیشانی کو گھستے ہیں۔ ان کے ماتھے پر سجدوں کے نشان موجود ہیں کیونکہ اگر وہ سجدہ نہ کرتے تو یہ نشان کہاں ہوتے؟

اس نے اپنی شگفتگی سے دن کو روشنی عطا فرمائی اور اپنی انقباضی ماہیئت سے رات کو سیاہی دی۔ اس نے طوطی کے گلے میں سنہری طوق ڈالا اور ہدہد کو پیغام رسانی عطا کی۔ اس کے راستہ پر آسمان کا پرندہ یعنی آفتاب پھڑ پھڑاتا ہے اور رات اسی وجہ سے دن میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ مٹی میں پھونک مار کر وہ آدم کو پیدا کرتا ہے اور اس کے خمیر کی جھاگ اور بخارات سے سارے عالم کو پیدا کرتا ہے۔ وہ کبھی کتے کو دربانی عطا کرتا ہے اور کبھی بلی کو رات میں بھی راستہ دکھاتا ہے۔ کبھی وہ کتے کو اپنے خاص بندوں کا قرب عطا کر کے اسے سگ اصحاب کہف کا درجہ عطا کرتا ہے اور کبھی اپنے نیک بندوں کو بھی اسے کتے سے منسوب کرتا ہے۔

وہ کبھی ابو جہل کے ہاتھوں میں سنگریزوں کو گویائی عطا کرتا ہے اور کبھی چیونٹے کو سلیمان علیہ السلاَم سے ہمکلام کرتا ہے۔ وہ کبھی عصائے موسوی کو سانپ بنا دیتا ہے۔ اور کبھی تنور سے طوفان نوح کو ظاہر کرتا ہے۔ وہ خود ہی آسمان کو ایک سرکش پچھیرا بناتا ہے اور پھر ہلال سے اس کے پاؤں میں آگ کی نعل لگاتا ہے۔ وہی آسمان کے رہنے والوں کے لئے آسمان کے دستر خوان پر سورج کی روٹی رکھتا ہے وہ پتھر سے صالح علیہ السلام کے معجزہ کے طور پر ناقہ پیدا کرتا ہے اور پھر وہ سونے کی گائے کو قارون

کے طلسماتی عمل سے نالہ وزاری میں مبتلا کرتا ہے۔ وہی موسم سرما میں شبنم کے موتی بکھیر کر خزاں کے موسم میں درختوں کی ٹہنیوں سے سونا بکھیرتا ہے۔ وہی چنبیلی کے سر پر چارتر کی ٹوپی پہناتا ہے اور گل لالہ کے سر پر خون کی ٹوپی اڑھاتا ہے وہ کبھی گل نرگس کے سر پر سونے کا تاج رکھ دیتا ہے اور کبھی اس کے تاج میں شبنم کے موتی بھی جڑ دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتیں دیکھ کر عقل حیران و پریشان ہے اور جان اس کی دلدادہ ہے۔ اس نے آسمان کو ہمیشہ محو گردش بنایا ہے اور زمین کو پرسکون پیدا کیا ہے تحت الثریٰ سے لے کر چاند تک تمام ذرات اللہ تعالیٰ کی ذات پر شاہد ناطق ہیں۔

زمین کی پستی اور آسمان کی بلندی کی گواہی اس کی وحدانیت پر کافی ہے۔ ہوا، مٹی، آگ اور خون سے اس کے اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ مٹی میں پانی ملا کر چالیس دن تک اس خمیر میں جان ڈال دی۔ جب اس مٹی کے پتلے میں جان ڈالی تو وہ زندہ ہو گیا پھر اسے عقل و فکر دے کر اسے دانائی اور بصیرت عطا فرمائی۔ اور جب عقل کو بینائی اور بصیرت حاصل ہو گئی تو پھر اسے علم سے روشناس کرایا۔ اور جب آدم کو اپنی حقیقت کا پتہ چلا تو آدم نے اپنے عجز کا اظہار کیا پھر وہ محو حیرت ہو گیا اور جسم اپنے کام میں مصروف ہو گیا۔

دشمن اور دوست دونوں پر اللہ تعالیٰ کے احسانات ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت سے اپنی مخلوق پر احسانات کرتا ہے اور تعجب یہ ہے کہ خود ہی سب کا نگہبان ہے۔ پہاڑوں کو زمین کی میخ بنایا تاکہ زمین اپنی جگہ پر قائم رہے۔ پھر اس زمین میں دریا بہا کر اس کے پانیوں سے زمین کے منہ کو دھویا۔ زمین کو گائے کی پشت پر رکھا۔ گائے کو مچھلی کی پیٹھ پر اور مچھلی کو ہوا پر بٹھایا اور ہوا کو کس چیز پر تھمایا یہ راز کسی کو معلوم نہیں۔ آگے سب کچھ۔ ہیچ ہی ہیچ ہے اور بس۔ اللہ کی قدرت کو غور سے دیکھو کہ یہ سب کچھ ہیچ اور فنا پر ہی کھڑی ہے۔ یعنی تمام مخلوقات کا انجام فنا ہی فنا ہے۔ اللہ نے عرش کو پانی پر متمکن کیا اور

تمام عالم کو ہوا پر زندہ رکھا۔ پانی اور ہوا سے ذرا آگے دیکھو کیا ہے؟ سب خدا کی ذات ہی تو ہے۔ عرش اور عالم ایک طلسم سے زیادہ نہیں ہے در حقیقت اللہ ہی اللہ باقی ہے باقی تمام چیزوں کا صرف نام ہی نام ہے۔ ان کی حقیقت کچھ بھی نہیں۔ غور سے دیکھو تو تمہیں معلوم ہوگا کہ یہ جہان اور اگلا جہان ایک فرضی چیزیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے بغیر اور کوئی چیز نہیں ہے اور کوئی ہے تو وہ اسی کی ذات ہی ہے اور بس افسوس تو یہ ہے کہ تمام جہان اللہ کی ذات کے سورج سے معمور ہے مگر آنکھیں اندھی ہیں اس لئے اس کو نہیں پا سکتیں۔ اگر تم اللہ کو دیکھنا چاہتے ہو تو اپنی اس ظاہری عقل کو گم کردو اپنی ذات کی بھی نفی کردو پھر سب کچھ تمہیں وہی نظر آئے گا۔ اے اللہ! تو اپنے ظہور کامل کی وجہ سے نظر نہیں آتا۔ درحقیقت سب کچھ تو ہی تو ہے اور تیرے بغیر دوسری کسی چیز کا وجود نہیں ہے۔ جس طرح جسم کے اندر جان پوشیدہ ہوتی ہے اسی طرح تو جان کے اندر پوشیدہ ہے گویا تو جان کی بھی جان ہے اور سارے عالم میں پوشیدہ ہے۔ تیرے بالا خانے پر پاسبان اور پہرے دار بیٹھے ہیں تیرے پاس جانے کی کس کو مجال ہے؟

عقل اور جان کے پاس تیری ذات تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں ہے اور تیری صفات سے بھی کماحقہ کوئی آگاہ نہیں ہے۔ اگرچہ تو جان کے اندر ایک پوشیدہ خزانہ ہے اس کے باوجود جسم اور جان پر تیری قدرتیں اور علامتیں واضح طور پر موجود ہیں۔ تمام جانیں تیری حقیقت اور تہ تک جانے سے معذور ہیں۔ انبیاء بھی تیرے راستہ کی خاک پر اپنی جان چھڑکتے ہیں۔ عقل اگرچہ تیرے وجود کا سراغ لگا سکتا ہے مگر تیری تہ تک ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔ چونکہ تمام کائنات کے اندر ہمیشہ تو ہی کار فرما ہے اس لئے درحقیقت سب کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور وہ مجبور محض ہیں۔ اے وہ ذات! کہ جان کے اندر بھی تو ہے اور جان کے باہر بھی تو ہے جو کچھ میں تیرے متعلق کہہ سکتا ہوں تو وہ نہیں ہے اور حیرت تو یہ ہے کہ تو وہی کچھ ہے جو میں کہتا ہوں۔

عقل تیری بارگاہ میں حیران و پریشان ہے بلکہ عقل کی ڈوری تیرے راستہ میں الجھ کر رہ جاتی ہے۔ میں تیرے واسطہ سے ہی سارے عالم کو دیکھتا ہوں اس کے باوجود کائنات میں تیرا کوئی نشان نہیں ہے کائنات کی ہر چیز کو تیری وجہ سے ہی علامت شناخت ملی ہے مگر اس کے باوجود اے دانائے راز! تیرا کوئی نشان نہیں ملتا۔

اگرچہ آسمان نے تجھے دیکھنے کے لئے کافی مدت سے آنکھیں کھول رکھی ہیں مگر اس کے باوجود اسے تیرا ایک ذرہ بھی نظر نہیں آیا۔ اسی طرح آج تک زمین تیری گرد کو بھی نہیں دیکھ سکی حالانکہ تجھے دیکھنے کی حسرت میں اس نے اپنے سر پر مٹی ڈال رکھی ہے۔ تیرے دیکھنے کے شوق میں آفتاب اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا ہے چنانچہ ہر رات کو وہ مٹی پر اپنے دونوں کان رگڑتا ہے چاند بھی تیری محبت میں پگھل چکا ہے اسی لئے وہ ہر ماہ گھٹ جاتا ہے گویا اپنی ڈھال پھینک دیتا ہے اور یوں اپنی شکست اور ناکامی کا اظہار کرتا ہے۔ دریا تیرے عشق میں موجزن ہے اور تیرے عشق میں رو رو کر اس کا دامن آنسوؤں سے تر ہو چکا ہے اور اس کے لب (کنارے) خشک ہیں، پہاڑوں کو تیرے راستہ میں سینکڑوں گھاٹیاں درپیش ہیں اور وہ پاؤں سے لے کر کمر تک مٹی میں دھنسے ہوئے ہیں۔ پانی تیرے ہی شوق میں آگ کی طرح گرم ہو گیا ہے اور اس نے اپنے پاؤں آگ پر رکھے ہوئے ہیں۔

ہوا تیرے بغیر بے سروپا ہو گئی ہے اس کی ہتھیلی میں مٹی ہے اور وہ باد پیمائی کر رہی ہے۔ بادل کے جگر پر پانی کا قطرہ بھی نہیں رہا یعنی تیرے عشق میں بادل نے رو رو کر اپنے جگر کے پانی کو خشک کر دیا ہے۔ اور تیرے عشق میں اس کے سر سے پانی گزر چکا ہے۔

مٹی تیرے کوچہ میں تیرے دروازے کے باہر پڑی ہوئی ہے اسے بھی اندر جانے کی اجازت نہیں ہے وہ بیچاری خاکسار بنی ہوئی ہے اور اس نے اپنے سر پر مٹی ڈال رکھی ہے۔

میں تیرے اوصاف کہاں تک بیان کروں؟ کہ وہ میری بساط سے بالاتر ہیں اور

میں انہیں کس طرح بیان کر سکتا ہوں جبکہ مجھ میں اس کی صلاحیت اور معرفت بھی نہیں ہے؟ اے دل! اگر تو اللہ کا طالب ہے تو آگے پیچھے دیکھ کر چلتے رہو۔ سائلوں کی طرف دیکھو کہ وہ پشتہا پشت سے اکٹھے ہو کر اس کی درگاہ کی طرف آ رہے ہیں۔ ہر ذرہ میں ایک درگاہ آتی ہے اور ہر راستہ پر آگے چل کر دو راستے ہو جاتے ہیں تم کیا جانو؟ کہ تم نے کونسے راستہ پر جانا ہے اور کونسا راستہ تمہیں اس کی درگاہ پر لے جائے گا۔ جب تم اسے عیاں (ظاہر) سمجھو گے وہ اس وقت نہاں (پوشیدہ) ہو گا اور جب تم اسے پوشیدہ جانو گے وہ اس وقت عیاں (ظاہر) ہو گا۔ اور اگر تم اسے ظاہر اور پوشیدہ دونوں صورتوں میں اکٹھا ڈھونڈنا چاہو گے تو چونکہ وہ بیچون (بے مثل) ذات ہے اس لئے تم اسے نہ ظاہری صورت میں دیکھ سکو گے اور نہ ہی باطنی صورت میں۔ کیونکہ وہ ہر دو صورتوں سے بالاتر ہے۔ جب تک تم خود ہیچ نہ ہو جاؤ یعنی جب تک تم اپنی ہستی کو ختم نہیں کر دیتے اس وقت تک وہ تمہیں نہیں مل سکتا۔ جس کو تم ڈھونڈ رہے ہو وہ اس سے بالاتر ہے۔ اس لئے زیادہ باتیں نہ کرو بلکہ خاموشی اختیار کرو۔ جو کچھ تم کہتے ہو یا جو کچھ تم اپنے متعلق جانتے ہو کہ تم خود یہ کچھ ہو یہ سب کچھ محل نظر ہے۔ پہلے تم اپنے آپ کو پہچانو۔ تمہاری اپنی حقیقت بھی کئی پردوں میں پوشیدہ ہے۔ جب تم اپنے آپ کو پہچان لو گے تو پھر اپنے رب کو بھی پہچان لو گے اس کی ذات کو اپنے حواس ظاہری سے نہ پہچانو بلکہ اس کی پہچان صرف اس کے فضل و کرم سے ہی ممکن ہو سکتی ہے۔ اس کی ذات پاک تک عقل کا راستہ نہیں جا سکتا۔

تمام وصف کرنے والے۔ اس کی جو بھی وصف بیان کریں وہ اس سے بالاتر ہے۔ اس کی کماحقہ وصف بیان کرنا کسی آدمی کے بس میں نہیں ہے اللہ کی معرفت میں ہمیشہ عاجزی کا اظہار کرنا ہی مناسب ہے کیونکہ اس کی حقیقت ہماری اور ہماری صفت سے بالا تر ہے مخلوق کی قسمت میں اللہ تعالیٰ کی حقیقت معلوم کرنا ایک خیال کی حیثیت رکھتا ہے

اور اس کی حقیقت بیان کرنا ایک امر محال ہے۔ اس کی ذات پاک مخلوق کے علم سے بالا تر ہے اور ہمارے حواس خمسہ کے ادراک سے بلند ہے۔ کیونکہ وہ اپنی قدوسیت میں بے نشان ہے، بے نشانی کے علاوہ اس کا کوئی نشان کسی کو نہیں ملا۔ اور جانفشانی کے ماسوا کوئی اور چارۂ کار بھی نہیں ہے۔ کسی شخص کو اپنی خودی کی حالت میں اور بے خودی کی حالت میں اس کی ذات پاک کی دریافت نہیں ہو سکتی الاماشاءاللہ دونوں جوانوں میں ہر ذرہ تیرا وہم ہے۔ خدا کے بغیر جو چیز بھی تم دیکھ رہے ہو وہ محض تمہاری ایک رائے ہے اور بس۔ جہاں وہ ہے وہاں کسی انسان کی رسائی نہیں ہے اور نہ ہی کسی کی جان وہاں تک پہنچ سکتی ہے۔

انسانی عقل اس کے ادراک میں حیران و پریشان ہے بلکہ جان بھی عاجزی کی وجہ سے انگشت بدنداں ہے۔ جان بیچاری کیا چیز ہے یہ اسی کے خیال میں سرگشتہ ہے اور جگر کا خون پینے والا دل بھی خون سے آلودہ ہے۔ اے حق شناس! تم اسے حیطہ قیاس میں لانے کی کوشش نہ کرو۔ کیونکہ وہ بیچوں اور بے مثل ہے۔ کسی کے قیاس میں نہیں آسکتا۔ عقل اور جان اس کی عظمت اور جلال کی کھوج میں بوڑھے ہو گئے ہیں عقل حیران ہے اور جان مبہوت ہے انبیاء اور رسول بھی اس کے کل کی ایک جزو کو نہ پا سکے اور تمام عاجز ہو کر سر بہ سجود ہو گئے اور "مَاعَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ" پکار اٹھے۔ میری کیا اوقات ہے کہ اس کی پہچان کی لاف ماروں۔ اس کی ذات کو وہی پہچان سکتا ہے جو ماسوی اللہ سے الگ تھلگ ہو جائے۔ دونوں جہان میں جب اس کی ذات پاک کے سوا کسی کا حقیقی وجود ہی نہیں ہے تو تم اس کی ذات کے سوا اور کسی چیز سے دل ہی کیوں لگاتے ہو؟ اس کی ذات کے جوہر کا دریا موجزن ہے تم اس کی حقیقت کو نہیں جان سکتے تم صرف ٹامک ٹوئیاں ہی مار رہے ہو۔ جس نے دریا کے اس جوہر کو نہ پہچانا وہ خود لاشئے ہے اور نفی کی علامت نفی ہی ہوتی ہے یعنی لا کی علامت لا ہی ہوتی ہے اگرچہ موجودہ

دور میں لا کی علامت ایکس (x) کر دی گئی ہے مگر یہ محض تکلف اور تصرف ہے۔ حقیقت وہی ہے کہ لا کی علامت لا ہی ہوتی ہے۔ تاہم لا کی صورت خطی اب بھی انگریزی کے X سے ملتی جلتی ہے فافہم۔ اس کی تشبیہ بھی بیان نہ کرو کیونکہ وہ اشارہ میں بھی نہیں آسکتا۔ کسی چیز سے اس کی تعبیر بھی نہیں دی جاسکتی اس لئے خاموش رہو۔ اس کی ذات نہ کسی اشارے کو قبول کرتی ہے اور نہ کسی بیان میں آسکتی ہے۔ نہ اس کا کسی کو علم ہے اور نہ ہی اس کا کوئی نشان ہے۔ کمال یہ ہے کہ تم اپنے وجود کی نفی کر دو اور بس۔ اس کی ذات سے وصال یہی ہے کہ تم اپنے آپ سے بے خود ہو جاؤ اور اپنے آپ میں گم ہو جاؤ۔ حلولی سے یہی مراد ہے کہ تم اپنے آپ کو اس کی ذات میں گم کر دو اور جو اپنے آپ کو اس کی ذات میں گم نہیں کرتا وہ بے کار آدمی ہے۔ ایک میں سما جاؤ اور دوئی سے علیحدہ ہو جاؤ۔ یک دل، یک قبلہ اور یک چہرہ ہو جاؤ۔ تم اللہ کے خلیفہ (آدم) کی اولاد ہو مگر تمہیں اس کی معرفت نہیں ہے تمہیں چاہئے کہ تم معرفت میں اپنے باپ (آدم) کے ہم صفت ہو جاؤ۔ یعنی باپ کی خوبی تم میں ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے پردۂ عدم سے جو مخلوق بھی پیدا کی ہے وہ سب اس (آدم) کے آگے سر بہ سجود ہو گئی۔ پھر اللہ نے فرمایا اے آدم! تو سخاوت کا دریا بن جا۔ تمام مخلوق تجھے سجدہ کر رہی ہے تو ان کا مسجود بن جا۔ مخلوق میں سے ایک نے آدم کو سجدہ کرنے سے روگردانی کی چنانچہ اس کی شکل مسخ ہو گئی اور وہ ملعون ہو گیا وہ اس راز کو معلوم نہیں کر سکا تھا کہ آدم کے اندر کیا چیز ہے؟ جب شیطان سیاہ رو ہو گیا تو اس نے التجا کی کہ اے بے نیاز اللہ! مجھے بالکل ختم نہ کرو میری بھی کچھ مشکل کشائی کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ملعون! آدم خلیفہ بھی ہے اور بادشاہ بھی ہے آج یعنی اس دنیا میں تم اس کے سامنے رہو گے لیکن کل قیامت کو تمہیں حرمل کے دانے کی طرح آگ میں جلنا ہو گا۔ جب جسم میں جان آگئی تو جزو کل ہو گیا کوئی بھی اس سے عجیب تر طلسم نہیں بنا سکتا جان بلندی سے تعلق رکھتی تھی اور

بات نہ پوچھو۔ کوئی بھی ایک ذرہ کی حقیقت نہیں جانتا تم کب تک اس کے متعلق پوچھتے رہو گے اور کب تک بولتے رہو گے؟

اے باری تعالیٰ! تو ہمارے علم میں نہیں سما سکتا تو ہمارے ادراک سے بالاتر ہے۔ اے اللہ تو ہی وہ ذات ہے جس کی کوئی انتہا نہیں ہے اور تیرے بغیر اور کوئی بیحد اور بے غایت ہستی نہیں ہے، تیری معرفت اور پہچان کی خاطر تمام مخلوقات جہاں حیران ہے اور تو پردے کے اندر پنہاں اور پوشیدہ ہے۔ اے اللہ! اپنا پردہ ذرا اٹھا دے اور میری جان کو اپنی جدائی میں نہ جلا اس سے زیادہ میں تیری جدائی برداشت نہیں کر سکتا اب تو پردہ کے اندر مستور نہ رہ۔ میں اچانک تیرے موجزن دریا میں گم ہو چکا ہوں مجھے اس گم شدگی اور پریشانی سے نجات دلا۔ مجھ بندے کو اس نامحرم سمندر سے باہر نکال لے۔ تو نے مجھے اس سمندر میں ڈالا ہے اب تو ہی مجھے اس سے باہر نکال لے میں سر تاپا نفس کے پھندے میں آ چکا ہوں اگر اے اللہ! تو میری دست گیری نہ کرے گا تو مجھ پر اور میری حالت پر افسوس صد افسوس۔ میری جان بیہودہ کاموں میں آلودہ ہو چکی ہے اب مزید میں اس میں آلودگی کی طاقت نہیں رکھتا۔ یا تو مجھے اس آلودگی سے پاک کر لو اور یا پھر میرا خون بہا کر مجھے خاک میں دبا دو۔ لوگ تجھ سے ڈرتے ہیں اور میں اپنے آپ سے ڈرتا ہوں کیونکہ میں نے تجھ سے ہمیشہ اچھا سلوک دیکھا ہے جبکہ میں نے خود برائی ہی برائی کی ہے۔ میری حالت ایک ایسے مردہ کی طرح ہے جو زمین پر چل رہا ہو۔ اے پاک جان بخشنے والے! میری جان کو زندگی عطا کر دے۔ اے اللہ! میرا دل اب جہان اور جہان والوں سے بھر چکا ہے۔ میری آرزو یہ ہے کہ میں اب خاک کے نیچے چلا جاؤں۔ اے بے نیاز! میری عاجزی کو دیکھو اور میری جان کو ہر خوف اور خطرے سے نجات دلاؤ۔ اے بادشاہ! میرا دل خون میں آلودہ ہو چکا ہے اور میں آسمان کی طرح سر تاپا پریشان ہو چکا ہوں اے اللہ! میں رات دن تیرے ساتھ محو تکلم ہوں۔ میں چاہتا

ہوں۔ کہ میرا ایک سانس بھی تیری طلب کے بغیر نہ ہو۔

اے اللہ! کچھ اس طرح میں اور تو ایک دوسرے کے ہمسایہ ہیں کہ تو ایک خورشید کی مانند ہے اور میں ایک سایہ کی مانند ہوں۔ اے اللہ! جب تو عاجزوں اور مسکینوں کا ہمسایہ ہے تو از راہ لطف و کرم اپنے ہمسایوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا، میں اپنے درد مند دل اور غمناک جان کے ساتھ تیرے شوق میں موسم بہار کے بادل کی طرح آنسو بہا رہا ہوں۔ اے اللہ! میری رہنمائی فرما کیونکہ میں بھٹکا ہوا ہوں اگرچہ میں بے وقت آیا ہوں پھر بھی مجھے خیرات عطا فرما۔ جو تیرے کوچے میں آکر تیری خیرات حاصل کر لیتا ہے وہ تیری ذات میں گم ہو جاتا ہے اور اپنے آپ سے بیزار ہو جاتا ہے اے اللہ! میں ناامید نہیں ہوں۔ البتہ ہمہ وقت بے قرار رہتا ہوں مجھے امید ہے کہ تو میری ہزار دعاؤں میں سے ایک دعا تو ضرور قبول کرے گا۔

اے عطارؔ تو کب تک اپنی عاجزی کی شرح بیان کرو گے حالانکہ تم جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو بے نیاز ہے؟

حکایت اور تمثیل

ایک بیوقوف آدمی ادھر ادھر سے کسی مسافر اور اجنبی کو اپنے گھر میں کھانا کھلانے کے بہانے لے آتا تھا اور پھر گھر میں اسے لا کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اس کی گردن اتار دیتا تھا یہ اس کا ایک مشغلہ تھا۔

ایک دن حسب معمول وہ کسی مسافر کو اپنے گھر میں کھانا کھلانے کے بہانے لے آیا اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ دیئے پھر وہ دوسرے کمرے میں تلوار لینے کے لئے گیا پیچھے سے اس کی بیوی نے اسے بھوکا سمجھ کر روٹی کا ٹکڑا دیا کہ تم ابھی قتل ہو جاؤ گے اس لئے اپنی بھوک تو کم از کم مٹا لو۔ اتنے میں وہ ظالم تلوار لے کر آ گیا اس نے دیکھا کہ وہ روٹی کا ٹکڑا کھا رہا ہے اس نے پوچھا کہ یہ روٹی تمہیں کس نے دی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ تمہاری بیوی نے دی ہے جب اس نے یہ جواب سنا تو کہا کہ اب تمہیں قتل کرنا مجھ پر حرام ہے کیونکہ جس نے میرا نمک کھا لیا ہے میں اس کا سر گردن سے نہیں اتار سکتا۔ یہ میرا اصول ہے کہ جس نے میرا نمک کھا لیا ہو میں اس کی گردن نہیں اتارتا۔ بلکہ میں اپنے مہمان پر اپنی جان قربان کرتا ہوں۔

شیخ عطارؒ یہ حکایت اور تمثیل بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ اے اللہ! میں جب سے پیدا ہوا ہوں تیرا رزق کھا رہا ہوں۔ اور جب کوئی آدمی کسی کی روٹی کھاتا ہے تو روٹی کھلانے والا اس کی حفاظت کرتا ہے اور اسے کوئی تکلیف نہیں پہنچاتا۔ اے اللہ! تو سخاوت کا ایک سمندر ہے اور میں نے طرح طرح کی تیری نعمتیں کھائی ہیں اب

مہربانی کر کے میرے گناہ بخش دے اور قیامت کے دن مجھے کوئی سزا نہ دینا۔

اے اللہ! میں ایک عاجز بندہ ہوں اور گناہوں کی ندامت سے خون کے آنسو رو رہا ہوں۔ میں خشک زمین پر کشتی چلا تا رہا ہوں یعنی بے فائدہ کام کر تا رہا ہوں۔ اب تو میری دستگیری فرما اور میری فریاد رسی کر۔ میں نے مکھی کی طرح اپنے ہاتھ اپنے سر پر رکھے ہوئے ہیں یعنی فریاد کر رہا ہوں۔ اے گناہ بخشنے والے! میری توبہ قبول فرما میں تو پہلے ہی گناہوں کی آگ میں جل چکا ہوں اب تو مجھے دوزخ کی آگ میں نہ جلانا۔

ندامت اور شرمساری کی وجہ سے میرا خون بھی جوش کھا رہا ہے۔ میں نے بہت گناہ کئے ہیں تو میرے گناہوں پر پردہ ڈال۔ غفلت سے سینکڑوں گناہ مجھ سے سرزد ہوئے تو اس کے عوض میں اب سینکڑوں رحمتوں سے مجھے نواز دے۔ اے بادشاہ مجھ مسکین کی پکڑ دھکڑ نہ کرنا اگرچہ مجھ سے گناہ سرزد ہوئے ہیں مگر اب تو ان کی سزا مجھے نہ دینا۔ میں اپنی بیوقوفی کی وجہ سے گناہ کر بیٹھا ہوں تو مجھے بخش دے میرے دردمند اور دکھی دل و جان پر رحم فرما اگرچہ میری آنکھیں ظاہری طور پر نہیں روتیں لیکن پوشیدہ طور پر میری جان اندر ہی اندر زار و قطار رو رہی ہے۔ اے میرے پیدا کرنے والے! اگر میں نے اچھے یا برے کام کئے تو وہ خود اپنے آپ پر کئے تو میرے برے اور غلط کاموں کو معاف کر دے اور مجھ سے جو غلطی سرزد ہو گئی ہے اسے درگزر فرما دے۔

میں اپنے غم میں مبتلا ہوں اور حیران و پریشان ہوں۔ اگر نیک ہوں یا برا ہوں بہر حال تیرا بندہ ہوں میں تیرے بغیر ناقص اور ادھورا ہوں مہربانی کی ایک نظر سے میری طرف دیکھ تاکہ میں کل ہو جاؤں اور میرا نقص اور ادھوراپن زائل ہو جائے۔ میرے پُر خون دل کی طرف ایک نظر کر اور مجھے اس دلدل سے باہر نکال لے۔

اگر تو مجھے ایک بار اپنا نالائق بندہ کہہ کر پکار دے تو میرے لئے یہ بھی بہت غنیمت

ہے کیونکہ میں تیرا نالائق بندہ بن جانا ہی اپنے لئے بہت کچھ سمجھتا ہوں۔ میں کیسے کہوں؟ کہ میں تیرا غلام ہوں کیونکہ میں اپنے آپ کو تیری گلی کے کتے کا بھی غلام سمجھتا ہوں۔ میں اپنی کمر پر تیری غلامی کا نشان رکھتا ہوں۔ میرے دل پر تیری محبت کا داغ ہے جو حبشیوں کے داغ سے ملتا جلتا ہے اگر میں تیرا غلام بھی نہ بن سکوں تو پھر میں کس طرح سعادت مند بن سکتا ہوں؟ میں نے تیرا غلام بننے کے لئے اپنے سینہ کو بھی زنگیوں کی طرح غلامی کی علامت بنایا ہوا ہے۔ اے اللہ! اپنے داغ والے غلام کو اور کسی کے پاس آگے نہ بیچنا بلکہ مجھ غلام کے کان میں اپنی غلامی کا حلقہ ڈال دینا۔ اے اللہ! تیرے فضل و کرم سے کوئی بھی ناامید نہیں ہے میرے لئے اتنا اعزاز ہی کافی ہے کہ تیری غلامی کا حلقہ ہمیشہ کے لئے میری گردن میں پڑا ہوا ہے۔ جس کا دل تیرے درد سے خوش نہیں ہے خدا کرے وہ دل کبھی خوش نہ ہو ایسا آدمی جوان مرد نہیں ہے۔ اے اللہ! تیرا تھوڑا سا درد بھی میرا درمان ہے۔ کیونکہ تیرے درد کے بغیر میری جان مردہ ہے۔ کافر کے لئے کفر کافی ہے اور دیندار کے لئے دین کافی ہے مگر عطار کے دل کے لئے تیرا تھوڑا سا درد ہی کافی ہے۔

اے رب! تو میرے یارب کہنے سے واقف ہے تو میری غم زدہ راتوں میں میرے پاس ہی ہوتا ہے اے اللہ! میرا غم حد سے بڑھ گیا ہے اب تھوڑی سی مجھے خوشی بھی عطا فرما۔ میں اندھیرے میں کروٹیں بدل رہا ہوں مجھے نور عطا فرما۔

اس غم میں تو میرا سہارا بن۔ میرا کوئی دستگیر نہیں ہے تو ہی میری دستگیری کر۔ مسلمانی کے نور کی لذت عطا فرما۔ میرے نفس امارہ کو ہلاک کر دے۔ میں وہ ذرہ ہوں جو سائے میں گم ہو چکا ہو اب زندگی کا کوئی سرمایہ میرے پاس نہیں ہے میں تیری اس بارگاہ کا سوالی ہوں جو آفتاب کی مانند ہے شاید اس طرح مجھے روشنی کی کچھ خیرات مل

جائے۔ میں ایک پریشانی اور سرگشتہ ذرہ کی مانند ہوں تیرے نور کی جھلک دیکھوں گا تو اس سے چمٹ جاؤں گا اور اس دریچہ سے نکل کر ایک روشن دنیا میں پہنچ جاؤں گا۔ یعنی نفس کے ظلمت خانہ سے نکل کر ارواح کے نورانی عالم میں پہنچ جاؤں گا۔ اے اللہ! چونکہ تیرے بغیر میرا اور کوئی نہیں ہے اس لئے جب میری جان نکلے تو اس وقت تو میرے پاس ہونا۔ یعنی جب میں فوت ہو جاؤں گا اگر اس وقت تو میرے ساتھ نہ ہوا تو مجھ پر افسوس ہے۔

اے اللہ! میں امید رکھتا ہوں کہ تو اس وقت میرے پاس ہو گا کیونکہ تو قادر مطلق ہے۔

سید المرسلین اور خاتم النبیین کی نعت میں

یارسول اللہ! آپ دین و دنیا کے آقا ہیں اور وفا کا خزانہ ہیں محمد مصطفےٰ ﷺ دونوں جہان کے سردار ہیں اور چودھویں رات کے چاند ہیں۔ آپ شرع کے آفتاب ہیں اور یقین کے دریا ہیں۔ آپ نور عالم ہیں اور رحمتہ للعالمین ہیں۔ آپ کی جان پاک کی خاک پاک لوگوں کے لئے جان ہے آپ کی پیدائش نے تمام کائنات کو زندگی عطا کی، آپ کونین کے آقا ہیں۔ سب کائنات کے بادشاہ ہیں۔ زندگی کا آفتاب ہیں اور سب کا ایمان ہیں۔ آپ صاحب معراج ہیں اور کائنات کے صدر ہیں۔ آپ حق کا سایہ ہیں اور اس کی تمام کائنات کے سردار ہیں۔ دونوں عالم آپ کے حلقہ میں ہیں۔ آپ کی خاک عرش اور کرسی کے لئے بھی قبلہ ہے۔ آپ اس جہان کے بھی پیشوا ہیں اور اس جہان کے بھی پیشوا ہیں۔ آپ ظاہری طور پر بھی اور پوشیدہ طور پر بھی سب کے راہبر ہیں۔ آپ تمام انبیائے کرام سے افضل اور اعلیٰ ہیں اور اولیاء و اصفیاء کے رہنما ہیں آپ اسلام کے ہدایت یافتہ ہیں اور تمام راستوں کے ہادی بھی ہیں۔ آپ غیب کی خبریں دینے والے ہیں اور تمام جزو و کل کے امام ہیں۔

آپ ایسے آقا ہیں کہ میں جو کچھ آپ کی شان میں کہوں آپ اس سے بالاتر ہیں اور تمام خوبیوں میں تمام کائنات سے فائق ہیں۔ آپ نے خود کو میدان محشر کا آقا کہا ہے اور اپنے متعلق "اَنَا رَحْمَةٌ مُّهْدَاتٌ" (میں ہدایت یافتہ مخلوق کے لئے بھی باعث رحمت ہوں) فرمایا ہے۔ آپ کے وجود سے ہی دونوں جہانوں کو نام ملا ہے اور عرش

نے بھی آپ کے نام سے سکون اور آرام حاصل کیا ہے۔

آپ سخاوت کے سمندر سے شبنم کی طرح تشریف لائے اور تمام عالم کی مخلوق نے آپ کے طفیل سے ہی وجود حاصل کیا آپ کا نور تمام مخلوقات کے لئے مقصود حیات ہے۔ آپ تمام عدم و وجود کی اصل ہیں۔ اللہ نے جب اپنے سامنے آپ کا نور مطلق دیکھا تو اس سے نور کے سینکڑوں دریا پیدا کئے اس پاک جان کو اللہ نے اپنے لئے پیدا کیا اور اس کے لئے تمام مخلوقات کو پیدا کیا۔ تخلیق کائنات کا مقصد آپ کے بغیر اور کچھ نہ تھا۔ آپ سے زیادہ پاک دامن والا اور کوئی نہیں ہے۔

سب سے پہلے جو چیز پردۂ غیب سے ظاہر ہوئی وہ بلاشبہ آپ کا نور پاک ہی تھا۔ پھر جب وہ نور بلند ہوا تو اس سے عرش و کرسی اور لوح و قلم پیدا ہوئے۔ تمام عالم اسی نور پاک کی ایک شعاع ہے اور اس کی ایک شعاع آدم علیہ السلام اور اس کی تمام ذریات ہے جب وہ نور معظم ظاہر ہوا تو اللہ تعالیٰ کے آگے سجدہ ہوا صدیوں تک وہ نور سجدہ میں پڑا رہا۔ پھر کافی عرصہ تک رکوع میں جھکا رہا پھر سالہا سال تک قیام کی حالت میں رہا پھر کافی مدت قعدہ (تشہد) میں بیٹھا رہا۔ اس دریائے راز کے نور کی نماز سے تمام امت پر اللہ نے نماز فرض کی پھر اللہ نے اس نور کو اپنے سامنے بغیر کسی جہت کے چاند اور سورج کی طرح رکھا پھر اچانک دریائے حقیقت میں اس نور کے لئے ایک راستہ کھل گیا اور جب اس نور نے بحر راز کو دیکھا تو عزت و ناز سے اس میں جوش پیدا ہو گیا اور وہ نور شوق طلب میں اپنے ارد گرد سات بار گھوما جس سے آسمان کے سات دائروں کی پرکار ظاہر ہو گئی پھر اللہ پاک کی جو نظر اس نور کی طرف پڑتی گئی اس سے ستارے اور آسمان ظاہر ہوتے گئے پھر اس پاک نور نے آرام فرمایا جس سے عرش و کرسی نے اس کی ذات کا عکس حاصل کیا جبکہ فرشتوں نے اس کی صفات کا عکس چاہا چنانچہ اس نور کے انفاس سے تمام انوار آشکار ہوئے۔ اور اس کے خزانہ دل سے اسرار پیدا ہوئے چنانچہ

اسی لئے روح کا راز عالم تخیلات سے تعلق رکھتا ہے پھر عالم انفاس کے نفس نے "وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِیْ" کا کارنامہ سرانجام دیا اس طرح جب عالم انفاس اور عالم اسرار اکٹھے ہوگئے تو اس سے بہت سے انوار مجتمع ہوگئے۔ تمام امتیں چونکہ آپ ﷺ کے نور کے طفیل معرض وجود میں آئیں اس لئے آپ ﷺ تمام قوموں اور امتوں کی طرف مبعوث کئے گئے آپ ﷺ کی بعثت تمام مخلوقات کے لئے قیامت کے دن تک ہے پھر آپ نے شیطان کو طلب کر کے اسے اسلام کی دعوت دی چنانچہ آپ کا شیطان مسلمان ہو گیا۔ پھر آپ نے اللہ کی اجازت سے رات کے وقت جنات کو اسلام کی دعوت دی پھر آپ نے تمام قدسیوں (فرشتوں) اور رسولوں کو ایک ہی رات میں بلا کر دعوت اسلام دی، پھر آپ نے حیوانات کو اسلام کی دعوت دی۔ چنانچہ بکری کے بچہ اور گوہ نے آپ کی دعوت کو قبول کیا اور آپ کی دعوت کی گواہی دی آپ نے دنیا کے بتوں کو بھی اسلام کی دعوت دی چنانچہ وہ سب اوندھے منہ گر پڑے اور انہوں نے آپ کی دعوت کی گواہی دی پھر آپ کی ذات پاک نے تمام ذرات کو اسلام کی دعوت دی چنانچہ آپ کی ہتھیلی میں سنگریزوں نے تسبیح پڑھی۔

یہ مرتبہ اور یہ عزت انبیائے کرام میں سے کس کو ملا ہے؟ تمام امتوں کو دعوت دینے کا اعزاز آپ ﷺ کے سوا اور کس کو ملا ہے؟ چونکہ آپ کا نور تمام موجودات کا اصل تھا اس لئے ہر ذات کو آپ ﷺ کی ذات سے وجود ملا ہے۔ آپ ﷺ پر دونوں جہانوں اور تمام ذرات کو دعوت اسلام دینا واجب ہے اس لئے کل کے تمام اجزاء آپ کی امت میں داخل ہیں اور آپ ﷺ کے ہی فیض کے خوشہ چیں ہیں۔ چنانچہ آپ بے عمل لوگوں کو اسی لئے "امتی امتی" کہہ کر ان کی شفاعت فرمائیں گے اللہ تعالیٰ اسی شمع ہدایت کی خاطر ان کی امت کو بخشیں گے۔ چونکہ آپ کا وجود ہر معاملہ میں افضل ہے اس لئے قیامت کے دن وہ ہر ایک مشکل کو حل کریں گے تمام موجودات آپ کی

پناہ میں ہیں اور ہر مقصد آپ کی رضا مندی سے ہی حاصل ہو گا، آپ کی خصوصیتوں اور خوبیوں کو کسی نے خواب میں بھی نہیں دیکھا ہو گا۔ ہر بات میں آپ ﷺ عالم کا راز ہیں اور ہر خستہ دل کے زخم کی مرحم ہیں۔ آپ ﷺ نے اپنے آپ کو کُل دیکھا اور کُل کو اپنے آپ پر محمول کیا آپ ﷺ کی نظریں آگے کے حالات بھی دیکھتی تھیں اور بعد کے حالات کو بھی دیکھتی تھیں۔ اللہ نے آپ ﷺ پر نبوت کو ختم کیا اور اسی طرح آپ ﷺ پر معجزات، اخلاق اور سخاوت کو بھی ختم کیا۔ اللہ نے آپ ﷺ کی دعوت کو ہر خاص و عام کے لئے عام کیا ہے اور اپنی نعمتوں کو آپ ﷺ کی ذات پاک پر مکمل کر دیا ہے (اَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي) اور آپ ﷺ کے عہد مبارک میں کافروں کو عذاب دینے کی مہلت ملی۔ تمام دین و دنیا آپ ﷺ کی ہمت کی پناہ میں ہیں۔ آپ ﷺ کی امت کو دین و دنیا میں زندگی عطا ہوئی۔ آپ رات کے وقت معراج کے لئے روانہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے کل کے اسرار سے آپ ﷺ کی ذات کو فیض یاب کیا، اور آپ ﷺ کو عزت و شرافت کی وجہ سے دو قبلے عطا کئے (یعنی کعبہ اور بیت المقدس) اور بے سایہ ہونے کے باوجود آپ ﷺ کا سایہ مشرق و مغرب پر ہے۔

آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہترین کتاب ملی اور اس کل ذات سے کل مراعات حاصل ہوئیں آپ ﷺ کی ازواج مطہرات تمام مومنین کے لئے مائیں ہیں آپ ﷺ کے معراج کے دن تمام رسولوں نے آپ ﷺ کا احترام کیا۔ تمام انبیاء مقتدی بنے اور آپ ﷺ ان کے امام اور پیشوا بنے۔ اور آپ ﷺ کی امت کے علمائے کرام کا مقام انبیاء کرام جیسا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے احترام کی خاطر تورات اور انجیل میں آپ ﷺ کا اسم مبارک ذکر کیا۔ پتھروں نے بھی آپ ﷺ کے وجود مسعود سے قدر و قیمت حاصل کی اور انہیں یمین اللہ کا خلعت ملا آپ ﷺ کی سر زمین کو آپ ﷺ کی عزت کی خاطر قبلہ بنایا اور آپ ﷺ کی امت کو منسوخ ہونے سے

محفوظ کر دیا۔ یعنی آپ ﷺ کی امت ہمیشہ رہے گی۔ آپ ﷺ کی بعثت مبارک، بتوں کی سرنگونی کا باعث بن گئی اور اللہ نے آپ ﷺ کی امت کو تمام امتوں سے افضل بنایا۔ آپ ﷺ کے دہن مبارک کے ایک قطرہ آب نے زمانہ قحط میں خشک کنوئیں کو آب زلال سے بھر دیا چاند آپ ﷺ کی انگلی کے ایک اشارے سے شق ہو گیا اور سورج آپ ﷺ کے حکم سے پیچھے کو چلا گیا آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت سورج کی طرح روشن تھی۔ آپ ﷺ خیر البلاد میں قوم کی رہنمائی کرتے تھے۔ آپ ﷺ کا عہد خیر القرون تھا اور آپ ﷺ احسن الخلق تھے۔ آپ ﷺ کی برکت سے کعبہ کو بیت اللہ کا اعزاز حاصل ہوا جو وہاں آگیا وہ ہر طرح سے مامون ہو گیا۔

جبرئیل علیہ السلام دحیہ بن کلبی کے روپ میں خرقہ پہن کر اور جبہ میں ملبوس ہو کر آیا، آپ ﷺ کے عہد مبارک میں خاک کو سب سے بڑا اعزاز ملا اور اسے مسجد کا شرف عطا ہوا اور اسے پاکیزگی اور طہات کی عزت نصیب ہوئی۔ آپ ﷺ کے ایک ایک ذرے کا راز پوشیدہ ہے۔ آپ ﷺ امی لقب ہیں۔ اور کتاب کو دیکھ کر نہیں پڑھتے تھے آپ ﷺ کی زبان، حق کی زبان ہے اور آپ ﷺ کا زمانہ بہترین زمانہ ہے۔ قیامت کے روز آپ کی زبان عربی کے بغیر تمام زبانیں مٹ جائیں گی۔ بیماری کی حالت میں آپ ﷺ آخر وقت تک بارگاہ رب العزت سے سوال کرنے کا شوق رکھتے تھے۔ جب آپ ﷺ کا دل بحر راز میں بیخود ہو جاتا تھا تو آپ ﷺ کا قلبی میلان نماز کی جانب بڑھ جاتا تھا۔ چونکہ آپ ﷺ کا دل ایک عظیم دریا تھا اس لئے یہ گہرے دریا کی طرح موجزن ہو تا تھا۔ ایسے وقت میں آپ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو "اَرِحنَا یَا بَلَالُ" (یعنی اے بلال اذان دو اور ہمارے دل کو راحت پہنچاؤ) تاکہ ہم نماز پڑھ کر اپنے دل کی تکلیف کو دور کریں جب آپ ﷺ پر یہ کیفیت طاری ہوتی تو

آپ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے فرماتے "زَمِّلِيْنِي يَا حُمَيْرَا" (اے حمیرا مجھے کمبل اوڑھادو) آپ ﷺ کی خلوت میں عقل کی رسائی نہیں ہے اور علم بھی آپ ﷺ کے مدارج سے آگاہ نہیں ہے۔ جب آپ خلوت میں اپنے رفیق اعلیٰ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کے لئے گئے تو وہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام کو بھی جانے کی اجازت نہ تھی بلکہ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے ان کے پر جلتے تھے۔

جب آپ کی جان کا سیمرغ ظاہر ہوا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام دہشت و ہراس سے موسیچہ (پرندہ) کی طرح بن جاتے ہیں کوہ طور پر بارگاہ ایزدی سے ہم کلام ہونے کے لئے گئے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعلین اتارنے کا حکم آیا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارگاہ رقرب میں اپنی نعلین اتار دیا تو وادی قدس میں جاکر نور میں ڈوب گئے یعنی بیہوش ہو کر گر پڑے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ نے جو شمع ذوالجلال ہیں معراج میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جوتیوں کی آواز سنی۔ حضرت موسیٰ بن عمران اگرچہ رسول تھے مگر کوہ طور پر وہ بھی جوتیوں کے ساتھ نہیں جاسکتے تھے لیکن رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت ملاحظہ فرمائیں کہ اس نے آپ ﷺ کے دربار کے غلام بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی آپ کے ساتھ رکھا۔ گویا اللہ تعالیٰ نے آپ کے غلام کو بھی اپنی بارگاہ میں آنے کے لئے آپ کا ہمسفر بنایا۔ اور اسے بھی جوتیوں کے ساتھ اس مقام قرب میں آنے کی اجازت ملی۔ اور جب حضرت موسیٰ بن عمران نے آپ کا یہ مرتبہ دیکھا اور آپ کے غلام کی یہ عزت دیکھی تو بارگاہ ایزدی میں عرض کیا یا اللہ! مجھے اس رسول کی امت میں سے بنا۔ اور مجھے اس کا طفیلی بنا جس کے غلام کو اتنا بڑا درجہ اور مرتبہ ملا ہے۔ اگرچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمیشہ بارگاہ ایزدی میں یہی درخواست کرتے رہے مگر آپ کے امتی ہونے کا بلند مقام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مل گیا۔ یقیناً جب عیسیٰ علیہ السلام چوتھے آسمان پر اپنے مقام خلوت سے نکل

کر دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے تو لوگوں کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دین کی دعوت دیں گے۔ اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی آپ کے امتی بن گئے اور اسی لئے آپ ﷺ کا ایک نام مبشر بھی ہے یعنی خوشخبری دینے والا۔

اگر کوئی یہ کہے کہ جو آدمی ایک بار اس جہان سے دوسرے جہان میں چلا جائے وہ دوبارہ اس جہان میں کیسے آسکتا ہے؟ تو آپ کے معراج سے ہماری یہ مشکل حل ہو جاتی ہے اور ہمارے دل میں ذرہ بھی شک باقی نہیں رہتا یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بغیر کوئی بھی دوسرے جہان سے واپس اس جہان میں نہیں آسکتا صرف آپ ﷺ کو یہ رتبہ ملا ہے کہ وہ دوسرے جہان میں سب کچھ آنکھوں سے دیکھ آئے ہیں جبکہ دوسرے نبی وہاں صرف عقل کے ساتھ ہی پہنچ سکتے ہیں۔ آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتے۔ یعنی دوسرے انبیاء کو صرف وحی کے ذریعے عالم بالا کی خبریں دی جاتی رہی ہیں۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بادشاہ ہیں اور باقی سب آپ ﷺ کے طفیلی ہیں۔ آپ ﷺ شہنشاہ ہیں اور باقی سب آپ ﷺ کا لشکر ہیں۔ یعنی آپ ﷺ کے سر مبارک پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عزت کا تاج رکھا گیا ہے اور باقی مخلوق اس کے دروازے پر ملازم کی طرح کمربستہ کھڑی ہے تمام کائنات آپ ﷺ کے بال مبارک کی خوشبو سے کستوری بنی ہوئی ہے اور آپ ﷺ کی زیارت کی پیاس سے دریاؤں کے کنارے خشک ہیں۔ کون ہے جو آپ ﷺ کے دیدار کا پیاسا نہیں ہے؟ حتیٰ کہ لکڑی اور پتھر بھی آپ ﷺ کے عشق میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ دیکھئے جب آپ ﷺ مسجد نبوی میں منبر بن جانے کی وجہ سے خطبہ دینے کے لئے اس پر بیٹھے تو لکڑی کا ستون بلند آواز سے رونے لگ گیا۔ بغیر ستونوں کے آسمان پر نور ہو گیا مگر وہ لکڑی کا ستون جس پر آپ ﷺ پہلے ٹیک لگایا کرتے تھے آپ ﷺ کی جدائی سے بیمار ہو گیا آپ ﷺ کی توصیف بیان کرنا میرے بس میں نہیں ہے اور شرمساری کی وجہ سے میرے جسم سے

جائے پسینہ کے خون نکل آتا ہے۔ آپ ﷺ دنیا بھر کے مانے ہوئے فصیح اللسان ہیں اور میں آپ ﷺ کے مقابلہ میں گونگا ہوں اس لئے میں آپ ﷺ کی مدح سرائی کو شرح و بسط کے ساتھ کیسے بیان کر سکتا ہوں؟ آپ کے وصف بیان کرنا مجھ جیسے ہیچمدان کے بس کا روگ نہیں ہے۔ آپ ﷺ کی توصیف بیان کرنے والا خود اللہ تعالیٰ ہے اور بس۔ تمام جہان آپ ﷺ کے مرتبہ اور عظمت کے مقابلہ میں خاک ہے۔ تیری خاک پاک نے سینکڑوں جہانوں کو زندہ و تابندہ بنا دیا۔ انبیاء آپ ﷺ کے وصف میں حیران ہیں اور تمام راز دان بھی سرگردان ہیں۔ آپ ﷺ کے تبسم کے طفیل سورج کو نور ملا ہے اور آپ کی گریہ وزاری سے بادلوں کو برسنا نصیب ہوا ہے۔ دونوں جہان آپ ﷺ کے پاؤں کی گرد و غبار ہیں حالانکہ آپ ﷺ کمبل میں آرام فرما ہوتے تھے۔ اللہ اللہ کیا شان ہے آپ ﷺ کی۔

اے کلیم! کمبل سے منہ باہر کیجئے پھر پائے مبارک کو کمبل کے حساب سے دراز کیجئے۔ آپ ﷺ کی شریعت آئی تو تمام شریعتیں منسوخ ہو گئیں۔ آپ ﷺ اگرچہ تمام انبیاء کے بعد میں تشریف لائے مگر آپ ﷺ کے آنے سے تمام سابقہ انبیاء کے ادیان مٹ گئے اب قیامت تک آپ ﷺ کی ہی شریعت رہے گی اور آپ ﷺ کے ہی احکام نافذ رہیں گے۔ اور اللہ کے نام کے ساتھ آپ ﷺ کا نام ہی چلے گا۔ تمام انبیاء اور تمام رسول اب آپ ﷺ کے دین پر ہی عمل پیرا ہوں گے۔ آپ سے پہلے بھی کوئی نبی آپ ﷺ سے افضل نہیں آیا اسی طرح اب آپ ﷺ کے بعد بھی بلاشک و شبہ کوئی نبی نہیں آئے گا۔ کوئی آپ ﷺ کے گرد و غبار کو بھی نہیں پہنچ سکتا نہ ہی کسی کو وہ عزت اور رتبہ مل سکتا ہے جو آپ ﷺ کو ملا ہے۔ تخلیق عالم سے پہلے بھی آپ ﷺ تھے اور عالم کے بعد بھی آپ ﷺ ہوں گے۔ آپ ﷺ ہی بہ یک وقت پہلے اور آخری نبی ہیں قیامت تک دونوں عالم کی سرداری اللہ تعالیٰ نے آپ کے

لئے ہی وقف کر دی ہے۔

یارسول اللہ! میں بہت ہی عاجز اور درماندہ ہوں میرے ہاتھ خالی ہیں اور سر پر خاک ہے آپ ﷺ ہر لمحہ بے کسوں کے سہارا ہیں اور دونوں جہانوں میں آپ ﷺ کے سوا میرا اور کوئی نہیں ہے یارسول اللہ! مجھ غمگین کی طرف ایک نظر کرم فرمایئے اور مجھ لاعلاج کا علاج کیجئے۔ اگرچہ میں نے اپنی عمر کو گناہوں میں ضائع کر دیا ہے مگر اب میں گناہوں سے توبہ کرتا ہوں۔ اللہ کی بارگاہ میں میری بخشش کے لئے شفاعت فرمایئے۔ میں آپ کی ناراضگی سے ڈرتا ہوں اور مجھے "لَا تَامَنْ" (بے خوف نہ ہو جا) کی تنبیہ سے ڈر لگتا ہے مگر اس کے باوجود آپ ﷺ کی رَحْمَةٌ لِلْعَالَمِیْنِی سے امیدوار بھی ہوں اور مجھے "لَا تَایْئَسُوْا" (ناامید نہ ہو) سے سہارا بھی مل رہا ہے۔ میں رات دن اپنے گناہوں کی وجہ سے غم زدہ رہتا ہوں مہربانی فرما کر میرے شفیع بن جایئے۔ تاکہ میرا مسئلہ حل ہو جائے۔ آپ ﷺ کی بارگاہ سے جب ایک بار میری شفاعت ہو جائے گی تو میرے گناہ بھی نیکیاں بن جائیں گی۔ یارسول اللہ! مجھ گنہگار کی شفاعت فرمایئے از راہ لطف و کرم میرے لئے شفاعت کی شمع کو بھی روشن کیجئے۔ جب آپ ﷺ کی شفاعت کی شمع روشن ہو گی تو میں گناہگار پروانہ کی طرح اڑتا ہوا آپ ﷺ کی اس شمع پر اپنی جان کو قربان کر دوں گا۔ جو بھی آپ ﷺ کی اس شمع کو روشن دیکھے گا وہ پروانہ کی طرح دل و جان سے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دے گا۔ میری جان کی آنکھ کو آپ ﷺ کی زیارت ہی کافی ہے بلکہ دونوں جہانوں کو آپ کی رضامندی مطلوب ہے میرے درد دل کا علاج آپ ﷺ کی محبت ہے آپ ﷺ کے چہرے کا سورج ہی میری جان کے لئے نور ہے۔ میں تیرے دروازے پر جان کا نذرانہ لے کر حاضر ہوا ہوں اور میری کمر میں کمر بند بھی ہے۔ میری زبان کی تلوار کے جوہر کو دیکھئے یعنی میں آپ ﷺ کا ایک ادنیٰ غلام ہوں اور غلاموں کا لباس پہن کر آپ کے دروازے پر کھڑا

ہوں اور آپ کی تعریف بیان کر رہا ہوں۔ میں اپنی زبان سے آپ ﷺ کی تعریف میں جو بھی موتی بکھیر رہا ہوں یہ میری جان کے دریا میں آپ کی محبت کی علامت ہیں۔ جب سے میری جان نے آپ کی یہ علامت حاصل کی ہے اس وقت سے بے نشانی میرا نشان بن گئی ہے یعنی آپ کی محبت میں میں بیخود اور بے نشان ہو گیا ہوں۔

اے عالی گہر! میری صرف یہی درخواست ہے کہ آپ ﷺ از راہ لطف و کرم میری طرف ایک نظر کر دیجئے۔ آپ کی ایک نظر سے مجھے اپنی بے نشانی مطلوب ہے اور بے نشانی بھی دائمی طور پر مطلوب ہے۔

اے پاک ذات والے! آپ ﷺ مجھے ہر قسم کے غرور و تکبر، شرک اور بیہودہ باتوں سے پاک کر دیجئے۔ گناہوں کی وجہ سے میرے منہ کو سیاہ نہ ہونے دینا۔ میں آپ ﷺ کا ہم نام ہوں اس ہمنامی کی لاج رکھنا آپ کے ہاتھوں میں ہے (فائدہ: واضح ہو کہ شیخ فریدالدین عطار کا اصل نام محمد ہی تھا۔ اس شعر میں اسی طرف اشارہ ہے)

میری مثال اس لڑکے کی طرح ہے جو پانی میں ڈوب رہا ہو اور گناہوں کے کالے پانی نے اس کے اردگرد حلقہ بنا رکھا ہو اور وہ گناہوں کے بھنور میں گھر چکا ہو۔ میں آپ ﷺ سے امید کرتا ہوں کہ آپ ﷺ گناہوں کے اس کالے پانی کے بھنور سے میری دستگیری فرما کر مجھے باہر نکالیں گے۔

حکایت اس ماں کی جس کا لڑکا پانی میں گر گیا تھا

ایک ماں کا بچہ گہرے پانیوں میں گر گیا اور ماں بیچاری ممتا کی ماری تڑپ اٹھی۔ بچہ حیرانی اور پریشانی کے عالم میں ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ پانی اس کی گردن کو چھو رہا تھا پانی کا ریلا اس کو آگے ہی آگے بہا کر لے جا رہا تھا جب ماں نے دیکھا تو وہ بھی پیچھے سے پانی میں کود پڑی اور جلدی سے بچے کو بہتے پانی میں سے نکال لیا اسے گود میں لیا اور دودھ پلایا۔

یا رسول اللہ ﷺ! اپنی امت پر آپ ﷺ ماں سے کہیں زیادہ مشفق اور مہربان ہیں۔ میں بھی گناہوں کی ندی میں ڈوبنے لگا ہوں۔ مہربانی فرما کر مجھے باہر نکال لیجئے میں گناہوں کے گرداب میں حیران و پریشان ہو کر پھنسا پڑا ہوں۔ میری حالت اس بچے کی طرح ہے جو پانی میں ڈوب چلا ہو۔ میں اسی پریشانی میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہوں۔ اے اپنے بچوں پر شفقت کرنے والے نبی! مہربانی فرما کر غرق ہونے والے اپنے بچے کو بچا لیجئے۔ ہماری اس جان پر رحم کیجئے جو آپ سے دور ہو کر گہرے پانیوں میں ڈوب رہی ہے۔ اپنی مہربانی کے پستان سے ہمیں دودھ پلایئے اور اپنی مہربانی کا دستر خواں ہمارے آگے سے نہ کھینچئے۔ آپ ﷺ ہر طرح کے وصف اور ادراک سے بالاتر ہیں اور وصف کرنے والوں کی وصف سے پاک ہیں۔ آپ ﷺ کے مقام عالیہ پر کسی کو دسترس اور رسائی نہیں ہے ہم آپ ﷺ کی خاک کی بھی خاک ہیں۔ آپ ﷺ کے یار اور اصحاب ہی آپ ﷺ کی خاک تھے اور باقی سارا عالم تیری اس خاک کی بھی خاک ہے۔ جو بھی تیرے اصحاب اور تیرے یاروں کی خاک نہیں ہے وہ تیرے دوستوں کا دشمن ہے۔ سب سے اول حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور آخر میں حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ہیں آپ کے چاروں یار صدق و صفا کے کعبہ کے چار رکن ہیں۔

ایک ان میں سے صدق میں آپ کا ہمراز اور وزیر تھا اور دوسرا عدل وانصاف میں

روشن سورج تھا تیسرا شرم وحیا کا دریا تھا اور چوتھا باب العلم اور باب السخاوت تھا۔ جو کوئی آپ کے اہل بیت سے بغض رکھتا ہے وہ آپ کے بعد دشمنی کا بیج بوتا ہے اور جو دل وجان سے آپ کی آل کا مطیع ہو گیا وہ تیرے ہی راستہ پر صحیح جا رہا ہے۔ سب سے آخر میں امام مہدی آئیں گے جو آل مرتضٰی میں سے ہوں گے۔ یہ تمام ایمان کا رکن ہیں اور آل مصطفٰے ہیں۔

امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی منقبت میں

وہ پہلے خلیفہ ہیں جو حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے یار ہیں۔ بلکہ یار غار ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے۔ "ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْهُمَ فِي الْغَارِ" وہ دین کے علمبردار ہیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور حق کے قطب ہیں۔ تمام خوبیوں میں دوسرے اصحاب سے سبقت لے گئے ہیں۔

بارگاہ ایزدی سے حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک میں وحی اترتی تھی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دل مبارک میں بھی اس کا القاء ہوتا تھا اور الہام ہو جاتا تھا۔ جب وہ دنیا سے رخصت ہوئے تو فاقہ سے تھے اور خوشی خوشی اپنی جان کو جان آفرین کے حوالے کر دیا۔ وہ ساری رات پر سوز سے اللہ کا ذکر کرتے تھے اور رو رو کر بارگاہ ایزدی میں دعا کیا کرتے تھے۔ ان کی پر سوز آواز کی تاثیر چین تک خوشبوئیں بکھیرتی تھی اور تارتار کے ہرن کے خون کو کستوری بنا دیتی تھی یعنی ان کی دعاؤں کی تاثیر سے دین اسلام عرب سے چین تک پہنچ گیا تھا گویا ان کی پر سوز دعاؤں کے اثر سے اسلام نیل کے ساحل سے لے کر تابخاک کاشغر کی عملی تصویر بن گیا۔ اسی لئے شریعت اور دین کے آفتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

"اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ بِالصِّيْنِ"

یعنی علم حاصل کرو خواہ تمہیں چین ہی کیوں نہ جانا پڑے۔ ان کی زبان مبارک حکمت اور دانائی کا خزانہ تھی کیونکہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں بھی کبھی بت پرستی نہیں کی تھی اور اللہ کے بغیر کوئی نام ان کی زبان پر نہیں ہوتا تھا۔ وہ پتھر کی طرح مستقل مزاج اور باوقار تھے کیونکہ غیر مستقل مزاج آدمی کسی کام کا نہیں ہوتا۔ حضرت عمرؓ جب ان سے پرسوز آواز میں اللہ کا نام سنتے تو کہتے کاش میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سینہ کا بال ہوتا۔

اے مخاطب! جب تم نے قرآن کی آیت "ثَانِیَ اثۡنَیۡنِ" کو برحق مان لیا ہے تو پھر رسول اللہ ﷺ کے بعد ان کو برحق خلیفہ اول تسلیم کرلو۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی منقبت میں

وہ شریعت کے سردار اور دین کی جماعت کے سورج ہیں۔ وہ اللہ کا سایہ ہیں۔ وہ فاروق اعظم ہیں اور دین کی شمع ہیں۔ اللہ پاک نے ان پر عدل وانصاف کو ختم کردیا اور فراست میں وہ دوسروں سے سبقت لے گئے۔

اسلام لانے سے پہلے اپنے بہنوئی اور بہن سے قرآن کی سورہ طٰہٰ سنی اور وہ سورۃ طٰہٰ کی برکت سے راہ راست پر آگئے۔ طٰہٰ کی "ہ" ان کے دل میں عشق الٰہی کا سبب بن گئی۔ مبارک ہیں ان کے بہنوئی جن سے انہوں نے پہلی سورۃ طٰہٰ سنی۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث شریف کے مطابق پل صراط سے سب سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزریں گے۔ ان کا مقام کتنا بلند مقام ہے کہ سب سے پہلے ان کو بہشتی لباس ملے گا۔ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے دست حق پرست میں اپنا ہاتھ دے کر اسلام قبول کرلیا تو رسول اللہ ﷺ بھی ان کو اپنے روضے میں اپنے پاس لے گئے۔ ان کے انصاف کی بدولت دین کے تمام کام سرانجام ہوئے اور دریائے نیل نے بھی ان کے

حکم کو مان لیا۔ وہ جنت کی شمع ہیں اور کہیں بھی شمع کا سایہ نہیں ہوتا۔ نور کی وجہ سے چونکہ شمع کا سایہ نہیں ہوتا اس لئے ان کے سایہ سے بھی یعنی ان کے کردار اور جوش سے بھی شیطان بھاگ جاتا تھا۔ جب وہ اپنی زبان حق ترجمان سے کچھ ارشاد فرماتے تو حق اور باطل الگ الگ ہو جاتے تھے۔ درد عشق کی وجہ سے ان کی جان میں اللہ تعالیٰ کے عشق کی آگ بھڑکتی تھی اور حق بات بیان کرتے وقت ان کی زبان سے بھی اللہ کے عشق کی حرارت موجزن ہوتی تھی۔ جب نبی کریم ﷺ نے دیکھا کہ عمر اللہ کے عشق کی آگ میں جل رہا ہے تو فرمایا عمر جنت کی شمع ہے۔

امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی منقبت میں

سنت نبوی کے پیروکار جو کہ نور مطلق ہیں اور برحق ہیں وہ دو نوروں کے خاوند ہیں کیونکہ ان کے عقدۂ نکاح میں یکے بعد دیگرے رسول اللہ ﷺ کی دو بیٹیاں تھیں۔ اسی لئے انہیں ذوالنورین کہا جاتا ہے۔ وہ معرفت کے دریا کے غواص ہیں دین کے سردار ہیں ان کا اسم گرامی عثمان بن عفان ہے۔ حضرت امیر المومنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے عہد مبارک میں ایمان کے جھنڈے کو بلندی ملی یعنی اسلام دور دور تک پھیل گیا۔ دونوں جہان کے میدان میں جو رونق ہوئی وہ ذی النورین کے پرنور دل کی بدولت تھی۔ وہ بقول مصطفےٰ ﷺ حسن و جمال میں یوسف ثانی تھے۔ تقویٰ اور حیا کے دریا اور وفا کی کان تھے، وہ ذوی القربیٰ یعنی قریبی رشتہ داروں کا بطور خاص خیال رکھتے تھے اور ان کی خدمت اور پاسداری میں اپنی جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے۔ بھوک اور پیاس کی حالت میں انہیں اس وقت شہید کر دیا گیا جبکہ وہ بیٹھ کر تلاوت قرآن مجید کر رہے تھے۔ ان کے عہد مبارک میں جہان میں ہدایت پھیلی اور ساتھ ہی علم و ہنر بھی عام ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ آسمانوں پر فرشتے بھی ان کی ذات

بابرکات سے شرماتے ہیں۔ عالم کشف میں نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ عثمان بن رضی اللہ عنہ سے حساب وکتاب نہیں لیں گے کیونکہ وہ بھی عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں۔ بیعت رضوان کے موقع پر جب وہ موجود نہ تھے تو حضور علیہ السلام نے اپنا ایک ہاتھ دوسرے ہاتھ پر رکھتے ہوئے فرمایا کہ میرا یہ دوسرا ہاتھ حضرت عثمانؓ کی طرف سے ہے چنانچہ تمام حاضرین مطمئن ہو گئے۔

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی منقبت میں

وہ ساری امت کے برحق سردار ہیں اور تمام سچے لوگوں کے رہنما اور پیشوا بھی ہیں۔ وہ حلم وحوصلہ کے پہاڑ ہیں علم کے سمندر ہیں اور دین کے قطب ہیں۔ وہ حوض کوثر کے ساقی ہیں وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ابن عم ہیں اور شیر خدا ہیں وہ مرتضیٰ ہیں۔ وہ مجتبیٰ ہیں اور فاطمۃ الزہرا بتول رضی اللہ عنہا کے خاوند ہیں۔ وہ محفوظ عن الخطاء ہیں اور داماد رسول ہیں آپ مسلمانوں کے رہنما ہیں آپ صاحب اسرار "سَلُوْنِی" بھی ہیں یعنی آپ نے ایک دفعہ فرمایا تھا کہ آسمانوں کے نیچے جو راز پوچھنا چاہو مجھ سے پوچھ لو۔ آپ دین کے رہنما بننے کے مستحق ہیں اور تمام مسائل میں مفتی مطلق ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حق کے چشمہ ہیں ان کے علم کے سامنے عقل کو شک وشبہ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ آپ کے بارے رسالتمآب ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ علی ہی تم میں سب سے افضل فیصلہ کرنے والے ہیں۔ نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کی ذات میں خصوصیت کے ساتھ استغراق رکھتے تھے اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سانس سے مردہ زندہ ہو جاتے تھے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سانس مبارک سے کٹا ہوا ہاتھ پھر اپنی جگہ پر درست طور پر پیوست ہو گیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے دوش مبارک پر اور پشت مبارک پر

کھڑے ہو کر کعبہ میں رکھے گئے بتوں کو توڑا تھا۔ یہ کتنا بڑا اعزاز ہے۔

ان کے دل میں غیب کے اسرار پوشیدہ تھے گویا انہیں بھی ید بیضا کی برکتیں حاصل تھیں اگر ان کے پاس ید بیضا نہیں تھا تو پھر ذوالفقار ان کے ہاتھوں میں کیسے آگئی؟ تمام آفاق میں کوئی ان کا ہم پلہ اور ساتھی نہیں۔ سارا عالم پھر کر دیکھو کوئی ان کا ہمراز نہیں ملے گا۔

خلفائے راشدین کے متعلق تعصب نہ رکھنے کے بارے

اے مخاطب! تو خواہ مخواہ تعصب میں پھنسا ہوا ہے کسی کے ساتھ بغض اور کسی کے ساتھ محبت رکھتے ہو۔ اگر تم عقل مند ہونے اور باتونی ہونے کی ڈینگیں مارتے ہو تو پھر خلفائے راشدین میں تعصب کیوں کرتے ہو؟ خلافت میں کہیں بھی طرفداری سے کام نہیں لیا گیا۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ پر طرفداری کا الزام کیسے درست ہو سکتا ہے؟ اگر ان ہر دو پیشواؤں میں طرفداری ہوتی تو پھر وہ اپنے صاحبزادوں کو اپنا ولی عہد بناتے اور اگر انہوں نے کسی حقدار کا حق چھینا ہوتا تو دوسرے صحابہ کرام پر واجب تھا کہ وہ انہیں روکتے۔ اگر صحابہ کرام نے انہیں ایسا کرنے سے نہیں روکا تو پھر تم یا تو سب کی تکذیب کرو یا سب کو برحق مان لو۔ اگر تم تمام صحابہ کرام کی تکذیب کرو گے تو تم نے نبی کریم ﷺ کو دل سے قبول نہیں کیا کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ میرا ہر صحابی ایک روشن ستارہ ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ میرا زمانہ تمام زمانوں سے بہتر زمانہ ہے۔

حدیث شریف کا متن یوں ہے۔

اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ بِاَیِّھِمْ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ

اور دوسری حدیث کا متن یہ ہے۔

خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ

نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ میرے اصحاب بہترین لوگ ہیں یہ سب میرے قریبی ہیں اور دوست ہیں۔

تو رسول اللہ ﷺ نے جن کے بارے میں یہ فرمادیا ہے کہ یہ بہترین لوگ ہیں اگر تم ان کو بدترین کہو گے تو تمہیں صاحب نظر کیسے کہا جاسکتا ہے؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام نے خلافت کے لئے ایک غیر مستحق آدمی کو بطور خلیفہ قبول کر لیا ہو یا یہ کہ انہوں نے ایک غیر مستحق آدمی کو محمد مصطفے ﷺ کا نائب بنا کر اسے ان کی جگہ پر بٹھادیا ہو؟ صحابہ کرام پر یہ باطل اور جھوٹا الزام قطعی طور پر ناجائز ہے۔

اگر صحابہ کرام علیہم الرضوان کے اقدامات صحیح نہیں ہیں تو پھر قرآن کریم کو ایک جگہ پر جمع کرنے کا کام بھی غلط ماننا پڑے گا۔ لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام نے جو کچھ بھی کیا وہ حق تھا اور صحیح تھا۔ اگر تم صحابہ کرام میں سے کسی ایک کو بھی نہیں مانو گے تو پھر گویا تم تمام صحابہ کرام کی تکذیب کرتے ہو جن کی تعداد بزمانہ رسالتمآب ﷺ تینتیس ہزار کے لگ بھگ تھی۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جو کام بھی کیا وہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے کیا حتی کہ انہوں نے زکوٰۃ نہ دینے والوں کو متنبہ کیا تھا کہ اگر اونٹ کے زانو کو باندھنے والی رسی بھی نہ دو گے تو میں تم سے جہاد کروں گا۔ ایسی شخصیت پر خیانت کے الزام کو سراسر غلط سمجھو۔ اگر صدیق اکبرؓ پر کسی ناجائز طرفداری یا کجی کا شبہ بھی ہوتا تو وہ اپنے خطبہ میں یہ کیوں فرماتے کہ اگر میں رسول اللہ ﷺ کے طریقہ سے ہٹ کر کوئی حکم دوں تو تم مجھے قتل کر دینا؟

اسی طرح اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں اگر کچھ تعصب یا خرابی ہوتی تو وہ اپنے بیٹے کو اسی (۸۰) دروں کی سزا شراب کے جرم میں دے کر نہ مار ڈالتے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ حق کے راستہ پر گامزن رہے وہ تمام الزامات سے پاک ہیں اور ہمیشہ دینی امور کی سرانجام دہی میں مصروف رہے۔ انہوں نے نبی

کریم ﷺ پر اپنا جان و مال اور اپنی بیٹی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو قربان کیا۔ ایسی پاک شخصیت ظالم نہیں ہو سکتی۔ اسے جھوٹا الزام لگانے والے کچھ تو شرم کرو۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں منبر رسول کا کتنا ادب ملحوظ خاطر تھا کہ وہ وہاں احتراماً نہیں بیٹھتے تھے اب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کردار بھی دیکھئے کہ وہ ہمیشہ عدل وانصاف پر کاربند رہے آپ باوجود خلیفہ ہونے کے اپنی معاش کے لئے خشت زنی (اینٹیں بنانے) کا کام بھی کرتے تھے اور اپنی پیٹھ پر جنگل سے کانٹے اور لکڑیاں بطور ایندھن کے بھی لایا کرتے تھے۔ لکڑیوں کا گٹھا خود اٹھاتے اور شہر میں داخل ہو کر عام آدمیوں کی طرح لوگوں سے راستہ لیتے تھے۔ اتنی محنت اور مزدوری کے باوجود وہ روزانہ سات لقمے تناول فرماتے تھے اور بس۔ ان کے دستر خوان پر سرکہ اور نمک بطور سالن ہوتا تھا وہ بیت المال سے کھانا نہیں کھاتے تھے سونے کے وقت ریت ان کا بستر ہوتا تھا اور درہ کو سر کے نیچے تکیہ بنا کر سوتے تھے پاسبانوں اور چوکیداروں کی طرح رات کو پہرہ دیتے تھے۔ رات بھر اسلامی لشکر کی حفاظت کرتے تھے۔ وہ پانی کی مشک بھی ماشکیوں کی طرح اٹھاتے تھے۔ اور بوڑھی عورت کو اور اس کے بچوں کو اس وقت پانی پلاتے تھے جبکہ سب لوگ محو خواب ہوتے تھے۔

آپ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اکثر فرماتے تھے کہ اے حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگر عمر میں کوئی خرابی دیکھو تو مطلع کر دینا مزید فرماتے تھے کہ جو آدمی میرے عیب اور میری کمزوریاں میرے منہ پر کہے گا میں اسے تحفہ سمجھوں گا۔ اگر وہ ناحق طور پر خلیفہ بنے ہیں تو پھر ان کی گدڑی کا وزن پیوند پر پیوند لگانے کی وجہ سے سات سیر کیوں ہوتا تھا؟ چونکہ ان کے پاس کوئی دوسرا کرتہ یا چادر نہیں ہوتی تھی اس لئے وہ کپڑے کا پیوند میسر نہ ہونے کی وجہ سے چمڑے کے ٹکڑے کا پیوند لگا دیتے تھے۔ جس نے اس طرح سادگی کے ساتھ بادشاہی اور خلافت کے فرائض سرانجام دیئے ہوں

اس سے کیسے ممکن ہے۔ کہ وہ بددیانتی یا کسی خرابی کا مرتکب ہوتا تھا؟

وہ جو کبھی اینٹیں بناتے تھے اور کبھی مٹی ڈھوتے تھے وہ اس طرح کی تکالیف کو کسی غلط اور جھوٹے کردار کی خاطر کیسے برداشت کرتے تھے؟ اگر وہ کسی ذاتی نفسانی خواہش کے تحت خلیفہ بنے ہوتے تو وہ اتنی تکلیفیں برداشت نہ کرتے بلکہ تخت و تاج کے مالک بن کر بادشاہ بن بیٹھتے۔ کئی ملک اور کئی شہر ان کے عہد خلافت میں ان کا نام سن کر کفر کو ترک کر کے مشرف بہ اسلام ہوگئے۔ اب بھی اگر تم تعصب سے کام لے کر ان کے ساتھ انصاف نہیں کرتے تو پھر تمہیں اپنے تعصب میں مر جانا چاہئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو زہر خورانی سے بھی فوت نہیں ہوئے تھے مگر اے مخالف تم زہر کے بغیر ہی ان کی دشمنی میں مر رہے ہو۔ واضح رہے کہ حضرت عمر فاروقؓ کو کفار نے ایک سازش سے زہر بھی کھلایا تھا مگر آپ اللہ کے فضل و کرم سے بچ گئے تھے۔

اے ناقدر شناس جاہل! تو اپنی سرداری پر ان کی خلافت کو قیاس نہ کر و اگر تمہاری گردن میں ایسی خلافت ڈالی جاتی تو تم بجائے خوشی کے اسی کے غم میں ہی آتش بہ جگر ہو کر جل مرتے خلافت خالہ جی کا گھر نہیں ہے بلکہ یہ جان جوکھوں کا کام ہے اگر حضرت عمرؓ سے کوئی شخص خلافت کا بوجھ اپنے ذمہ لیتا تو وہ سینکڑوں مصیبتوں کی آماجگاہ بن جاتا۔ عہدہ خلافت کو جس طرح انہوں نے بطریق احسن نبھایا یہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔

حکایت حضرت اویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں خلافت سے دستبردار ہونا چاہتا ہوں اگر کوئی شخص خلافت لینا چاہتا ہے تو میں صرف ایک دینار میں اسے بیچنا چاہتا ہوں۔ خواجہ اویس قرنی نے فرمایا کہ ٹھیک ہے خلافت کو چھوڑ دو اور جو اسے لینا چاہتا ہے اسے دے دو، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلافت کو چھوڑنے کا

ارادہ کر لیا۔ اتنے میں صحابہ کرام کو پتہ چل گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلافت سے دستبر دار ہونا چاہتے ہیں اس پر صحابہ کرام نے اس دستبرداری کو ناپسند فرمایا۔ سب نے یک زبان ہو کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا "اے ہمارے پیشوا خدا کے لئے مخلوق خدا کو پریشان نہ کرو۔ خلافت کا عہدہ آپ کی گردن میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ڈالا تھا اور یہ فیصلہ انہوں نے سوچ سمجھ کر کیا تھا یہ فیصلہ انہوں نے یونہی بے سوچے سمجھے اندھا دھند نہیں کیا تھا اگر تم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فیصلہ اور حکم سے روگردانی کرو گے تو ان کی روح کو تکلیف پہنچے گی چنانچہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام کی یہ دلیل سنی تو اپنے ارادہ سے رجوع کر لیا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے بارے میں بات چیت

جب ایک خارجی بد بخت نے اچانک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تلوار کے وار سے زخمی کر دیا تو لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پلانے کے لئے شربت پیش کیا، اس پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میرا قاتل کہاں ہے؟ پہلے اس کو پلاؤ پھر مجھے پلانا۔ کیونکہ وہ بھی تو اس واقعہ میں میرے ساتھ تھا۔ چنانچہ لوگوں نے اس بد بخت کمینے خارجی قاتل کو شربت پیش کیا مگر اس نے یہ کہہ کر شربت پینے سے انکار کر دیا کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے۔ اور علی مجھے زہریلا شربت پلا کر مارنا چاہتے ہیں چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا قسم بخدا اگر وہ نالائق یہ شربت پی لیتا تو میں جنت الماویٰ میں بھی اس کے بغیر قدم نہ رکھتا یعنی بہشت میں اس کو اپنے ساتھ لے جاتا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کردار کی عظمت کو دیکھو کہ جس بد بخت نے آپ کو شہید کیا آپ اس منحوس خارجی کے بغیر بہشت میں نہیں جانا چاہتے تھے۔ چونکہ خارجی ازلی بد بخت تھا اس لئے اس نے شربت

پینے سے انکار کر دیا تھا۔ اب اندازہ کیجئے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دشمن پر بھی جب اتنے مشفق تھے تو پھر وہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسی برگزیدہ شخصیت کے ساتھ کس طرح کینہ رکھتے تھے جب حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دشمن کے بھی اتنے ہمدرد تھے تو پھر وہ حضرت صدیق عتیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کس طرح دشمنی رکھتے تھے؟ ساری دنیا میں ایسے دو پیارے اور وفادار دوست نہیں ملیں گے جیسا کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دوسرے کے سچے محبّ اور دوست تھے۔ تم کب تک یونہی کہتے رہو گے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مظلوم تھے؟ اور انہیں خلافت سے محروم کیا گیا۔ حالانکہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ کے شیر ہیں اور سر کا تاج ہیں۔ اللہ کے شیر پر کیسے کوئی ظلم کر سکتا ہے؟ خود سوچو۔

حکایت اسرار حضرت علی رضی اللہ عنہ

حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ ایک دفعہ اپنے صحابہ کرام کے لشکر کے ساتھ کہیں جا رہے تھے کہ ایک مقام پر آپ نے پڑاؤ ڈالا اور فرمایا کہ لشکر کے لئے کنوئیں سے پانی لاؤ۔ ایک آدمی پانی لینے کے لئے گیا مگر جلدی واپس آ گیا اور کہا کہ کنواں خون سے بھرا ہوا ہے، اس میں پانی نہیں ہے بلکہ خون ہی خون ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے باطنی درد عشق کے اسرار کنوئیں سے بتائے ہیں اور کنواں ان اسرار کو برداشت نہیں کر سکا اس لئے وہ خون سے بھر گیا ہے اور اس کا پانی اب پانی نہیں رہا۔

اے مخاطب! تو اپنا زور تعصب میں صرف کر رہا ہے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں ذرا بھر تعصب نہیں تھا اس لئے تمام خاموش رہو، جن کے دل میں اس قدر درد عشق کے اسرار ہوں اس کے دل میں ذرا بھر بھی کینہ نہیں ہو سکتا۔ اے مخاطب!

تو حضرت علی کو اپنے آپ پر قیاس نہ کر کیونکہ وہ حق شناس تھے اس لئے وہ ہمیشہ اللہ پاک کی ذات میں محو رہتے تھے چونکہ وہ ذات الٰہی میں مستغرق رہتے تھے اس لئے وہ تیرے متعصّبانہ خیالات سے بیزار ہیں اگر تیری طرح حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں کینہ ہوتا تو وہ صحابہ کرام سے ضرور جنگ کرتے وہ تجھ سے زیادہ جوانمرد اور بہادر تھے اگر ان پر کسی نے ظلم کیا ہوتا تو وہ ان سے ضرور جنگ کرتے۔ اگر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر نہ تھے تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حق پر ہونے کی وجہ سے ضرور ان سے اپنا حق طلب کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ امہات المومنین میں سے کسی کو بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ دشمنی نہیں تھی۔ بہر حال جب مفسدوں نے جنگ جمل کے موقعہ پر زیادہ شور مچایا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زور اور اپنی طاقت سے مفسدین کے زور کو توڑا ان کی بیخ کنی کی اور انہیں شکست فاش دی، اور اگر انہوں نے عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ جو کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹی تھیں جنگ جمل میں جنگ کی تو پھر وہ خود صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ بھی جنگ کر سکتے تھے۔

اے بیٹے! تو حضرت علی کے مقام اور ان کی عظمت سے ناواقف ہے تم بس عین، لام اور یاء کو علی سمجھتے ہو۔ تم اپنی جان کے عشق میں بیقرار رہتے ہو جبکہ حضرت علی اپنی سینکڑوں جانیں اللہ کی راہ میں قربان کرنا چاہتے تھے۔

حکایت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تمنائے شہادت

صحابہ کرام میں سے اگر کوئی شہید ہو جاتا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غمگین ہو جایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ اس جنگ میں مجھے شہید ہونا چاہیے۔ میں کیوں شہید نہیں ہوا؟ میری نظروں میں میری جان جو ابھی تک اللہ کی راہ میں شہید نہیں

ہوئی بے وزن معلوم ہوتی ہے۔ اس پر حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ فرماتے "اے علیؓ! غمناک نہ ہو اللہ تعالیٰ نے تمہیں دوسرے وقت کے لئے سنبھال رکھا ہے۔

حکایت حضرت بلال رضی اللہ عنہ

ایک موقع پر حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر امیہ بن خلف کافر نے انہیں باندھ کر پیٹا اور ران کے جسم پر سو (۱۰۰) کے قریب ضربوں کے نشان پڑ گئے۔ چونکہ اس وقت حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ امیہ بن خلف کے غلام تھے اور اس لئے انہیں یہ سزا دی گئی تھی کہ یہ مسلمان کیوں ہو گیا ہے؟ الغرض حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم سے خون بہنے لگا مگر پھر بھی وہ اللہ احد اللہ احد (اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے) کہتے رہے۔ اے مخاطب اگر تیرے پاؤں میں اچانک کانٹا بھی چبھ جائے تو تجھے اس وقت محبت اور بغض بھول جاتا ہے (صرف اپنی جان کی پڑ جاتی ہے) لہٰذا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تیرے ہاتھ میں کانٹا چبھا ہوا ہے اور جس کے ہاتھ میں کانٹا چبھا ہوا اگر وہ صحابہ کرام کے بارے میں اس طرح محبت اور بغض میں مبتلا ہو جائے تو وہ صریح غلطی پر ہے اس لئے تم اپنے ہاتھوں سے کانٹا نکالو تاکہ اس تفرقہ بازی سے باز آ جاؤ۔ صحابہ کرام کا مقام بہت بلند تھا اور تو ان میں مین میخ نکال رہا ہے آخر تو کب تک اس حیرانی میں مبتلا رہے گا؟ تیری زبان سے صحابہ کرام کو تکلیف پہنچ رہی ہے حالانکہ وہ بت پرستوں کی زبان سے اب محفوظ ہیں یعنی بت پرست ان کی شان میں گستاخی نہیں کرتے مگر ان کا کام تو نے سنبھال رکھا ہے۔

تم بیکار بحثوں میں پڑ کر ان کی شان میں افراط و تفریط سے کام لے رہے ہو اور یوں اپنے نامہ اعمال کو سیاہ کر رہے ہو اگر تم اپنی زبان کو تھام کر رکھو گے تو نیکیوں میں سبقت لے جاؤ گے۔

حکایت

خواہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے خواہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ہر دو شخصیتیں تحقیق کے سمندر میں غوطہ زن تھے یعنی وہ اہل تحقیق میں سے تھے دیکھو جب حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ غار ثور میں تشریف لے گئے تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے بستر پر سلا گئے چنانچہ حیدر کرار نے حضور رسالتمآب ﷺ پر اپنی جان کو قربان کیا اور بے جھجک آپ کے بستر پر سو گئے۔ یہ قربانی انہوں نے اس لئے دی کہ رسول اللہ ﷺ کو کوئی گزند نہ پہنچائی جاسکے۔ اسی طرح غار ثور میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ کے ساتھ تھے اور اس طرح انہوں نے بھی حضور رسالتمآب ﷺ پر اپنی جان کو قربان کر دیا الغرض دونوں جانبازوں نے رسول اللہ ﷺ کا ساتھ دیا اور دونوں جانفشانی کا حق ادا کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کی پناہ میں آگئے۔ اگر تم حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طرفدار ہو یا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے طرفدار ہو اسی طرح خواہ تمہیں ان سے ہمدردی ہے یا ان سے تو تم بھی اسی طرح جان قربان کرنے کا طریقہ اختیار کر دیا پھر بالکل خاموش ہو جاؤ اور اس جھگڑے میں نہ پڑو۔ تم خواہ مخواہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بحث میں پڑے ہوئے ہو حالانکہ تمہیں نہ تو خدا کی کچھ خبر ہے نہ اپنے عقل کی کچھ خبر ہے اور نہ اپنی جان کی کچھ خبر ہے۔ یعنی نہ تم خدا کو جانتے ہو نہ ہی عقل کا ماشہ رکھتے ہو اور نہ ہی اپنی جان کا کچھ فکر ہے۔ اس لئے تم اس بحث کو سر بمہر رہنے دو اور حضرت بی بی رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا کی طرح رات دن مرد حق بن کر دکھاؤ۔

حکایت حضرت رابعہ عدویہ بصری رحمتہ اللہ علیہا

حضرت رابعہ عدویہ بصریؒ کو عورت نہ سمجھو وہ سو مردوں سے بھی زیادہ مرتبہ رکھتی تھیں وہ سر تاپا عشق الٰہی کے درد میں ڈوبی ہوئی تھیں وہ ہمیشہ فضول بحث سے کنارہ کش ہو کر نور حق میں مستغرق رہتی تھیں۔ ان سے کسی نے پوچھا کہ اے اللہ کی پیاری بندی صحابہ کرامؓ کے بارے میں تیری کیا رائے ہے۔ اس نے جواب دیا کہ میں ابھی اللہ تعالیٰ کے حقوق سے عہدہ برآ نہیں ہوئی مجھے رسول اللہ ﷺ کے یاروں کی کیا خبر ہو سکتی ہے؟ کہ وہ کیسے ہیں؟ اگر اللہ کے عشق کے درد سے مجھے کچھ فرصت ملتی تو پھر میں ایک لمحہ کے لئے صحابہ کرامؓ کے متعلق کچھ سوچتی اور کچھ رائے قائم کرتی۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں کہ اگر آنکھ میں کانٹا چبھ کر ٹوٹ گیا ہو اور آنکھوں سے خون بہ رہا ہو تو پھر بھی اسے اس خون کی خبر بھی نہ ہو بلکہ دوسرے لوگوں سے محبت اور بغض کی بحث میں الجھ جائے۔ یعنی جو خود ایسے درد میں مبتلا ہو اسے دوسرے زن و مرد کے متعلق بغض اور ہمدردی رکھنے کی ہوش بھی نہیں ہوتی۔ میں ابھی اللہ تعالیٰ کو ہی نہیں پہچان سکی لہٰذا اصحابہ کرام کو محض اپنے اٹکل پچو سے کیسے پہچانوں گی؟ حضرت رابعہؒ نے مزید فرمایا کہ اے شخص! تو اس میدان میں نہ خدا ہے اور نہ ہی تو رسول ہے اس لئے اس بحث کو چھوڑو اور تبرا اور تولاّ (دوستی اور دشمنی) سے پاک ہو جاؤ۔ تم ایک مشت بھر خاک ہو اس لئے تمہارا کام صرف یہ ہے کہ تم اللہ کے راستہ کی مٹی بن جاؤ تم مشت خاک ہو اور خاک کی ہی بات کرو کسی کے خلاف کچھ نہ کہو۔

کتاب کا آغاز اور ہدہد سے خطاب

اے ہدہد! مرحبا آپ ہر ایک کو ہدایت کرنے والے ہیں اور در حقیقت ہر وادی کے پیغامبر ہیں، ملک سبا کی سرحد پر بھی آپ خوشی خوشی سیر کرتے ہیں اور حضرت

سلیمان عایہ السلام کے ساتھ بھی پرندوں کی میٹھی میٹھی بولی بولتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے اسرار کو آپ جانتے ہیں۔ اسی وجہ سے از راہ تفاخر آپ کے سر پر تاج ہے۔ شیطان کو قید کر کے جیل خانہ میں بند رکھو تاکہ تم حضرت سلیمان علیہ السلام سے راز کی باتیں کر سکو۔ جب تم نے شیطان کو قید خانہ میں ڈال دیا ہے تو اب حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ شامیانہ میں ہم نشیں ہو جاؤ۔

موسیچہ (مَمولے) سے خطاب

واہ واہ اے موسیچہ! تم حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صفات والے ہو۔ اٹھو اور معرفت کا ترانہ الاپو۔ علم موسیقی جاننے والے نے دل و جان سے انسان کی آواز کو موسیقی سے شناسا کیا۔ تو نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح دور سے آگ دیکھی۔ یقیناً تو کوہ طور کا ممولہ ہے۔ نفسانیت کے فرعون سے دور ہو جاؤ میقات (مقام ملاقات) میں آجاؤ اور طور کے پرندے بن جاؤ۔ ظاہری عقل اور ظاہری کانوں کے بغیر اور بغیر زبان اور بغیر آواز کے باتیں سنو۔

طوطی سے خطاب

مرحبا اے طوبیٰ پر بیٹھنے والی طوطی تو نے آگ کا طوق اور بہشتی لباس پہنا ہوا ہے۔ آگ کا طوق تو دوزخی کے لئے ہوتا ہے اور بہشتی لباس، بہشتیوں اور سخیوں کے لئے ہوتا ہے جو شخص حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح نمرود سے نہیں ڈرتا وہ خوشی خوشی آگ میں جا کر بیٹھ جاتا ہے۔ اے طوطی! نمرود کا سر اسی طرح قلم کر دو جس طرح قلم پر قط لگایا جاتا ہے اور خلیل اللہ کی طرح آگ میں داخل ہو جاؤ۔ جب تم نمرود کے ظلم سے بچ جاؤ گے تو پھر تمہیں آگ کا طوق پہننے سے کیا خطرہ ہے؟

چکور سے خطاب

واہ واہ اے ناز و انداز سے چلنی والی چکور، معرفت کے پہاڑ پر سے ذرا اپنی خراماں چال تو دکھاؤ اور اس راستہ پر ذرا قہقہے تو دکھاؤ اور لوہے کی سندان پر حلقہ لگا کر اللہ کا نعرہ مارو۔ فاقہ اور بھوک سے اپنے جسم کے پہاڑ کو پگھلا دو تاکہ تیرے اس پہاڑ سے حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ بر آمد ہو سکے۔ جب تم جوان ناقہ کو پالو گے تو پھر دودھ اور شہد کی نہر کو جاری ہوتا دیکھ لو گے۔ اگر ہمت ساتھ دے تو اس ناقہ کو چلاتے جاؤ پھر دیکھنا خود حضرت صالح علیہ السلام تیرے استقبال کے لئے آئیں گے۔

شکرہ (باز) سے خطاب

اے تیز و تند آنکھوں والے شکرے کب تک تجھ میں یہ تندی اور غصہ رہے گا ازلی عشق کا نامہ پاؤں پر باندھو اور پھر ابد تک اس نامہ کی گرہ نہ کھولو یعنی "قَالُوا بلیٰ" کے عہد پر پکے رہو اپنے مادر زاد عقل کو دل کے تابع کر دو تاکہ ازل اور ابد کو ایک ساتھ دیکھ سکو۔

اربع عناصر کی طبعی خواہشات کو مردانہ وار مار ڈالو اور وحدت کے غار میں جاگزین ہو جاؤ۔ جب اس غار وحدت میں تمہیں قرار مل جائے گا تو عالم کا شہنشاہ تیرا یار غار بن جائے گا۔

تیتر سے خطاب

واہ واہ اے تیتر تم "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" کے دن کی معراج ہو تمہاری نگاہیں "قَالُوْا بَلٰی" کے سر پر اور "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" کے تاج پر ہیں۔ جب تم نے دل و جان سے عشق کا پیغام "اَلَسْتُ" سن لیا تو پھر نفس کے "بلیٰ" سے نہ ڈرو۔ چونکہ نفس کا "بلیٰ" کہنا

مصیبت اور بلا کا ایک بھنور ہے لہٰذا تمہارا کام اس گرداب میں کیسے بنے گا؟ تو اپنے نفس کو عیسیٰ علیہ السلام کے گدھے کی طرح جلا دے پھر عیسیٰ علیہ السلام کی طرح روح بن جاؤ اور راز کے روح کو روشن کرو یعنی نفس کے گدھے کو جلا کر روح کے پرندے کی پرورش کرو تاکہ روح اللہ تمہیں خوش آمدید کہنے کے لئے آگے آئے۔

بلبل سے خطاب

اے عشق کے باغ کی بلبل مرحبا۔ عشق کے داغ و درد کے ہاتھوں اچھی طرح گریہ زاری کرو۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح دل کے درد کی وجہ سے خوب دل کھو کر رو۔ تاکہ قضا و قدر سے ہر لمحہ تمہیں سینکڑوں جانیں عطا ہوں۔ حلق داؤدی سے رازوں اور معانی کو ظاہر کرو اور اپنے حلق کی آواز سے لوگوں کی راہنمائی کرو۔ تم کب تک اپنے منحوس نفس پر زرہ بکتر پہنے رکھو گے؟ حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح اپنے لوہے کو موم کی طرح پگھلا دو۔ اگر تیرا یہ لوہا موم کی طرح نرم ہو گیا تو پھر تم عشق میں حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح سرگرم ہو جاؤ گے۔

مور سے خطاب

واہ واہ! اے آٹھ دروازوں والے باغ کے مور تم سات سر والے سانپ کے زخم سے جل چکے ہو اس سانپ کی صحبت تیرے خون میں رچ بس گئی ہے جس نے تجھے بہشت عدن سے باہر پھینک دیا ہے تم کو سدرہ اور طوبیٰ تک جانے سے روک دیا گیا تو نے اپنی طبیعت کی خرابی کی وجہ سے اپنے دل کو سیاہ کر ڈالا ہے جب تک تم اس سانپ کو ہلاک نہ کرو گے اس وقت تک تم ان رازوں کے سمجھنے کے قابل نہیں ہو سکو گے جب تم اس خطرناک سانپ سے نجات حاصل کر لو گے تو پھر حضرت آدم علیہ السلام تجھے بہشت میں اپنے ساتھ رکھیں گے۔

تذرو (بٹیر) سے خطاب

اے دور بین تذرو مرحبا اپنے دل کے چشمے کو نور کے دریا میں ڈوبا ہوا دیکھو۔ تم تاریکی کے کنوئیں میں پڑے ہوئے ہو اور خواہ مخواہ الزام اور بدنامی کے حبس میں مبتلا ہو۔ اپنے آپ کو تاریکی کے اس کنوئیں سے باہر نکالو اور اللہ کے عرش کی بلندیوں سے سر کو اٹھاؤ۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح کنوئیں کی قید سے نکل آؤ تاکہ عزت کے مصر میں بادشاہ بن سکو اگر تمہیں یہ مقام حاصل ہو گیا تو حضرت یوسف علیہ السلام تیرے ساتھی اور دوست بن جائیں گے۔

قمری سے خطاب

اے قمری واہ واہ! کہ تو موافق ہمدم بن کر سامنے آئی ہے تمہاری مثال اس سانس کی طرح ہے جو خوشی سے اندر جاتا ہے مگر باہر آتے وقت تنگ ہو کر نکلتا ہے تو نفس کی مچھلی سے پریشان ہے کب تک تو اپنے نفس کی بدخواہی اور دشمنی کو برداشت کرے گی؟ نفس کی اس دشمن مچھلی سے الگ ہو جا اور چاند کی چوٹی پر اپنے ماتھے کو گھسا جب تو نفس کی مچھلی سے نجات پا جائے گی تو پھر بارگاہ خاص میں حضرت یونس علیہ السلام کی ساتھی ہو جائے گی۔

فاختہ سے خطاب

اے فاختہ مرحبا اپنی زبان کھولو اور ترانہ سناؤ تاکہ سات آسمان تم پر گوہر افشانی کریں۔ جب تک تیری گردن میں وفاداری کا طوق پڑا ہوا ہے اس وقت تک تجھے بے وفائی کرنا زیب نہیں دیتا جب تک تیرے وجود کا ایک بال بھی موجود ہو گا میں تمہیں سر تا پا بے وفا ہی کہوں گا۔ اگر اندر آنا چاہتے ہو تو اپنی خودی سے باہر نکل آؤ، یعنی اپنی انا

جہان کے پرندوں کا اکٹھا ہونا اور منطق الطیر کی داستان کا آغاز

جہان کے تمام پرندے خواہ وہ ظاہر تھے یا پوشیدہ اکٹھے ہو گئے اور سب نے کہا کہ زمانے میں اس وقت کوئی ملک بھی بادشاہ سے خالی نہیں ہے مگر ہمارے ملک کا کوئی بادشاہ نہیں ہے اب ہم بھی بادشاہ کے بغیر نہیں رہنا چاہتے لہٰذا ہمیں ایک دوسرے سے تعاون کر کے اور متفقہ رائے سے ایک بادشاہ ڈھونڈ لینا چاہئے اگر کسی ملک میں بادشاہ نہ ہو تو وہاں کے لشکر میں بھی کوئی نظم و نسق اور ترتیب نہیں ہوتی چنانچہ تمام پرندے سر جوڑ کر بیٹھ گئے اور بادشاہ کو تلاش کرنا شروع ہو گئے۔

ہدہد کے مقالات اپنے محامد اور سیمرغ کے اوصاف کے بیان میں

ہدہد جو انتظار میں تھا بے قرار ہو کر آشفتہ دلی کے ساتھ پرندوں کے اجتماع میں آیا وہ طریقت کا لباس زیب تن کئے ہوئے تھا۔ اور اس کے سر پر حقیقت کا تاج تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے عقل کامل عطا کیا ہوا تھا اور وہ ہر نیکی اور برائی سے آگاہ تھا۔ اس نے کہا اے پرندو! میں بیشک و شبہ پیغام رسان بھی ہوں اور غیب کی باتیں بھی بتاتا ہوں، میرے پاس بارگاہ قدس کی خبریں بھی ہیں اور فطرت کے اسرار بھی ہیں۔ جس کی زبان میں اللہ کا نام ہو اس کے لئے بہت سے اسرار کا واقف ہونا بعید از قیاس نہیں ہے۔ میں اپنے ہی غم میں زندگی بسر کر رہا ہوں۔ کسی شخص کو مجھ سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ میں مخلوق خدا سے لاتعلق ہوں اور وہ مجھ سے لاتعلق ہیں۔ مجھے صرف بادشاہ کا غم ہے اور اسی غم میں مشغول رہتا ہوں اس لئے مجھے اس کے لشکر کا کوئی غم نہیں ہے۔ میں اپنے عقل لطیف سے پانی کی طرف رہنمائی کرتا ہوں۔ اور اس کے علاوہ اور بھی بہت سے راز جانتا ہوں۔ میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ ہمکلام ہوتا ہوں اس لئے اس کے تمام لشکر کی نسبت زیادہ عزت اور مقام رکھتا ہوں۔

اس کے ملک سے میرے بغیر اگر کوئی اور غائب ہو جائے تو وہ اس کے متعلق نہ کسی سے استفسار کرتا ہے اور نہ ہی وہ اسے حاضر ہونے کا حکم دیتا ہے لیکن اگر میں اس سے تھوڑی دیر کے لئے غائب ہو جاؤں تو وہ مجھے بلانے کے لئے ادھر ادھر اپنے سپاہیوں کو بھیج دیتا ہے۔ وہ مجھے اپنے آپ سے ایک لمحہ کے لئے بھی دور نہیں کرنا چاہتا۔ لہذا ہد ہد کے لئے یہ ایک بہت بڑا اعزاز ہے۔ میں اس کی ڈاک لے جاتا ہوں اور لے آتا ہوں۔ اور خلوت میں صرف میں ہی اس کا ہمراز ہوں چونکہ بادشاہ ہی پیغمبر کا مطلوب ہے اس لئے پیغمبر کا سر ہی تاج کے لائق ہے مالک جس کا ذکر خیر ہمیشہ کرے دوسرے پرندے اس کے گرد و غبار کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ میں سالہا سال تک خشکیوں اور پانیوں میں پھرتا رہا ہوں اور اس کے راستہ پر چلتا رہا ہوں۔ میں نے کئی وادیوں، کئی پہاڑوں اور کئی بیابانوں کو طے کیا ہوا ہے اور کئی طوفان بھی دیکھے ہیں میں اپنے بادشاہ کو جانتا ہوں میں وہاں تک تمہیں بھی لے جانا چاہتا ہوں۔ اکیلا نہیں جانا چاہتا۔ اگر تم میرے پیچھے چلو گے تو تم بھی اس بادشاہ کے اور اس کی بارگاہ کے ہمراز ہو جاؤ گے۔ اپنے غرور کے لبادہ سے باہر نکل آؤ، کب تک اپنی بے دینی کی شرمساری میں مبتلا رہو گے؟ جس نے بادشاہ کی محبت میں اپنی جان کی بازی لگادی وہ اپنے نفس سے نجات پا گیا اور اپنے محبوب کی راہ پر چل کر وہ ہر اچھائی اور برائی سے آزاد ہو گیا۔ تم اپنی جان سے بے نیاز ہو کر اس کے راستے پر چل پڑو اور چلتے چلتے آخر کار اس کی بارگاہ میں داخل ہو جاؤ بے شک و شبہ ہمارا بادشاہ وہی ہے جو پہاڑ کی اوٹ میں ہے اور اس پہاڑ کا نام کوہ قاف ہے۔ بادشاہ کا نام سیمرغ ہے اور وہ تمام پرندوں کا سلطان ہے وہ ہمارے نزدیک ہے لیکن ہم اس سے بہت دور ہیں۔ ایک بہت ہی بلند درخت پر اس کی آرام گاہ ہے۔ اس کا نام ہر زبان میں نہیں ہے اس پر سینکڑوں ہزاروں بلکہ اس سے بھی زیادہ پردے پڑے ہوئے ہیں۔ کچھ پردے نور کے ہیں اور کچھ ظلمات کے۔ دونوں جہان میں کسی کی

طاقت نہیں ہے کہ وہ اس سے بہرہ ور ہو سکے وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بادشاہ مطلق ہے اور اپنی عزت کے کمال میں مکین ہے جہاں وہ رہتا ہے وہاں تک کوئی راستہ نہیں جا سکتا وہاں تک علم اور عقل کی رسائی بھی نہیں ہے اس کی توصیف ہمارے تخیل سے بالاتر ہے عقل کو وہاں تک ادراک نہیں ہو سکتا۔ لازمی طور پر وہاں جا کر عقل اور شعور بے کار ہو جاتے ہیں اس کی صفات کو بیان کرنے سے آنکھیں بے بصر اور بے خبر ہیں۔ آج تک کسی دانا نے اس کے کمال کو نہیں دیکھا اور کسی صاحب بصیرت نے اس کے جمال کی زیارت نہیں کی۔ اس کے کمالات تک پہنچنے کے لئے مخلوق کو راستہ نہیں ملتا۔ وہاں عقل بھی پیچھے رہ جاتی ہے اور بصیرت بھی راستہ بھول جاتی ہے۔

اس کے جمال اور کمال میں مخلوق کو صرف یہی حصہ ملتا ہے کہ وہ خیال کی دنیا میں ٹامک ٹوئیاں مارتے ہیں۔ ہر خیال کو وہاں تک رسائی حاصل نہیں ہے۔ تم تحت الثریٰ میں پڑے ہوئے ہو۔ چاند کے پاس کس طرح جا سکتے ہو؟ سینکڑوں ہزاروں سر یہاں گیند بنے ہوئے ہیں۔ ہاؤ ہو اور جوش و ولولہ کے سوا یہاں اور کچھ نہیں ہے۔

چونکہ راستہ میں بہت سے دریا اور بہت سی خشک زمینیں آتی ہیں اس لئے یہ سمجھ لینا کہ مختصر راستہ ہے صحیح نہیں ہے بلکہ در حقیقت یہ مختصر راستہ نہیں ہے۔ بلکہ بہت ہی طویل اور لمبا راستہ ہے۔

اس راستہ پر چلنے کے لئے کسی شیر مرد کی ضرورت ہے۔ راستہ بہت ہی لمبا ہے اور درمیان کے دریا بھی بہت گہرے ہیں صرف ایک ہی صورت ہے کہ ہم حیران و سرگرداں ہو کر چلتے رہیں اور اس سفر میں ہنستے ہوئے اور روتے ہوئے چلتے جائیں۔ اگر کہیں اس کا نشان مل جائے فہو المراد ورنہ تو اس کے بغیر زندہ رہنا باعث شرم بات ہے محبوب کے بغیر یہ جان کسی کام کی نہیں ہے۔ اگر تو مرد ہے تو اپنی جان کو محبوب پر قربان کر دے۔ اس راستہ پر چلنے کے لئے سراسر جوانمردی کی ضرورت ہے اور اس

درگاہ پر جان چھڑک دینا ہی اصل مقصود ہے -- بلکہ جوان مردوں کی طرح جان سے ہاتھ دھو لینے چاہئیں تب جا کر تم اپنے آپ کو کام کا آدمی کہہ سکتے ہو، محبوب کے بغیر جان کی کوئی قیمت ہی نہیں ہے جوان مردوں کی طرح اپنی پیاری جان کو اس پر قربان کر دو جب تم جوانمردوں کی طرح اپنی جان کو اس پر چھڑک دو گے تو محبوب بھی تم پر قربان ہو جائے گا۔ اگر تم اپنے دلنواز محبوب پر اپنی جان کو قربان کر دو گے تو ہزاروں جانیں تمہیں مل جائیں گی۔

تمثیلی صورت میں سیمرغ کی خبر کے افشا ہونے کی ابتداء

سیمرغ کی ابتدائے کار کچھ یوں ہے کہ وہ آدھی رات کے وقت چین پر سے جلوہ گر ہو کر گزرا۔ اس کا ایک "پر" چین کے درمیان گر پڑا۔ جس سے ہر ملک میں جوش و خروش پیدا ہو گیا۔ ہر ایک آدمی نے اس "پر" سے نقش و نگار حاصل کئے پھر جس نے بھی اس نقش و نگار کو دیکھا وہ ہنر مند ہو گیا یہ "پر" اب بھی چین کے نگار خانہ میں موجود ہے۔ اسی لئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ بِالصِّيْنِ" (علم حاصل کرو خواہ چین میں ہی ہو)۔

اگر اس کے "پر" کا نقش و نگار یعنی عکس ظاہر نہ ہوتا تو جہان میں موجود چہل پہل اور رونق بھی نہ ہوتی۔ تمام صنعتوں کے اثرات اسی "پر" کی خوبصورتی کی وجہ سے ہی ہیں اور اسی "پر" کے عکس سے ہی تمام جانوں کا وجود باقی ہے۔ چونکہ سیمرغ کی وصف کا مکمل خاکہ آج تک ظاہر نہیں ہوا اس لئے اس راز کو اس سے زیادہ بتانے کی اجازت نہیں ہے۔

تم میں سے جو بھی اس کے راستے کا مرد ہے اسے اس کے راستہ پر چل پڑنا چاہئے اور میدان میں آ جانا چاہئے۔ بہر حال اس کے بعد تمام پرندے اس بادشاہ کی عزت و

تو قیر دیکھنے کے لئے بے قرار ہو گئے اس کے دیدار کی شوق نے ان کی روح میں تاثیر پیدا کی اور ہر ایک نے بہت ہی بے صبری کا مظاہرہ کیا چنانچہ تمام پرندوں نے اس راستہ پر چلنے کا پکا ارادہ کر لیا وہ سیمرغ کو دیکھنے کے عاشق اور اپنی جان کے دشمن ہو گئے لیکن چونکہ راستہ بہت لمبا تھا اس لئے چل چل کر سب بیمار ہو گئے اگرچہ وہ اس راستہ پر چلنے کا شوق دل میں رکھتے تھے مگر ان میں سے ہر ایک عذر پیش کرنے لگا۔ بہر حال حقیقت تو یہ ہے کہ تم پہلے اپنی جان کو جلا دو اور دل کے پرندے کا شوق پورا کرو تب اللہ پاک تمہیں حقیقی خوشی سے ہمکنار کرے گا۔

بلبل کا عذر بیان کرنا

عاشق بلبل مست مست ہو کر آئی اور عشق کے کمال سے نہ وہ ہست تھی نہ ہی وہ نیست تھی۔ یعنی نہ زندہ تھی نہ مردہ تھی۔ اس کی ہر آواز کے اندر کوئی معنی پوشیدہ تھا اور ہر معنی کے اندر رازوں کا ایک جہان تھا۔ یعنی ہر معنے میں بہت سے راز پوشیدہ تھے۔ بلبل معانی کے اسرار سے لطف اندوز ہو کر نعرے لگا رہی تھی اس کی بات سننے کے لئے دوسرے تمام پرندے خاموش ہو گئے تھے۔ چنانچہ اُس نے کہا کہ عشق کے راز مجھ پر ختم ہو گئے ہیں۔ میں تمام رات عشق کی گردان کرتی رہتی ہوں۔ کوئی ایک بھی حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح عاشق زار نہیں ہے جسے میں عشق کی زبور کے ترانے زار و قطار ہو کر سنا سکوں۔

بانسری کے اندر گریہ وزاری کی آواز میری باتوں کی وجہ سے ہی ہے اور سارنگی میں بھی میرا عاجزانہ نالہ ہے باغوں میں رونق اور جوش و خروش میری وجہ سے ہی ہے اور عاشقوں کے دل میں میری وجہ سے ہی جوش و خروش ہے۔ میں ہر گھڑی راز کی باتیں کرتی ہوں اور ہر لحہ نئی سے نئی آواز نکالتی ہوں۔ جب مجھ پر عشق زور کرتا ہے تو میری جان دریا کی طرح جوش میں آجاتی ہے جس نے بھی میرا جوش دیکھ لیا وہ اپنے

آپ میں نہ رہا یعنی بیخود ہو گیا خواہ وہ کتنا ہی ہوشیار اور عقل مند کیوں نہ ہو مست ہو جاتا ہے۔ چونکہ کافی سالوں سے مجھے کوئی محرم راز نظر نہیں آیا اس لئے میں اب خاموش ہوتی ہوں اور کسی سے اپنا راز نہیں کہتی۔ جب میرا محبوب موسم بہار میں اپنی کستوری کی خوشبو سے تمام جہان کو خوشبودار کرتا ہے تو اس وقت وہ ایک لمحہ کے لئے بھی میری دلداری نہیں کرتا۔ میں اس کے دیدار کے بغیر اپنی مشکلات کو کیسے حل کروں؟ جب میرا محبوب میری نظروں سے اوجھل ہو جاتا ہے تو میں پریشان بلبل بھی چہچہانا بند کر دیتی ہوں کیونکہ میرے راز کو اور کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا۔ بلبل کے راز تو صرف پھول ہی جانتا ہے۔

میں پھول کے عشق میں اس طرح محو اور مستغرق ہوں کہ میں اپنے وجود سے قطعی طور پر بے خبر ہوں یعنی مجھے اپنے آپ کی بھی کوئی ہوش نہیں ہے۔ میرے دماغ میں پھول کا ہی عشق سمایا ہوا ہے اور بس کیونکہ میرا مطلب صرف نازک گلاب ہی ہے اور بس بلبل بیچاری سیمرغ کے سے محبت کی طاقت نہیں رکھتی اس لئے بلبل کے لئے صرف پھول کا عشق ہی کافی ہے جب پھول کی سینکڑوں پتیاں ہی میرا محبوب ہیں تو پھر ان پتیوں کے بغیر میرا گزارا کیسے ہو سکتا ہے؟ پھول جب کھلتا ہے تو مجھے دیکھ کر خوش ہو جاتا ہے اور ہنستا ہے جب پھول پردہ سے نکل کر باہر آتا ہے تو مجھے دیکھ کر ہنستا ہے لہٰذا بلبل ایسے ہنسنے والے لبوں کے بغیر ایک رات بھی گزارہ نہیں کر سکتی۔

ہدہد کا بلبل کو جواب دینا

ہدہد نے اسے کہا کہ اے بلبل تو صرف صورت کی عاشق ہے۔ خوبصورتی کے عشق پر زیادہ ناز نہ کرو۔ پھول کے چہرے کے عشق نے تمہیں بہت سے کانٹے چبھوئے ہیں۔ اس کا عشق تم پر غالب آ گیا ہے اور تو اب بیکار ہو گئی ہے پھول اگرچہ بہت ہی حسن والا ہوتا ہے لیکن اس کا حسن صرف ایک ہفتہ میں ہی زوال پذیر ہو جاتا ہے اور

جس چیز کا عشق زوال پذیر ہو کامل مردوں کو اس سے تکلیف ہوتی ہے۔ پھول کی ہنسی اگر تجھے پسند ہے تو پھر تو کیوں اس کے عشق میں نالہ وزاری کرتی رہتی ہے؟ پھول کو چھوڑو کیونکہ پھول ہر بہار کے موسم میں تیری ہنسی اڑاتا ہے وہ تجھ کو دیکھ کر خوش نہیں ہوتا، کچھ تو شرم کرو، اگر تجھ میں شرم اور غیرت ہوتی تو تم پھول کے چہرے کو غصے بھری نظروں سے ہی دیکھتی لیکن جو تیری طرح بے شرم ہو اسے کیسے شرم آئے؟

تمثیل کی صورت میں حکایت

ایک بادشاہ کی چاند کی طرح خوبصورت بیٹی تھی ایک جہان اس پر عاشق تھا اس کی آنکھوں سے ایک فتنہ برپا رہتا تھا کیونکہ اس کی نیم خواب آنکھیں مست اور نشیلی تھیں۔ اس کے رخسار مشک کافور کی طرح سفید تھے۔ اور اس کی زلفیں کستوری جیسی تھیں۔ آبدار موتی بھی اس کے لبوں کے پیاسے تھے۔ اگر اس کا حسن و جمال ذرہ بھی ظاہر ہوتا تو عقل بیچارہ وارفتہ ہو جاتا۔ اگر شکر اس کے لبوں کا ذائقہ چکھ لیتی تو شرمندگی سے پژمردہ ہو جاتی اور پگھل کر پانی پانی ہو جاتی۔ اتفاقاً ایک غریب درویش کہیں جا رہا تھا کہ اچانک اس کی نظر اس چودھویں کے چاند پر پڑ گئی۔ اس غریب کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا۔ ایک نانبائی اسے غریب سمجھ کر روزانہ فی سبیل اللہ ایک روٹی دے دیا کرتا تھا۔ جب اس درویش کی نظر اس چاند پر پڑی تو روٹی کا ٹکڑا اس کے ہاتھ سے گر پڑا وہ لڑکی شعلہ بن کر اس کے آگے سے گزری اس درویش کو دیکھ کر اسے ہنسی آ گئی اور وہ ہنستی ہوئی آگے نکل گئی۔

بقول شاعر:

تضحیک والتفات میں رہنے دے امتیاز
یوں مسکرانہ دیکھ کے، ہاں مسکرا کے دیکھ!

الغرض جب اس گداگر نے اس لڑکی کی ہنسی کو دیکھا تو وہ زمین پر گر پڑا اور اپنے ہی خون میں لت پت ہو گیا اور اس کا عشق زار بن گیا اس بیچارے کے پاس روٹی بھی آدھی تھی اور وہ ویسے بھی کمزوری کی وجہ سے آدھی جان رکھتا تھا مگر اس لڑکی کو دیکھ کر اس کے ہاتھوں سے وہ آدھی روٹی بھی نکل گئی اور اسی طرح اب اس کی آدھی جان بھی اس کے پاس نہ رہی تھی۔

نہ اسے رات کو قرار تھا نہ دن کو چین لیکن اب اسے اندرونی جلن اور گریہ وزاری سے واسطہ پڑ گیا وہ اس معشوق کی ہنسی کو یاد کرتا اور بہار کے بادل کی طرح روتا۔ القصہ سات سال تک وہ اسی طرح پریشان رہا وہ رات کو اس لڑکی کی گلی کے کتوں کے ساتھ سوتا تھا آخر لڑکی کے نوکروں کو اور خادموں کو پتہ چل گیا اور وہ اس درویش کی حالت کو دیکھ کر تعجب کرنے لگے۔ چنانچہ ان ظالموں نے مل کر فیصلہ کیا کہ اس درویش کو قتل کر کے اس کا سر گردن سے اس طرح اتار دیا جائے جس طرح شمع کا گل اتار دیا جاتا ہے۔ ادھر لڑکی کو پتہ چلا اس نے پوشیدہ طور پر اس درویش کو بلایا اور کہا کہ تم جیسے گداگر میرا جوڑ نہیں بن سکتے یہ لوگ تمہیں قتل کرنا چاہتے ہیں لہٰذا تم فوراً بھاگ جاؤ اور یہاں سے چلے جاؤ اور آئندہ میرے دروازہ پر اور میری گلی میں نہ بیٹھا کرو۔ اس گداگر نے جواب دیا کہ میں نے اس دن ہی اپنی جان سے ہاتھ دھو لئے تھے جس دن سے میں تیرا عاشق ہوا تھا۔ مجھ جیسے بیقرار عاشق کی سینکڑوں جانیں بھی ہوں تو میں انہیں آپ پر قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اس نے مزید کہا کہ جب یہ لوگ مجھے بے گناہ قتل کرنا چاہتے ہیں تو کم از کم مہربانی کر کے تو میرے ایک سوال کا جواب تو دے دے۔ یعنی پہلے دن تو مجھے دیکھ کر کیوں ہنسی تھی اور اپنے عشق کی تلوار سے مجھے کیوں قتل کیا تھا؟ لڑکی نے جواب دیا کہ جب میں نے تمہیں دیکھا کہ ایک گداگر مفلس آدمی ہے اور مجھ سے عشق کرنے لگا ہے تو تمہاری اس حرکت کو دیکھ کر مجھے ہنسی آگئی کہ "یہ منہ اور

مسور کی دال" میں نے تو تیری ہنسی اڑائی تھی، مجھے تیرا حسن تو پسند نہیں آیا تھا بلکہ میں نے ہنس کر تیرا مذاق اڑایا تھا۔ لڑکی یہ کہہ کر اس کے سامنے سے ہوا کی طرح اڑ کر چلی گئی۔

طوطی کا عذر پیش کرنا

پھر طوطی شکر سے بھرے ہوئے منہ (میٹھے منہ) کے ساتھ آیا اس نے سبز مائل بزردی رنگ کا فستقی لباس پہنا ہوا تھا اور سنہری طوق اس کے گلے میں تھا۔ اس کی شان وشوکت کو دیکھ کر باز بھی مچھر معلوم ہوتا تھا۔ اس کی وجہ سے ہر جگہ سبزہ ہی سبزہ نظر آتا تھا۔ بات کرتے وقت اس کے منہ سے شکر ٹپکتی تھی اور وہ بھی شکر کھانے کے لئے صبح سویرے اٹھ کر آجاتا تھا۔ اس نے کہا کہ ہر پتھر دل اور عام آدمی بھی مجھ جیسے عمدہ پرندے کو لوہے کے پنجرے میں رکھتا ہے چنانچہ مجھے اس لوہے کے قید خانے میں رہنا پڑتا ہے۔ میں آب خضر یعنی آب حیات کی آرزو میں پگھلتا رہتا ہوں۔ چونکہ میں پرندوں کا خضر ہوں اس لئے سبز پوش ہوں۔ شاید کبھی آب خضر یعنی آب حیات بھی میری قسمت میں ہو اور میں اسے نوش کرسکوں میں سیمرغ کے پر تک پہنچنے کی تاب نہیں رکھتا مجھے آب خضر یعنی آب حیات کے چشمہ کا ایک قطرہ ہی مل جائے تو میرے لئے وہی کافی ہے میں ایک سودائی اور دیوانے کی طرح ہمیشہ آوارہ گردی کرتا رہتا ہوں اور ہرجائی کی طرح ہر جگہ جا پہنچتا ہوں۔ چونکہ میری علامت آب حیات سے تعلق رکھتی ہے اس لئے غلامی اور بندگی ہی میرے لئے سلطنت کے برابر ہے۔

ہدہد کا طوطی کو جواب دینا

ہدہد نے اسے کہا کہ تجھے سعادت مندی اور اقبال مندی کا پتہ ہی نہیں ہے۔ جو اپنی جان کو قربان نہ کرے وہ مرد ہی نہیں ہوتا یہ جان اسی لئے تو کام کی چیز ہے کہ کسی دن اسے یار پر قربان کر دیا جائے۔ ادھر تو تم آب حیات چاہتے ہو اور ادھر اپنی جان کو بھی

عزیز سمجھتے ہو جاؤ تم بے مغز ہو۔ اور صرف چھلکا ہی چھلکا ہو۔ جب تم اپنی جان کو محبوب پر قربان کرنا چاہتے ہو تو پھر مردوں کی طرح اپنی جان کو اس پر قربان کر دو اگرچہ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام نے آب حیات کے حصول کے لئے بہت تکلیفیں اٹھائی تھیں مگر آب حیات اس کی قسمت میں نہ تھا اس لئے وہ آب حیات کی حسرت دل میں ہی لے کر وفات پاگئے۔ اگر تم میرے نقش قدم پر چلنا چاہتے ہو تو اسی راستہ میں اپنی جان کی قربانی دینا ہوگی۔ دنیاوی حرص و ہوا اور نفسانی خواہشات کو خیر باد کہو تاکہ تم کسی کے ہاتھوں ذلیل اور خوار نہ ہو سکو اگر تمہیں اس مقصد کے حصول کا شوق نہیں ہے تو پھر جاؤ اپنی راہ لو۔ تم جیسا اور کوئی عاجز بھی نہیں ہے۔ جاؤ تمہاری زندگی بیکار کاموں میں صرف ہو گئی ہے۔

حکایت ایک شاگرد کا استاد سے سوال کرنا

ایک شاگرد نے اپنے استاد سے پوچھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو بہشت سے کیوں نکلنا پڑا۔ استاد نے جواب دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام عالی گہر شخصیت تھے جب انہوں نے بہشت سے باہر جھانک کر دیکھا تو غیب سے آواز آئی کہ بہشت تیرے لئے ہر طرف سے بند کر دی گئی ہے اور جو آدمی دونوں جہان میں ہمارے بغیر کسی اور چیز کو دیکھنے کی کوشش کرتا ہے ہم اس پر زوال لے کر آتے ہیں۔ تمہیں محبوب حقیقی کے علاوہ کسی اور کی تمنا نہیں کرنی چاہئے۔ اس محبوب حقیقی کے سامنے ایک جان کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے سینکڑوں جانیں بھی اس کے سامنے ہیچ ہیں۔ کیونکہ محبوب حقیقی کے بغیر جان کسی کام کی نہیں ہوتی۔ جو شخص محبوب حقیقی کے علاوہ کسی اور کو اپنی زندگی سمجھتا ہے تو اگر وہ حضرت آدم علیہ السلام بھی ہوں تو انہیں بھی جنت سے نکال دیا جاتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ بہشتیوں کو سب سے پہلے جگر کے کباب

اس کا خون آنکھوں سے جوش مار رہا تھا۔ کبھی وہ کمربند اور تلوار کے ساتھ اڑتی تھی اور کبھی اپنے سر کی تلوار کے سامنے بل کھاتی تھی (کبک کی چونچ کو تلوار کے ساتھ اور اس کی کمر کو کمربند کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے)

اس نے کہا "میں ہمیشہ کان میں رہتی ہوں اور اکثر موتیوں کے اوپر گشت کرتی رہتی ہوں۔ میں ہمیشہ پہاڑوں میں اور دامان کوہ میں رہتی ہوں تاکہ موتیوں کی رکھوالی کے لئے ایک سپاہی بن کر رہوں۔ گوہر کے عشق نے میرے دل میں آگ بھڑکا رکھی ہے اور میرے لئے یہی آگ ہی کافی ہے۔ اس آگ کی گرمی جب باہر نکلتی ہے تو میرے پیٹ میں سنگریزہ خون ہو جاتا ہے۔ آتش کی یہ تاثیر قابل دید ہے کہ اس نے بلاتاخیر پتھر کو بھی خون کر دیا ہے۔ میری زندگی پتھر اور آگ کے درمیان گزر رہی ہے اور میں ہر کام کاج سے معطل ہو کر پریشان رہتی ہوں۔ میں گرمی میں بھی سنگریزے کھاتی ہوں۔ میرا دل آگ سے بھرا رہتا ہے اور میں پتھر کے اوپر سوتی ہوں۔ میرے دوستو! آنکھیں کھول کر میری خوراک اور میری نیند کو دیکھو جو پتھر پر سوتا ہو اور پتھر ہی کھاتا ہو۔ اس سے کیوں لڑتے ہو؟ تمہاری جنگ کا کوئی فائدہ نہیں۔ میرا دل اسی پریشانی میں سینکڑوں غم کی وجہ سے خستہ ہو چکا ہے کیونکہ گوہر کے عشق نے مجھے پہاڑوں پر رہنے کا عادی بنا دیا ہے جو کوئی گوہر کے علاوہ کسی اور چیز کو دوست رکھے گا وہ چیز عنقریب اس کے ہاتھوں سے نکل جائے گی گوہروں کی دنیا جاودانی نظام رکھتی ہے اور اس کا تعلق ہمیشہ پہاڑ سے وابستہ ہوتا ہے۔ میں پہاڑ کی آب و تاب ہوں اور مرد گوہر ہوں اسی لئے میں تلوار اور کمربند کے بغیر ایک لحظہ بھی نہیں رہ سکتی۔ میری تلوار (چونچ) میں ہمیشہ گوہر ہوتا ہے اسی لئے میں ہمیشہ اس تیغ (چونچ) کے لئے گوہر کی تلاش میں رہتی ہوں۔ اس گوہر سے اور کوئی اچھا گوہر میں نے نہیں دیکھا اور نہ ہی اس گوہر سے زیادہ آبدار موتی میں نے دیکھا ہے چونکہ سیمرغ کا راستہ بڑا مشکل ہے اس لئے

ہدہد کا بطخ کو جواب دینا

ہدہد نے اسے کہا "اے پانی میں خوش رہنے والی! یہ پانی تو تیری جان کے اردگرد آگ کی مانند بنا ہوا ہے۔ خوشگوار پانی کے اندر تو خواب غفلت کا شکار ہو چکی ہے۔ پانی کے قطرے کے بغیر تیری ساری آب و تاب ختم ہو جاتی ہے۔ پانی تو میلے اور ناشستہ چہرے کے لئے ہوتا ہے اگر تیرا چہرہ گندا ہو تو پھر پانی کی جستجو کرو آخر کب تک یہ صاف پانی تجھے دستیاب رہے گا اور کب تک تیرا میلا چہرہ دیکھنے کے قابل ہو گا؟

حکایت کسی شخص کا ایک دیوانہ سے سوال کرنا

کسی آدمی نے ایک دیوانے سے سوال کیا کہ ان دونوں جہانوں کی کیا حقیقت ہے۔ دیوانے نے اسے جواب دیا کہ دونوں جہان باوجود اتنی بلندیوں اور پستیوں کے پانی کا ایک قطرہ ہیں۔ نہ ان کا ہست میں شمار ہوتا ہے اور نہ نیست میں۔ یعنی نہ انہیں موجود کہا جا سکتا ہے اور نہ معدوم۔ سب سے پہلے یہ ایک قطرۂ آب سے ہی ظاہر ہوئے۔ یعنی اتنے نقش و نگار کے باوجود ان کی حقیقت پانی کا ایک قطرہ ہی تو ہے۔ جس عمارت کی بنیاد پانی پر رکھی گئی ہو خواہ وہ عمارت لوہے کی بھی ہو آخر کار خراب اور برباد ہو جائے گی۔ کوئی چیز لوہے سے سخت نہیں ہوتی اس کا انجام بھی پانی میں فنا ہی ہوتا ہے ذرا غور تو کرو لہٰذا پانی پر کھڑی کی گئی عمارت محض خواب و خیال ہی ہوتی ہے۔ جب خود پانی پائیدار نہیں ہوتا تو عمارت پانی پر کھڑی کی جائے گی اس کا کیا حشر ہو گا؟

کبک کا عذر پیش کرنا

پھر کبک (چکور) خراماں خراماں آن پہنچی اور موتیوں کی کان سے جھومتی ہوئی اور نخرے کرتی ہوئی آئی اس کی چونچ سرخ تھی اور وہ خود بھی سرخ لباس پہنے ہوئے تھی۔

کھلائے جائیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ چونکہ اہل جنت بھی اہل راز نہیں ہونگے اس لئے وہ وہاں بھی جگر کا خون ہی پئیں گے۔

بطخ کا عذر پیش کرنا

بطخ بڑی پاک صاف ہو کر اور نہا دھو کر پانی سے باہر آئی اور سفید کپڑے پہن کر انجمن میں آئی اس نے کہا کیا دونوں جہان میں کوئی ایسی شخصیت بتا سکتے ہو جو میری طرح پاکیزہ طبیعت والی اور پاک و صاف سج دھج والی ہو؟ میں ہر لمحہ ٹھیک ٹھاک اچھی طرح غسل کرتی ہوں اور بارہا پانی پر مصلیٰ بچھاتی ہوں میری طرح اور کون پانی پر کھڑا ہو سکتا ہے؟ میری کرامات میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ میں تمام پرندوں میں بڑی زاہدہ ہوں میرا فکر و تخیل بھی پاک ہے میرے کپڑے بھی ہمیشہ پاک و صاف ہوتے ہیں اور میری جائے نماز بھی پاک ہوتی ہے۔ مجھے پانی کے بغیر اور کہیں آرام نہیں ملتا۔ کیونکہ میری جائے پیدائش ہی پانی میں ہے اگرچہ میرے دل میں غم والم کا ایک جہان پوشیدہ ہے مگر میں نے اس غم کو دھو ڈالا ہے کیونکہ پانی ہمیشہ میرا ساتھی ہوتا ہے اس لئے میں خشکی میں گزارا نہیں کر سکتی اور چونکہ میرا تمام کاروبار پانی سے ہی وابستہ ہے اس لئے میں پانی سے کنارہ نہیں کر سکتی جو چیز بھی دنیا میں ہے وہ سب پانی سے ہی زندہ ہے اس لئے میں پانی سے قطع تعلق نہیں کر سکتی۔ اندریں حالات میں وادیٔ معرفت کیسے طے کر سکتی ہوں؟ اور سیمرغ کے ساتھ کس طرح پرواز کر سکتی ہوں؟ جو ہمیشہ پانی کے ایک چشمے یا حوض میں رہنے کا محتاج ہو وہ سیمرغ تک کیسے پہنچ سکتا ہے؟ اور اس سے کیسے اپنا مقصد حاصل کر سکتا ہے؟ اور جس کی جان آگ کی ایک چنگاری سے جل جاتی ہو وہ آگ کے سمندر میں کیسے گزر سکتا ہے؟

میرا پاؤں ہمیشہ پتھر اور موتی کی محبت کی وجہ سے دلدل میں پھنسا رہتا ہے۔ میں مضبوط دل والے سیمرغ تک کیسے پہنچ سکتی ہو؟ میرا ہاتھ سر پر ہوتا ہے اور میرے پاؤں دلدل میں پھنسے ہوتے ہیں اس لئے میں سیمرغ تک کیسے پہنچ سکتی ہوں؟ میں پتھر سے اپنا سر نہیں اٹھا سکتی یا تو میں مر جاؤں گی یا موتی حاصل کر لوں گی۔ مجھے تو موتی کی ہی ضرورت ہے اور موتی کے بغیر آدمی کسی کام کا نہیں ہوتا۔"

ہدہد کا کبک (چکور) کو جواب دینا

ہدہد نے کبک سے کہا کہ اے گوہر کی طرح بہت سے رنگوں والی چکور! تو کب تک لنگڑی بنی رہے گی اور کب تک عذر لنگ پیش کرتی رہے گی۔ تیری چونچ جگر کے خون سے بھری ہوئی ہے تیرے پاس گوہر نہیں ہے بلکہ تو صرف اور صرف پتھر کی شیدائی بنی ہوئی ہے گوہر کی حقیقت کیا ہے؟ سنو! گوہر ایک رنگ کیا ہوا پتھر ہی تو ہے اور تو پتھر کے عشق میں آہنی دل والی (سنگ دل) بنی ہوئی ہے اگر گوہر پر رنگ نہ ہوتا تو وہ ایک عام پتھر ہوتا اور جو بھی رنگ کا شوقین ہوتا ہے وہ بے وزن (کم عقل) ہوتا ہے۔ سمجھدار اور عقل مند آدمی رنگ کا طلبگار نہیں ہوتا۔ جوہر شناس انسان پتھر کا خواہش مند نہیں ہوتا۔ اگر تم اسی طرح پتھر اور گوہر کی محبت میں گرفتار رہے تو تم کبھی ان چیزوں کی محبت سے نکل نہیں سکو گے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کی حکایت

کسی گوہر کو وہ عزت نہیں ملی جتنی اس گوہر کو ملی جو حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی میں جڑا ہوا تھا۔ اس گوہر کو اللہ تعالیٰ نے بہت زیادہ عزت و ناموس عطا فرمائی تھی حالانکہ اس کا وزن اڑھائی ماشہ کا تھا جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس گوہر کو

اپنی انگوٹھی کا نگینہ بنایا تو تمام روئے زمین پر اس کی حکومت ہو گئی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی وسیع و عریض حکومت کو دیکھا کہ تمام زمانہ اس کا فرمانبردار ہو گیا ہے چالیس میل تک ان کا شاہی خیمہ نصب ہوتا تھا۔ ہوا بھی ان کی حکم بردار تھی اور ان کے تخت کو اڑاتی تھی۔ اگرچہ ان کا خیمہ شاہی چالیس میل تک نصب ہوتا تھا مگر یہ ساری عزت اور تاثیر اڑھائی ماشہ پتھر کی تھی۔ انہوں نے سوچا کہ اتنی بڑی حکومت صرف معمولی وزن کے پتھر کی وجہ سے ہے تو انہوں نے کہا "اے اللہ! دنیا اور دین میں کوئی بھی ایسا بادشاہ نہیں ہونا چاہئے اے باری تعالیٰ! میں یقین اور اعتبار کی آنکھ سے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ حکومت ایک مصیبت سے کم نہیں ہے حالانکہ عالم عقبیٰ کے مقابلہ میں اس دنیا کی کوئی حیثیت نہیں ہے لہٰذا میرے بعد کسی اور کو روئے زمین کی حکومت نہ دینا اور کسی کو اتنے بڑے امتحان میں نہ ڈالنا مجھے لاؤ لشکر اور حکومت سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ اس لئے زنبیل بننے کا پیشہ اختیار کرتا ہوں۔" اگرچہ اس گوہر کی تاثیر سے حضرت سلیمان علیہ السلام بادشاہ ہو گئے تھے مگر دراصل بارگاہ ایزدی تک پہنچنے میں وہ ایک رکاوٹ بنا ہوا تھا۔ اسی لئے حضرت سلیمان علیہ السلام دوسرے انبیاء سے پانچ سو سال بعد میں بہشت کے اندر داخل ہو نگے۔ جب اس گوہر نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے ساتھ یہ سلوک کیا تو پھر اے مخاطب! تم جیسے پریشان حال کے ساتھ کیا کچھ نہ کرے گا؟ بہر حال گوہر بھی تو ایک پتھر ہوتا ہے لہٰذا اس کے حصول کے لئے اس قدر کان کنی یعنی محنت نہ کرو اگر جان کنی اور محنت کرنی ہے تو صرف اور صرف محبوب حقیقی کا چہرہ دیکھنے کے لئے ہی کرو۔

اے گوہر طلب کرنے والے! اپنے دل سے گوہر کی محبت کو نکال دو۔ اور محبوب حقیقی کے دیدار کے گوہر کا طلب کرنے والا بن جا۔

ہما کا عذر پیش کرنا

پھر سب کے سامنے سایہ بخشنے والا ہما آیا۔ جس کا سایہ بادشاہوں کے لئے سرمایہ بخش ہوتا ہے ہما اس لئے مبارک اور برکت والا پرندہ ہوتا ہے کہ وہ دوسرے تمام پرندوں سے بلند ہمت ہوتا ہے اس کی ہمت قابل داد ہے۔ ہما نے بحر و بر کے تمام پرندوں سے کہا کہ میں دوسرے پرندوں کی طرح عام پرندہ نہیں ہوں میری بلند ہمتی بڑی مفید اور کار آمد چیز ہے اسی لئے میں تمام مخلوق خدا سے الگ تھلگ رہتا ہوں میرا مقام بادشاہوں کا ہاتھ ہے اور دنیا جہان میں میرا یہ مقام میرے لئے کافی ہے۔ میں اپنے کتے نفس کو ہمیشہ ذلیل و خوار رکھتا ہوں اس لئے مجھ سے افریدوں اور جمشید بادشاہ نے عزت حاصل کی۔ تمام بادشاہ میرے سایہ کے پروردہ ہیں ہر گداگر طبیعت کا آدمی میرا خواہشمند نہیں ہوتا۔ میں اپنے کتے نفس کو صرف ہڈیاں ہی دیتا ہوں۔ اور اپنے روح کو اس کتے سے بچائے رکھتا ہوں۔ چونکہ میں اپنے نفس کو ہمیشہ ہڈیاں ہی دیتا ہوں اس لئے میری روح کو اتنا بلند مقام ملا ہوا ہے۔ جس پرندے کے پر کے سایہ سے بادشاہی مل جاتی ہو اس کی شان و شوکت سے بادشاہ کس طرح روگردانی کر سکتے ہیں؟ اسی لئے وہ چاہتے ہیں کہ اس پرندے کا کچھ سایہ انہیں مل جائے۔ اور اس طریق سے انہیں بھی بادشاہی حاصل ہو جائے۔

لٰہذا بلند و بالا سیمرغ کس طرح میرا یار بن سکتا ہے؟ میرا یہی کام کافی ہے کہ میں بادشاہ بنانے کی علامت ہوں۔

ہد ہد کا ہما کو جواب دینا

ہد ہد نے ہما کو کہا "تم غرور اور تکبر میں جکڑے ہوئے ہو اپنے سائے کو سمیٹ لو اور اپنا مذاق نہ اڑاؤ اس وقت تجھ میں بادشاہ بنانے کی کوئی علامت نہیں ہے۔ بلکہ تم اس وقت کتے کی مانند ہڈی سے چمٹے ہوئے ہو کاش تو بادشاہوں کو تخت پر نہ بٹھاتا بلکہ اپنے

آپ کو ہڈی سے دور رکھتا میں مانتا ہوں کہ اس وقت جہان کے تمام بادشاہ تیرا سایہ پڑنے سے بادشاہ بن جاتے ہیں لیکن کل بروز محشر وہ سب اسی بادشاہی کی وجہ سے ایک لمبے عرصہ تک مصیبت میں گرفتار ہوں گے۔ اگر کوئی بادشاہ اس دنیا میں تیرا سایہ نہ دیکھتا تو وہ کل بروز قیامت مصیبت میں گرفتار نہ ہوتا۔

حکایت سلطان محمود غزنوی کو کسی شخص کا خواب میں دیکھنا

ایک نیک اور صالح آدمی نے ایک رات سلطان محمود غزنوی کو خواب میں دیکھا، چنانچہ اس نے خواب میں اس سے پوچھا کہ اے نیک بخت بادشاہ! "دارالقرار" میں تیرے حال چال کیسے ہیں؟ سلطان محمود نے جواب دیا کہ خاموش ہو جاؤ۔ میری جان کا خون نہ بہاؤ۔ یہاں دم مارنے کی بھی گنجائش اور مجال نہیں ہے۔ یہاں بادشاہی کو کوئی نہیں پوچھتا۔ میری بادشاہی ایک خواب وخیال تھی اور اس کی کوئی حقیقت نہیں تھی یہاں ناقص اور کھوٹی پونجی سے بادشاہی نہیں ملتی۔ بادشاہی کا موتی محض ایک خواب و خیال ہے اور بس۔ اصل سلطنت اللہ تعالیٰ کو ہی زیب دیتی ہے اور بس۔ اللہ تعالیٰ ہی تمام کائنات کا بادشاہ ہے۔ بادشاہی صرف اسی کی ہے اور وہی بادشاہی کے لائق ہے۔ جب میں نے اپنی عاجزی اور حیرانی کو دیکھا تو مجھے اپنی بادشاہی سے شرم آنے لگا۔ اب مجھے "پریشان" کے نام سے بلاؤ۔ اور یہاں یہی میرا نام ہے کیونکہ دراصل سلطان اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اب مجھے سلطان نہ کہنا۔ میری سلطنت گم ہو گئی اور میری بادشاہی برباد ہو گئی خوش وہ شخص ہے جو اس جہان فانی سے آزاد ہو کر فوت ہو جائے۔ آج محمود کو غلام کہو سلطان نہ کہو۔ جاؤ اور میرے بیٹے مسعود کو میرا اسلام کہو اور اسے میری طرف سے یہ پیغام دو کہ اے بیٹے اگر کچھ سمجھ ہے تو اپنے باپ کی حالت سے نصیحت حاصل کرو۔ کاش اب مجھے اتنی مہلت مل جاتی کہ میں زمانے میں آگ کی بھٹی جھونکتا تاکہ

زمانے میں میرا نام محمود بھٹیارا مشہور ہوتا۔ اور میں اس طرح شرم کے پانی میں نہ ڈوبتا۔ تمام بادشاہی اور ننگ وناموس یہاں ہیچ ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ تحت الثریٰ سے لے کر چاند تک کسی انسان کی بادشاہی نہیں ہے کیونکہ سلطنت تو دراصل اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اگر میں دنیا میں گداگر ہوتا تو اچھا ہوتا کاش کہ مجھے جاہ ومنصب ملنے کے بجائے سوکنوئیں ملتے جن میں ڈوبا ہوا ہوتا۔ اگر میں بادشاہ نہ ہوتا بلکہ خوشہ چین ہوتا تو بہتر تھا۔ میں یہاں کچھ بھی نہیں ہوں مجھے نہ چھیڑو۔ یہاں مجھ سے ایک ایک جو کا حساب کتاب لیا جارہا ہے۔ اس ہما کے پر جل جائیں جس نے مجھے اپنے سایہ میں جگہ دی اور میں دنیا میں بادشاہ بن گیا۔

باز کا عذر پیش کرنا

پھر سب کے سامنے باز تشریف لایا۔ اور معانی کے اسرار سے پردہ ہٹایا۔ وہ اپنے لشکری انداز میں سینہ تان کر آیا اور اپنی سرداری کی ڈینگیں مارنے لگا اس نے کہا بادشاہ کے ہاتھ پر بیٹھنے کے شوق میں میں نے زمانے کے تمام لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کر رکھی ہے میں نے تاج شاہی کے زیر سایہ رہنے کی اس لئے امید لگا رکھی ہے تاکہ میرے پاؤں ہمیشہ بادشاہ کے ہاتھ پر رہیں۔ میں نے بادشاہوں کے پاس رہنے کے بہت آداب سیکھے ہیں اور ریاضت کرنے والوں کی طرح اس بارے میں میں نے بھی بڑی محنت اور ریاضت کی ہے تاکہ اگر کبھی مجھے بادشاہ کے پاس لے جائیں تو مجھے شاہی آداب سے پوری پوری آگاہی حاصل ہو۔ میں تو سیمرغ کو خواب میں بھی نہیں دیکھ سکتا اس لئے بے فائدہ اس کی طرف جانے کی کیوں جلدی کروں؟

بادشاہ کے ہاتھ سے مجھے تر لقمہ ملنا ہی میرے لئے کافی ہے اور جہان میں میرے لئے یہ مقام اور یہ منصب ہی کافی ہے چونکہ میں سیمرغ کی طرف جانے کا لمبا راستہ طے

نہیں کر سکتا اس لئے میں بادشاہ کے ہاتھ پر بیٹھنا ہی اپنی عزت افزائی سمجھتا ہوں۔ جو بھی بادشاہ کے منظور نظر ہو جائے وہ جو کچھ بھی کہتا ہے بادشاہ اس کی بات مان لیتا ہے۔ اگر میں بادشاہ کو پسند آ جاؤں تو میرے لئے یہ بے پایاں وادی میں جانے سے کہیں بہتر ہے۔ میں یہ امید رکھتا ہوں کہ بادشاہ کے پاس ساری عمر بسر کروں میری خوشی اسی میں ہے۔ اس طرح میں بادشا کی انتظار میں رہوں گا اور اس کے شوق کو پورا کرنے کے لئے شکار کروں گا۔

ہدہد کا باز کو جواب دینا

ہدہد نے باز سے کہا کہ اے مجاز میں پھنسے ہوئے پرندے تم باطنی خوبی اور صفت سے عاری ہو اور صرف ظاہری صورت کے پرستار بنے ہوئے ہو اگر کسی بادشاہ کا زمانے میں کوئی ہم پلہ اور برابر کا کوئی دوسرا ہو تو بادشاہی اسے زیب نہیں دیتی۔ سلطنت کے لائق صرف سیمرغ ہے اور اس کے بغیر اور کوئی سلطنت کے لائق نہیں ہے۔ کیونکہ سیمرغ کی بادشاہی ایسی ہے جس کا اور کوئی ہم پلہ نہیں ہے۔ بادشاہ وہ نہیں ہوتا جو اپنے ملک میں اپنی بے وقوفی کی وجہ سے اپنی سرداری کی نمائش کرے بلکہ بادشاہ وہ ہوتا ہے جس کا کوئی ثانی نہ ہو اور ہمیشہ وفاداری اور محبت اس کا شیوہ ہو دنیا کا بادشاہ اگر کسی وقت وفاداری اور محبت کرتا ہے تو دوسرے وقت وہی بادشاہ ظلم اور بے وفائی بھی کرنے لگ جاتا ہے۔

جو آدمی بادشاہ کا زیادہ قریبی ہوتا ہے اس کا مسئلہ تو اور زیادہ نازک ہوتا ہے اور وہ ہمیشہ بادشاہ سے بچ کر رہتا ہے اور ہمیشہ اس کی جان کو دھڑ کا لگا رہتا ہے۔ دنیا کا بادشاہ آگ کی مانند ہے۔ اس سے دور ہی رہو۔ اس سے دور رہنا ہی بہتر ہے۔

حکایت اور بادشاہ کا اپنے غلام پر عاشق ہونا

ایک بہت ہی عالی نسب بادشاہ تھا اسے ایک خوبصورت غلام سے محبت ہو گئی وہ اس کا اس قدر دلدادہ ہو گیا کہ اس کے بغیر وہ رہ نہیں سکتا تھا اور اس کے بغیر اسے ذرہ چین نہ تھا۔ چونکہ وہ غلام دوسرے غلاموں سے زیادہ خوبصورت تھا اس لئے وہ اسے ہمیشہ اپنی نظروں کے سامنے ہی رکھتا۔ بادشاہ جب اپنے محل میں تیر اندازی کی مشق کرتا تو وہ غلام اس کے خوف سے پگھل جاتا۔ بادشاہ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ غلام کے سر پر ایک سیب رکھتا اور پھر اس سیب کو نشانہ بناتا پھر تیر چلا کر سیب کو پھاڑ دیتا۔ اس اثنا میں غلام بیچارہ جان کے خوف سے ادھ موا ہو جاتا تھا۔ ایک بے خبر اور لا یعقل آدمی نے غلام سے پوچھا کہ تیرا خوبصورت چہرہ روز بروز کیوں زرد پڑ رہا ہے حالانکہ تو بادشاہ کا بہت ہی پیارا اور محبوب غلام ہے اور اس کے دربار میں تیری بڑی عزت ہے۔ ذرا وضاحت تو کر کہ تیرے چہرہ کا رنگ کیوں زرد ہو گیا ہے؟

غلام نے کہا کہ بادشاہ میرے سر پر سیب رکھ کر اپنے نشانے کی مشق کرتا ہے اور مجھے یہی غم کھائے جا رہا ہے کہ کبھی یہ تیر مجھے بھی زخم پہنچا سکتا ہے اگر میں انکار کرتا ہوں تو میری نوکری نہیں رہے گی بلکہ میری جان بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔ اگر تیر ٹھیک نشانے پر لگے تو سب لوگ بادشاہ کی تیر اندازی کی تعریف کرتے ہیں اور اگر کبھی نشانہ ذرا خطا ہو گیا تو میری جان کے لالے پڑ جائیں گے میں انہی دو صورتوں میں الجھا ہوا ہوں اور ہمیشہ مجھے اپنی جان کا دھڑکا لگا رہتا ہے اور یہی غم مجھے کھائے جا رہا ہے میرے چہرے کے پیلے پڑ جانے کی یہی وجہ ہے۔

بگلے کا عذر پیش کرنا

پھر بگلا آگے آیا اور کہنے لگا اے پرندو! میں تو بس اپنا ہی غمخوار ہوں۔ میں لب دریا اچھی جگہ پر رہتا ہوں اور کوئی شخص میری آواز بھی نہیں سن سکتا۔ میری کم آزاری کی وجہ سے مجھ سے کبھی کسی پرندے کو تکلیف نہیں پہنچتی میں ہمیشہ دریا کے کنارے غمگین ہو کر کھڑا رہتا ہوں اور ہمیشہ غمناک ہی رہتا ہوں۔ پانی کی آرزو اور خواہش سے میں اپنے دل کو پرخون رکھتا ہوں۔ مجھے اپنے آپ پر افسوس آتا ہے اب میں کیا کروں؟ اگرچہ دریا جوش کھا رہا ہے مگر میں اس سے ایک قطرہ بھی نہیں پیتا کیونکہ میرے پانی پینے سے دریا کے پانی میں سے ایک قطرہ کم ہو جائے گا اور پھر میرا دل آتش غیرت سے کباب ہو جاتا ہے یعنی میں دریا سے پانی کا ایک قطرہ بھی کم ہونا برداشت نہیں کر سکتا مجھ جیسے کے لئے دریا کا عشق ہی کافی ہے اور میرے دل میں دریا سے عشق کرنے کا یہی انداز ہی کافی ہے۔ میں اب دریا کے غم کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں چاہتا۔ سیمرغ تک جانے کی مجھ میں طاقت نہیں ہے لہٰذا مجھے معذور سمجھا جائے۔ جس کے لئے پانی کا صرف ایک قطرہ ہی کل کائنات بنا ہوا ہے وہ سیمرغ سے کس طرح وصال کر سکتا ہے؟

ہدہد کا بگلے کو جواب دینا

ہدہد نے اسے کہا "اے بگلے! تمہیں دریا کی حقیقت کا کچھ پتہ نہیں ہے دریا تو مگرمچھوں اور دوسرے آبی جانوروں سے بھرا ہوتا ہے دریا کا پانی کبھی کڑوا ہوتا ہے اور کبھی کھاری۔ پھر دریا کبھی پرسکون ہوتا ہے اور کبھی جوش سے لہریں مار رہا ہوتا ہے دریا ایک غیر مستقل قسم کی چیز ہے اور ناپائیدار بھی ہے کبھی بہہ رہا ہوتا ہے اور کبھی رک جاتا

ہے بہت سے بزرگ جو کشتی میں سوار ہوئے اس کے گرداب میں پھنس کر غرقاب ہو گئے جو غوطہ لگانے والا اس میں غوطہ لگاتا ہے وہ اپنی جان کے ڈر سے اپنا سانس تھام رکھتا ہے۔ اگر کوئی شخص دریا کی گہرائی میں جا کر سانس لیتا ہے تو دریا اسے مردہ کر کے نیچے سے اوپر تنکے کی طرح لے آتا ہے۔ ایسی بے وفا چیز سے کسی کو وفاداری کی کیا امید ہو سکتی ہے؟ اگر تم دریا سے باہر نہ نکلو گے بلکہ دریا کے اندر ہی رہو گے تو آخر کار وہ تجھے پانی میں غرق کر دے گا۔ دریا تو خود محبوب حقیقی کے عشق میں لہریں مارتا ہے اور جوش و خروش میں آتا ہے جب وہ اپنا مقصد حاصل نہیں کر سکتا تو پھر تو اس سے اپنے دل کی مراد کیسے حاصل کرے گا؟ دریا تو اس محبوب حقیقی کی گلی کا ایک چشمہ ہے تو اس پر کیوں قناعت کرتا ہے؟

حکایت ایک آدمی کا دریا سے سوال کرنا

ایک عقل مند اور صاحب بصیرت آدمی دریا پر گیا اور اس نے دریا سے کہا "اے دریا تو نیلا کیوں ہو گیا ہے؟ تو نے اپنا لباس ہمیشہ نیلے رنگ کا ماتمی کیوں زیب تن کر رکھا ہے؟ تیرے نیچے آگ تو نہیں جل رہی پھر بتا تو جوش کیوں کھا رہا ہے؟ دریا نے اس نیک دل آدمی کو جواب دیا کہ محبوب حقیقی کی جدائی سے ہمیشہ اضطراب کی حالت میں رہتا ہوں چونکہ میں اپنی طبعی کمزوری کی وجہ سے اس محبوب حقیقی کا سچا طالب (عاشق صادق) نہیں ہوں اس لئے میں نے اس درد و غم میں نیلے رنگ کا ماتمی لباس پہن رکھا ہے۔ میں خشک لب اور مدہوش ہو چکا ہوں۔ اسی لئے اس کے عشق کی آگ سے جوش کھا رہا ہوں۔ اگر مجھے اس محبوب حقیقی کے کوثر سے ایک قطرہ بھی مل جائے تو میں زندہ جاوید ہو جاؤں گا ورنہ مجھ جیسے ہزاروں خشک لب اس کے راستہ میں رات دن مرتے رہیں گے۔

بوف (الو) کا عذر پیش کرنا

پھر دیوانوں کی طرح بوف آگے آیا اس نے کہا کہ میں نے ہمیشہ ویرانوں کو پسند کیا ہے۔ میں ایک عاجز پرندہ ہوں، ویرانوں میں پیدا ہوا ہوں اور ویرانوں میں ہی شراب معرفت پئے بغیر مر جاؤں گا۔ اگرچہ میں نے کئی آبادیوں کو خوش و خرم اور آباد دیکھا ہے لیکن وہاں کوئی بھی مجھے مطمئن نظر نہیں آیا۔ سب پریشان ہیں لہٰذا میں سمجھتا ہوں کہ جو بھی آبادیوں میں بیٹھے گا آخر کار اسے بیہوشی کی حالت میں ویرانے میں ہی جانا پڑے گا۔ میں اجاڑ ویرانوں میں تکلیفیں برداشت کرتے ہوئے بھی اس لئے رہتا ہوں کہ خزانے ہمیشہ اجاڑ جگہوں پر ہی ہوتے ہیں۔ خزانوں کا عشق مجھے ویرانوں میں لے گیا ہے۔ خزانوں کی طرف جانے کے لئے ویرانوں کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں جاتا۔ میں دن کو تمام لوگوں کی تکلیفیں برداشت کرتا ہوں کہ شاید میں اس طرح بغیر کسی طلسم کے خزانہ حاصل کرلوں۔

اگر میں کبھی خزانے تک پہنچ گیا تو میرا یہ شیدا اور متوالا دل تمام رنج و الم سے نجات پا جائے گا۔ سیمرغ کا عشق تو محض ایک افسانہ ہے کیونکہ اس سے عشق کرنا ہر دیوانے کا کام نہیں ہے میں اس کے عشق میں مردانہ وار نہیں جاسکتا۔ مجھے یہی خزانے کا عشق اور ویرانہ ہی کافی ہے۔

ہدہد کا بوف (اُلّو) کو جواب دینا

ہدہد نے اسے کہا کہ اے بوف تم جو خزانے کے عشق میں مست ہو۔ بالفرض اگر تجھے خزانہ حاصل ہو بھی گیا تو تم اس خزانے پر اپنے آپ کو ایک مردہ ہی تصور کرو اور اپنی گزری ہوئی عمر کو بیکار اور لاحاصل ہی سمجھو۔ خزانے کا عشق اور سونے کا عشق تو

ایک قسم کی کافری ہے جو سونے کو پوجتا ہے وہ آذر کا پیشہ اختیار کرتا ہے دولت کی پوجا کرنا بھی ایک کافرانہ رسم ہے آخر تو سامری کی قوم سے تو نہیں ہے جو دولت کو بت بنا کر پوجتا ہے؟ دولت کے عشق سے جس آدمی کا دماغ مختل ہوگا قیامت کے دن اس کی صورت مسخ ہو جائے گی ایسے شخص کا حشر و نشر چوہے کی صورت میں ہوگا اور وہ ہر لمحہ حسرت اور پریشانی میں مبتلا ہوگا۔

حکایت اس مردہ کی جو اپنی زندگی میں دولت چھپا گیا تھا اور اس کے بیٹے کا اسے خواب میں دیکھنا

ایک دنیادار آدمی سونے سے بھرا ہوا ایک مٹکا زمین میں دفن کر کے مر گیا۔ ایک سال کے بعد اس کے بیٹے نے اسے خواب میں دیکھا کہ اس کی شکل چوہے کی مانند ہے اور اس کی دونوں آنکھوں سے زار و قطار آنسو بہ رہے ہیں اور جہاں اس نے خزانہ چھپا رکھا تھا وہاں وہ چوہے کی شکل میں اس کے اردگرد چکر لگا رہا ہے۔ اس کے بیٹے نے خود بتایا کہ میں نے اپنے باپ سے پوچھا کہ تم یہاں کیسے آگئے ہو؟ ذرا حال تو بتاؤ؟ باپ نے جواب دیا کہ میں نے یہاں دولت کو چھپا رکھا تھا میرے خیال کے مطابق کسی کو میرے اس خزانے کا علم نہیں ہے۔ بیٹے نے پھر پوچھا کہ تمہاری صورت چوہے کی طرح کیوں بنی ہوئی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جس کے دل میں دولت کی محبت جاگزین ہوتی ہے اس کی شکل و صورت دوسرے جہان میں اسی طرح ہوتی ہے جیسا کہ میری ہے۔ میری صورت کو اچھی طرح دیکھ لو پھر اس نے اپنے بیٹے کو خواب میں ہی کہا کہ میری حالت سے نصیحت اور عبرت حاصل کرو اور دولت کی محبت کو دل سے نکال کر باہر پھینک دو۔

صعوہ (ممولے) کا عذر پیش کرنا

پھر ضعیف اور کمزور ممولا آیا وہ سر تاپا آگ کی طرح تھا۔ اس کا دل بھی گرم تھا۔ اس نے کہا کہ میں تو حیران و پریشان اور بہت بوڑھا ہوں۔ اب میرے پاس دل بھی نہیں رہا۔ طاقت بھی نہیں رہی اور بے روزگار بھی ہوں چیونٹے کی طرح میرا بازو بھی طاقتور نہیں ہے اور مجھ میں کمزوری کی وجہ سے چیونٹی جتنی بھی طاقت نہیں ہے نہ میرا پاؤں ہے اور نہ ہی کوئی اور چیز ہے۔ میں سیمرغ جیسی باعزت ہستی کے پاس کس طرح پہنچ سکتا ہوں؟ سیمرغ کے پاس مجھ جیسا عاجز پرندہ کیسے پہنچ سکتا ہے؟ ممولا بیچارہ سیمرغ تک کہاں اور کیسے جاسکتا ہے؟ جہان میں اس کے طلبگار بہت زیادہ ہیں مجھ جیسے معمولی پرندے کے لائق اس کا وصل کیسے ہو سکتا ہے؟ جب میں اس کے وصال کو پا ہی نہیں سکتا تو پھر ایک امر محال کے حصول کے لئے یہ لمبا سفر میں کیوں طے کروں؟ بالفرض اگر میں اس کی درگاہ میں جانے کا ارادہ کر بھی لوں تو یا میں راستہ میں ہی مر جاؤں گا یا پھر جل جاؤں گا چونکہ میں اس کو حاصل کرنے کے قابل ہی نہیں ہوں اس لئے میں اپنا یوسف کنوئیں میں سے ہی تلاش کرتا رہتا ہوں۔ میرا یوسف یہیں کہیں کنوئیں میں گم ہو گیا ہے لہٰذا میں انجام کار اسے اس زمانے میں کبھی تو حاصل کر ہی لوں گا۔ اگر میں نے اپنے یوسف کو کنوئیں سے حاصل کر لیا تو میں خوشی میں اس کے ساتھ زمین کی تہ سے چاند تک اڑ جاؤں گا۔

ہدہد کا ممولے کو جواب دینا

ہدہد نے اسے کہا کہ چارو ناچار تو نے اپنی کم ظرفی میں بھی سرکشی اور غرور کا اظہار کیا ہے میں تیری حیلہ سازی اور مکر بازی کو نہیں مانتا۔ یہ سراسر تیرا مکر ہے اور میں تیرے مکر کا خریدار نہیں ہوں، آمادۂ عمل ہو جاؤ۔ زیادہ باتیں نہ بناؤ۔ لبوں کو سی دو اگر

اس پیارے خواب کو دیکھ کر نیند سے بیدار ہوئے تو حضرت جبریل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر آئے کہ اللہ پاک فرماتے ہیں اگرچہ تو نے زبان سے حضرت یوسف علیہ السلام کا نام نہیں لیا لیکن دردناک آہ تو بھری ہے۔ مزید اللہ پاک یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں جانتا ہوں کہ تیری آہ میں کون تھا؟ درحقیقت تو نے توبہ شکنی کی ہے جس کا کوئی فائدہ نہیں۔ کیا ہمارے ساتھ تیرا عشق یہی ہے؟

دوسرے پرندوں کے عذر پیش کرنے کے مقابلہ میں

اس کے بعد دوسرے پرندوں نے بھی اپنے اپنے عذر پیش کئے جو بے خبری کا پلندہ تھے۔ جہالت کی وجہ سے انہوں نے جو اپنے عذر پیش کئے ان کا حقیقت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ بلکہ محض ادھر ادھر کی باتیں تھیں۔ میں ہر پرندے کا فرداً فرداً عذر اس لئے پیش نہیں کرتا کہ اس طرح بات بہت لمبی ہو جائے گی اس لئے مجھے معذور سمجھو۔

الغرض ہر ایک پرندے کا عذر، عذر لنگ تھا ظاہر ہے اس طرح عذر لنگ پیش کرنے والے عنقا کو کس طرح قابو میں لا سکتے ہیں؟ کیونکہ جو بھی دل و جان سے عنقا کا خواہشمند ہوتا ہے وہ جواں مردوں کی طرح اپنی جان کو قربان کر دیتا ہے۔ جس کے آشیانے میں تیس دانے ہوں اگر وہ دیوانہ نہیں بلکہ عقل مند ہے تو وہی سیمرغ کو حاصل کر سکتا ہے۔ جب تم ایک دانہ کا بھی حوصلہ نہیں رکھتے تو پھر تم سیمرغ کے ساتھ ہم خلوت کیسے ہو سکتے ہو؟ یعنی سیمرغ تک پہنچنے کے لئے بڑی بڑی گھاٹیاں اور وادیاں طے کرنی پڑتی ہیں اس راستہ میں بڑے حوصلے کی ضرورت ہے اور جو شخص ایک دانے کا یعنی ایک امتحان کا حوصلہ بھی نہیں رکھتا وہ سیمرغ کو کیسے حاصل کر سکتا ہے؟

اس راستہ میں بڑے بڑے امتحان آتے ہیں اور بڑا حوصلہ رکھنا پڑتا ہے جب تم ایک ہی آزمائش کو دیکھ کر کنارہ کشی اختیار کرتے ہو تو پھر تم بڑے بادشاہ (سیمرغ) سے کس

طرح دوستی نبھا سکتے ہو؟ جب تم میں ایک ذرہ کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے تو پھر تم آفتاب کا وصال کس طرح حاصل کرسکتے ہو؟ جب تم ایک قطرہ پانی میں ڈوب کر غرق ہو جاتے ہو تو پھر تم ایسے دریا کو کس طرح عبور کرسکتے ہو جس کا پانی تمہارے پاؤں سے لے کر چوٹی تک گہرا ہو؟ جو کچھ اللہ کی حقیقت ہے اس کی دنیا میں بو تک بھی نہیں ہے اس تک پہنچنے کے لئے ہر ناشستہ رو (بن دھلے چہرے والے) کا کام نہیں ہے۔

پرندوں کا ہدہد سے سوال کرنا

تمام پرندوں نے جب حالات سنے تو انہوں نے یک زبان ہو کر ہدہد سے پوچھا کہ آپ چونکہ رہبری اور ہدایت میں ہم سب پر فائق ہیں۔ بہتری اور افضلیت آپ پر ختم ہے۔ ہم سب ضعیف و ناتواں اور کمزور ہیں اور سب بے بال و پر ہیں۔ نہ ہمارا کوئی وجود ہے اور نہ ہم میں کچھ طاقت ہے اس لئے آپ فرمائیں کہ آخر ہم رفیع الشان سیمرغ تک کیسے پہنچ سکتے ہیں؟ اگر ہم سے کوئی وہاں تک پہنچ گیا تو وہ ایک شاذ و نادر شخصیت ہی ہوگا آپ بتائیں کہ سیمرغ کی ہمارے ساتھ کیا نسبت ہے اور کیا تعلق ہے؟ کیونکہ علم کے بغیر یونہی اندھا دھند اس کے راز معلوم نہیں ہو سکتے اگر ہمارے اور اس کے درمیان نسبت کا ہمیں پتہ چل جائے تو ہر ایک کو اس کے پاس پہنچنے کا شوق پیدا ہو جائے گا، سیمرغ تو حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح ہے اور ہم بے چارے چیونٹی کی مانند کمزور و ناتواں ہیں وہ کہاں اور ہم کہاں؟

ع چہ نسبت خاک را با علم پاک

اس نے چیونٹی کو کنوئیں میں بند کر رکھا ہے اب یہ چیونٹی اس بلند مقام سیمرغ تک کیسے پہنچ سکتی ہے؟ ایک گداگر کس طرح بادشاہی کے کام کو سرانجام دے سکتا ہے؟ اتنا مشکل کام ہم جیسے کمزوروں کے بازوؤں سے کیسے پایہ تکمیل تک پہنچ سکتا ہے؟

یہ سب جلتے ہیں تو تو بھی جل جا۔ مثال کے طور اگر تم معنوی لحاظ سے حضرت یعقوب علیہ السلام بھی ہو جاؤ تو پھر بھی تمہیں حضرت یوسف علیہ السلام نہیں مل سکتے۔ حیلہ سازی کو چھوڑو۔ چونکہ غیرت کی آگ ہمیشہ جلتی رہتی ہے اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام کا عشق کل جہان پر حرام ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا عشق کرنا بڑی جان جوکھوں کا کام ہے۔

حکایت حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں

جب حضرت یوسف علیہ السلام اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام سے جدا ہوئے تو حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے کی جدائی میں رو رو کر آنکھوں کی بینائی سے محروم ہو گئے۔ ان کی آنکھوں سے خون کا دریا لہریں مار تا رہتا تھا اور ان کی زبان پر ہمیشہ حضرت یوسف علیہ السلام کا نام ہوتا تھا۔ ایک دن حضرت جبریل علیہ السلام اللہ کا یہ پیغام لے کر آئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اگر اب تو نے اپنی زبان سے حضرت یوسف علیہ السلام کا نام لیا تو ہم تیرا نام انبیاء اور رسولوں میں سے نکال دیں گے چنانچہ جب اللہ کا یہ پیغام آیا تو حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کا نام لینا ترک کر دیا۔ اگرچہ حضرت یوسف علیہ السلام کا نام ان کی رگ و پے میں سمایا ہوا تھا لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں وہ ان کا نام زبان سے نہیں لیتے تھے۔ یہ الگ بات ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کا نام ان کی جان کے اندر پیوست ہو چکا تھا۔ ایک دن حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اور خواب میں ہی اسے اپنے پاس بلانا چاہا پھر معاً یاد آ گیا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کا نام لینے سے مجھے منع کر دیا ہے۔ چنانچہ بالکل خاموش ہو گئے اور آہ سرد بھر کر اپنے غم کو دل میں چھپا لیا یعنی کمزوری کی وجہ سے اپنی جان پاک سے دردناک آہ بھری۔ جب

ہدہد کا پرندوں کو جواب دینا

ہدہد نے پرندوں سے کہا کہ بددلی عاشقوں کے لئے زیبا نہیں ہے کیونکہ بددلی اور عشق کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے اس بے دلی سے کچھ حاصل نہیں ہوگا کیونکہ عاشقی اور بددلی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ جس کی آنکھیں عشق میں بینا ہو گئیں وہ رقص کرتے ہوئے آتا ہے اور جان کو قربان کر دیتا ہے۔ تم یہ بات اچھی طرح سمجھ لو کہ جب سیمرغ نے نقاب سے اپنے سورج جیسے چہرے کو ظاہر کیا تو ہزارہا سائے اس سے زمین پر نمودار ہو گئے پھر اس نے ان پاک سایوں کو دیکھا اور تمام عالم پر اپنے سایہ کو نچھاور کر دیا چنانچہ اتنی بڑی تعداد میں پرندے ظاہر ہو گئے اے بے خبرو! جہان کے تمام پرندوں کی شکل و صورت دراصل اسی کا سایہ ہیں۔ جب تم نے اس راز کو سمجھ لیا تو پھر تم نے اس راز کو پالیا تو پھر تم نے اس کی بارگاہ قدس کے ساتھ اپنی نسبت کو درست کر لیا۔ جب تم اس راز کو سمجھ گئے ہو تو اب اسے دیکھو اور اس سے واقف ہو جاؤ اور جب یہ راز تمہاری سمجھ میں آ جائے تو پھر اس راز کو ہرگز فاش نہ کرنا۔ جو اس حقیقت ثابتہ کو پا لیتا ہے تو اسے ذات بحت میں مستغرق کہا جاتا ہے لیکن مستغرق کا یہ مطلب نہیں ہے کہ العیاذ باللہ وہ خود ذات بحت ہو جاتا ہے لہٰذا مرد مستغرق کو حلولی نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ حلولیوں کا عقیدہ حلول بالکل لغو اور باطل ہے جب تو نے جان لیا کہ تو کس کا سایہ ہے؟ تو پھر خواہ تم مر جاؤ یا زندہ رہو کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ مرد مستغرق موت و حیات سے بے نیاز ہوتا ہے اگر کوئی پرندہ ظاہر نہ ہوتا تو اس کا مطلب یہ ہوتا کہ سیمرغ کا کوئی سایہ ہی نہیں ہے۔ اور اگر سیمرغ پردہ میں ہوتا تو جہان میں اس کا قطعاً سایہ بھی نہ ہوتا سایہ کا وجود ثابت کرتا ہے کہ وہ چیز جس کا یہ سایہ ہے یہاں موجود ہے۔ اگر تیری اپنی آنکھیں نہیں ہیں تو سیمرغ کی آنکھوں سے دیکھو افسوس تو یہی ہے کہ ابھی تیرا دل

آئینہ کی طرح روشن نہیں ہے۔ چونکہ تم میں ذات بحت کے جمال کو دیکھنے والی آنکھ نہیں ہے اور اس کے جمال کو برداشت کرنا بھی ہمارے لئے ایک امر محال ہے اس لئے ہم براہ راست اس کے جمال سے عشق نہیں کر سکتے چنانچہ ذات بحت نے اپنی کمال مہربانی سے ایک آئینہ بنایا ہے اور وہ دل کا آئینہ ہے۔ سو تم دل کو دیکھو تاکہ تمہیں اس کا چہرہ نظر آئے اس لئے ہمیشہ اپنے دل میں ہی ٹکٹکی باندھ کر دیکھا کرو تاکہ تمہیں اس کے جمال کا سایہ نظر آجائے۔

حکایت ایک صاحب جمال بادشاہ کا آئینہ تیار کرنا

ایک بہت ہی خوبصورت بادشاہ تھا۔ حسن و جمال کی دنیا میں وہ بے نظیر و بے مثال تھا۔ صبح صادق اس کے چہرہ کی ایک کرن تھی اور روح قدسی اس کی خوشبو کی ایک مہک تھی۔ تمام عالم کی کائنات اس کے اسرار کی ایک کتاب تھی اور اس کا دیدار نیکی کی ایک آیت تھا گویا بہشت اپنے تمام رنگ و بو کے ساتھ اس کے چہرے کی ایک مختصر کتاب تھا، میں نہیں جانتا کہ کوئی بھی شخص اس کے جمال کو دیکھنے کی طاقت رکھتا ہو۔ سارے جہان میں اس کے حسن و جمال کا چرچہ تھا اور تمام مخلوقات کے دل میں اسی کا عشق رچا بسا ہوا تھا۔ وہ کبھی کبھار مشکی گھوڑے پر سوار ہو کر بازار میں آتا اور اپنے چہرے پر پھول کے رنگ کا سرخ برقعہ اوڑھ لیتا تھا۔ جو شخص بھی اس برقع کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا بادشاہ کے سپاہی بغیر کسی جرم کے اس کا سر دھڑ سے اتار دیتے تھے یعنی اس کا سر قلم کر دیتے تھے۔ اور جو آدمی اس بادشاہ کا نام لیتا تو بادشاہ کے سپاہی اس زبان کو کاٹ ڈالتے تھے۔ اور جو آدمی اس کے حسن و جمال کا تبصرہ کرتا وہ اپنی عقل اور اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتا تھا۔ الغرض روزانہ اس کے عشق میں ہزاروں لوگ جان کھو بیٹھتے تھے۔ عشق کے کام یہی تو ہوتے ہیں اگر کوئی آدمی اس کے جمال کی ایک جھلک بھی دیکھ لیتا تو

وہ اپنی جان قربان کر دیتا اور تڑپ تڑپ کر مر جاتا۔ دراصل اس محبوب دلنواز کے چہرے کے عشق میں مر جانا ہی لمبی زندگی سے کہیں بہتر تھا۔ کسی کو ایک لمحہ بھی اس کے دیکھے بغیر صبر نہ آتا تھا اور نہ ہی اس کے حسن کو دیکھنے کی کسی میں تاب تھی گویا تمام دنیا۔

ع نئے تاب وصل دارم نئے طاقت جدائی

کا نمونہ بنی ہوئی تھی۔ الغرض ساری مخلوق اس کی طلب میں مری جا رہی تھی حالانکہ کسی میں نہ تو اس کے دیکھنے کی طاقت تھی نہ ہی اس کو دیکھے بغیر کسی کو چین تھا۔ بالفرض اگر کسی کو اس کے دیکھنے کی طاقت ہوتی تو بادشاہ ضرور اپنا چہرہ اسے دکھاتا۔ مگر مسئلہ تو یہ تھا کہ اس کے حسن کو دیکھنے کی کسی میں تاب ہی نہ تھی۔ لہٰذا لوگ اس کے حسن و جمال کی باتیں سن سن کر لطف اندوز ہوتے تھے اور بس چنانچہ بادشاہ نے ایک آئینہ تیار کرایا تاکہ لوگ اسے آئینہ کے اندر دیکھ لیا کریں بادشاہ کے لئے ایک خوبصورت محل بنایا گیا اور بادشاہ کے روبرو وہ آئینہ رکھا گیا۔ بادشاہ محل میں جاتا اور اس آئینہ میں دیکھتا چنانچہ آئینہ میں اس کے چہرے کا عکس آ جاتا اور تمام لوگ اس کے چہرے کا عکس آئینہ میں دیکھ لیتے اے مخاطب! اگر تم بھی اس کے حسن و جمال کو دیکھنا چاہتے ہو تو سمجھ لو کہ دل ہی اس کے دیدار کا آئینہ ہے، دل کو اپنے پاس رکھو اور اس کے حسن و جمال کو دیکھا کرو۔ اپنی جان کو آئینہ بنالو اور پھر اس کے جمال و جلال کا نظارہ کرو۔

تیرا بادشاہ جلال کے محل پر جلوہ فرما ہے اور اس کے حسن و جمال کے سورج سے سارا محل روشن ہے تم اپنے دل کے اندر اپنے بادشاہ کو دیکھو اور یوں عرش کو دل کے ذرے کے اندر سمیٹ لو۔ صحرا میں جو بھی لباس تمہیں نظر آتا ہے یہ اسی خوبصورت سیمرغ کا سایہ ہی تو ہے۔ اگر سیمرغ تمہیں اپنا حسن و جمال دکھائے تو تم یہی سمجھ لو کہ بغیر جمال کے سیمرغ یہی ہے۔ اگر تم چالیس یا تیس پرندے بھی دیکھو تو یہ سب سیمرغ کا سایہ ہیں کیونکہ سایہ سیمرغ سے جدا نہیں ہوتا اگر تم سایہ کو سیمرغ سے جدا سمجھو گے

تو یہ بات ناجائز ہو گی۔ جب یہ دونوں (سایہ اور سیمرغ) ایک دوسرے سے وابستہ ہیں تو سایہ سے آگے گزر جاؤ پھر راز حاصل ہو گا۔ اگر تم پر یہ راز کھل گیا تو تم سایہ کے اندر آفتاب کو دیکھ لو گے اور اگر اسی سایہ میں ہی گم رہو گے تو پھر تمہیں سیمرغ تک رسائی کیسے حاصل ہو گی؟ سورج کے اندر سایہ نہیں ہوتا وہ سب سورج ہی سورج ہوتا ہے اس میں سایہ کا وجود کہاں ہوتا ہے؟ والسلام۔

حکایت سکندر رومی کا قاصد بن کر جانا

سکندر رومی جب مقبوضہ ممالک میں کوئی قاصد بھیجنا چاہتا تو وہ شاہی لباس اتار کر خود قاصدوں والا لباس پہن کر پوشیدہ ہو کر جاتا، چنانچہ راز کی بات وہ خود جا کر وہاں کہتا ایسا کرنے سے اس کا مقصد یہ ہوتا تھا کہ یہ راز قاصد پر بھی پوشیدہ رہے۔ وہاں جا کر وہ یہی کہتا کہ میں سکندر بادشاہ کا قاصد ہوں اور بادشاہ کا یہ پیغام لایا ہوں، چونکہ دوسرے ممالک کے لوگ یہ نہیں جانتے تھے کہ یہ تو خود اسکندر رومی ہے اور وہ چونکہ سکندر کو پہچاننے والی آنکھ نہیں رکھتے تھے اس لئے اگر وہ یہ کہتا کہ میں خود سکندر ہوں تو لوگوں کو یقین نہ آتا۔ ہر دل میں بادشاہ کے لئے راستہ موجود ہے البتہ گمراہ دل میں یہ راستہ نہیں ہوتا۔ اگرچہ بادشاہ اپنے محل سے باہر بیگانہ بنا ہوا ہے یعنی اسے کوئی نہیں پہچانتا مگر فکر نہ کرو دل کے محل کے اندر وہ بادشاہ موجود ہوتا ہے۔

حکایت سلطان محمود غزنوی کی اور ایاز کا بیمار ہو جانا

ایک دفعہ ایاز نظر بد سے بیمار ہو گیا اور سلطان محمود غزنوی کی خدمت میں حاضری دینے سے معذور ہو گیا اور بادشاہ کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ وہ بیچارہ کمزور ہو کر صاحب فراش ہو گیا۔ بیماری اور تکلیف میں بری طرح پھنس گیا۔ جب اس کی بیماری کی خبر سلطان محمود کو ملی تو بادشاہ نے ایک خادم کو بلایا اور اسے عیادت کے لئے ایاز کے

پاس بھیجا اور اسے فرمایا کہ ایاز کو جا کر کہو کہ تم بیماری کی وجہ سے ہماری نظروں سے اوجھل ہو گئے ہو۔ ہمیں تمہارا چہرہ نظر نہیں آتا تو ہم سمجھتے ہیں کہ ہم تجھ سے دور ہو گئے ہیں تمہاری بیماری کی خبر سن کر تیرے غم میں ہم بھی بیمار ہو گئے ہیں، ہمیں تمہاری بیماری کا بہت فکر ہے پتہ نہیں تم بیمار ہو یا ہم؟ اگرچہ ہمارا جسم تجھ سے دور ہے مگر ہمارا مشتاق دل تیرے پاس ہی ہے۔ ہم تجھے دیکھنے کے لئے بہت ہی مشتاق ہیں۔ ہر وقت تیرا تصور ہماری آنکھوں میں رہتا ہے تم مجھے اپنے آپ سے غایت تصور نہ کرو۔ کسی کی نظر بد نے یہ برا کیا ہے کہ تم جیسا محبوب بیمار ہو گیا ہے۔

پھر بادشاہ نے یہ پیغام دینے کے بعد خادم کو کہا کہ جلدی جلدی جاؤ، دھوئیں کی طرح جلدی وہاں پہنچو اور آگ کی طرح جلدی سے واپس لوٹ کے آؤ۔ راستہ میں ہرگز کسی جگہ نہ ٹھہرنا۔ پانی کی طرح، بجلی کی طرح رعد کی طرح جاؤ اگر تم نے راستہ میں کہیں تھوڑی سی بھی دیر کر دی تو ہم دونوں جہان تم پر تنگ کر دیں گے چنانچہ خادم سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا بھاگا گیا اور ہوا کی طرح اڑ کر ایاز کے پاس پہنچا مگر وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ سلطان محمود تو پہلے ہی ایاز کے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ خادم یہ دیکھ کر گھبرا گیا اور سخت پریشان ہوا اور ڈر کے مارے اس پر لرزہ طاری ہو گیا گویا وہ ہمیشہ کے لئے کسی مصیبت میں گرفتار ہو گیا اس نے دل میں سوچا کہ اب میں بادشاہ کی خدمت میں اپنی صفائی کیسے پیش کروں گا؟ لامحالہ بادشاہ مجھے قتل کر دے گا وہ بیچارہ ڈر کے مارے خود بخود کہنے لگا کہ بادشاہ سلامت قسم بخدا! میں راستہ میں کسی جگہ پر نہیں رکا اور کہیں میں نے آرام کیا نہ ستایا، میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ مجھ سے پہلے یہاں کیسے پہنچ گئے؟ آپ مانیں یا نہ مانیں! میں برملا کہتا ہوں کہ اگر میں نے ذرا بھر بھی سستی کی ہو تو میں کافر ہوں بادشاہ نے کہا اے خادم! تم یہ راز نہیں جانتے کہ میں کیسے تم سے پہلے یہاں پہنچ گیا ہوں؟ بات یہ ہے کہ میں نے ایاز کے پاس آنے کے لئے ایک زیر زمین خفیہ

راستہ بنوایا ہوا ہے کیونکہ ایاز کے دیکھے بغیر مجھے ایک دم بھی چین نہیں آتا۔ میں ایاز کے پاس ہمیشہ اسی راستہ سے ملنے کے لئے آتا ہوں۔ کیونکہ اس کے دیکھے بغیر مجھے ایک لمحہ کے لئے بھی چین نہیں آتا۔ میں ہمیشہ ایاز کے پاس اسی مخفی اور پوشیدہ راستہ سے ملنے آتا ہوں تاکہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔

ہمارے مابین بہت سے مخفی راستے ہیں ہمارے دل کے بہت سے راز ہیں جن کی کسی کو خبر نہیں ہے بظاہر اگرچہ میں اس کی خیریت طلبی کرنا چاہتا ہوں لیکن در پردہ میں سب معاملات سے آگاہ ہوں اور ساری باتوں کا مجھے پتہ ہوتا ہے۔ اگرچہ میں دوسرے لوگوں سے راز کو پوشیدہ رکھتا ہوں تاہم درون خانہ میں اس کے ساتھ ہی ہوتا ہوں۔ "فافہم"۔

پرندوں کی سیمرغ کی طرف رغبت اور ہدہد سے ان کا سوال کرنا

جب پرندوں نے یہ سب باتیں سنیں تو اسرار کہن کو اچھی طرح سمجھ گئے اور سب نے سیمرغ سے تعلق جوڑ لیا اور سیمرغ تک جانے کے لئے تیار ہو گئے۔ ہدہد کی باتوں سے وہ سب سیدھے راستہ پر آ گئے اور سب نے ہدہد کی ہاں میں ہاں ملائی۔ پھر انہوں نے ہدہد سے پوچھا اے رہبر قابل! آخر اس راستہ پر چلنے کے لئے ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ اور اتنے بلند مقام پر پہنچنے کے لئے ہم جیسے ضعیفوں اور کمزوروں کو کیا طریقہ کار اختیار کرنا چاہئے؟

ہدہد کا پرندوں کو جواب دینا

رہبر ہدہد نے انہیں کہا کہ جو عاشق ہوتا ہے وہ جان کی پرواہ نہیں کرتا جب تم جان کو خیر باد کہہ دو گے تو پھر عاشق بنو گے قطع نظر اس سے کہ تم زاہد ہو یا فاسق۔ جب تمہارا دل تمہاری جان کا دشمن ہو جائے اور تم اپنی جان کو قربان کر دو تو پھر یہ

راستہ طے ہو گا۔ دراصل اس راستہ میں جان ہی تو سد راہ ہوتی ہے لہٰذا پہلے جان کی قربانی دو پھر آنکھیں کھولو اور محبوب کا دیدار کر لو۔ اگر کوئی منکر اس بات کو نہ مانے تو اسے بتا دو کہ عشق تو کفر اور ایمان سے بالاتر ہوتا ہے۔ عشق کو کفر اور ایمان سے کیا کام؟ عاشقوں کو ایک لحظہ کے لئے بھی اپنی جان کی پرواہ نہیں ہوتی عاشق تو سارے خرمن حیات میں آگ لگا دیتا ہے اس کے سر پر آرہ بھی چل جاتا ہے تو وہ اف نہیں کرتا۔ عشق کو دل کے خوں اور درد کی ضرورت ہوتی ہے۔ عشق کا کام خاصا مشکل ہوتا ہے۔ اے ساقی! میرے جام میں جگر کا خون ڈال دو اگر تیرے پاس درد نہیں ہے تو ہم سے ادھار لے لو۔ عشق میں تو پردہ کو جلا دینے والے درد کی ضرورت ہوتی ہے یہ عشق کبھی جان کا پردہ چاک کرتا ہے اور کبھی اس پھٹے ہوئے پردے کی سلائی کر دیتا ہے۔ عشق کا ایک ذرہ تمام آفاق سے بہتر ہے اور درد کا ایک ذرہ تمام عاشقوں سے بہتر ہے۔ عشق تمام کائنات کا مغز ہے لیکن عشق بطیر درد کے مکمل نہیں ہوتا ملائک میں عشق تو ہوتا ہے مگر ان میں درد نہیں ہوتا۔ آدمی کے بغیر درد کے لائق اور کوئی نہیں ہے۔ جس کے قدم عشق میں مضبوط ہو جائیں وہ اسلام اور کفر سے آگے نکل جاتا ہے، عشق تو فقر کی طرف، تمہارے لئے دروازہ کھول دے گا اور فقر، کفر کا راستہ دکھائے گا عشق کو کافری کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور کافری ہی تو عین درویشی ہوتی ہے۔ جب تجھ میں یہ کفر اور ایمان نہ رہا تو پھر تیرا یہ عنصری وجود بھی گم ہو جائے گا اور یہ جان بھی نہیں رہے گی اس کے بعد تم اس میدان کے مرد بنو گے۔ ان رازوں کو سمجھنے کے لئے جواں مرد کی ضرورت ہوتی ہے۔ مردوں کی طرح اس میدان میں قدم رکھو۔ ڈر کا ہے کا؟ کفر سے بھی آگے نکل جاؤ اور ایمان کے جانے کی بھی فکر نہ کرو۔

آخر کب تک تم ڈرتے رہو گے؟ طفلانہ پن کو چھوڑو اور مرد شیروں کی طرح اس میدان میں آؤ۔ اگر راستہ میں سینکڑوں گھاٹیاں بھی اچانک آجائیں تو جب تم اس راستہ

پر چل پڑے ہو تو ان کا کوئی فکر نہ کرو۔

حکایت شیخ صنعان اور ان کا خواب دیکھنا

شیخ صنعان اپنے زمانہ کے بہت بڑے بزرگ تھے اور اپنے کمالات باطنی میں جو کچھ میں کہوں اس سے کہیں زیادہ تھے وہ اپنے چار صد (۴۰۰) باکمال مریدوں کے ساتھ حرم شریف میں رہ رہے تھے ان کا ہر ایک مرید نیکی اور تقویٰ کی کان تھا۔ رات دن وہ سب عبادت اور ریاضت میں مشغول رہتے تھے۔ شیخ صنعان ایک عالم باعمل تھے۔ انہیں کشف بھی حاصل تھا اور وہ باطنی اسرار بھی جانتے تھے۔ انہوں نے پچاس کے لگ بھگ حج کیے تھے۔ اور عمر بھر عمرہ بھی کرتے رہے تھے۔ وہ پابند صوم وصلوٰۃ تھے اور کبھی کسی سنت کو بھی ترک نہیں کیا تھا ان سے پہلے جتنے بزرگ وہاں رہتے تھے وہ سب ان کے عقیدت مند تھے وہ اسرار اور تصوف کے باطنی مسائل کے موشگاف بھی تھے اور کرامات و مقامات میں ان کا درجہ بہت بلند تھا اگر کوئی بھی بیمار یا ناساز آدمی ان کے پاس آتا تو ان کے دم کی برکت سے شفایاب ہو جاتا تھا الغرض وہ ہر خوشی اور غمی کے موقع پر لوگوں کے رہنما تھے گویا وہ نیکی کا ایک جھنڈا بنے ہوئے تھے اگرچہ وہ تمام نیک لوگوں کے پیشوا تھے لیکن وہ مسلسل کئی راتوں تک ایک خواب دیکھ رہے تھے۔ خواب یہ تھا کہ حرم شریف سے روم کی طرف جانے والے راستہ پر ایک جگہ ہے جہاں وہ خواب میں خود کو ایک بت کے آگے سجدہ کرتے ہوئے دیکھا کیے۔ جب اس بزرگ (شیخ صنعان) نے مسلسل یہ خواب دیکھا تو انہیں سخت پریشانی ہوئی کہ آخر یہ بات کیا ہے؟ اور کیا واقعہ رونما ہونے والا ہے؟ گویا نیکی کا یوسف کنوئیں میں گر گیا، اور اس کی راہ میں دشوار گزار گھاٹیاں آگئی ہیں۔ اس نے دل میں کہا کہ میں نہیں جانتا کہ اس غم سے میری جان کس طرح بچ سکتی ہے؟ میں جان قربان کرنے کے لئے تیار ہوں تاکہ

کسی طرح میرا ایمان بچ جائے۔ انہوں نے سوچا کہ روئے زمین پر کوئی بھی ایسا آدمی نہیں ہوگا جسے میری طرح دشوار گزار گھاٹیاں درپیش ہوں ان گھاٹیوں کو عبور کر کے ہی میں محبوب حقیقی کے دربار تک رسائی حاصل کر سکتا ہوں اور اگر میں اس گھاٹی کو عبور نہ کر سکا تو ایک لمبے عرصہ تک میں سزا میں مبتلا رہوں گا آخر کار اس نے اپنے مریدوں سے کہا کہ مجھے ایک سخت مشکل درپیش ہے۔ میں اب جلدی ملک روم میں جانا چاہتا ہوں تاکہ مجھے جلدی اس خواب کی تعبیر معلوم ہو سکے۔ یہ کہہ کر وہ روم کے سفر پر تیار ہو گئے اور ان کے چار صد بااعتبار مرید بھی ان کے ساتھ ہمسفر ہو گئے آخر کعبہ سے نکل کر وہ رات دن سفر کرتے گئے حتیٰ کہ روم کے آخر تک پہنچ گئے۔ گھوم پھر کر تمام ملک کی سیر کی اچانک ایک روز انہوں نے ایک عالی شان محل دیکھا جس کے بالا خانے میں ایک عیسائی لڑکی بیٹھی ہوئی تھی، اگرچہ وہ عیسائی لڑکی تھی مگر اس کے اوصاف بڑے روحانی انداز کے تھے۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت کو اچھی طرح جانتی تھی اور خوبصورت اتنی تھی کہ گویا حسن کے نو آسمان جلال کے برج میں متمکن تھی۔ یعنی وہ جمال اور جلال کی مظہر تھی وہ ایسا سورج تھی جس کو کبھی زوال نہ آئے۔ بلکہ سورج بھی اس کے چہرے کے عکس کے رشک سے اس کی گلی کے عاشقوں سے بھی کہیں زیادہ پیلا پڑ گیا تھا۔

جو بھی اس محبوب کی زلفوں کا دلدادہ ہوا اس نے اس کی زلفوں کے خیال کو بطور زنار کے اپنی گردن میں باندھ رکھا تھا۔ جس نے بھی اپنی زندگی کو اس دلبر کے لبوں پر قربان کرنا چاہا وہ اس میدان میں آنے سے پہلے ہی جان سے ہاتھ دھو بیٹھا جب اس کی زلفوں سے باد صبا معطر ہوتی تو گویا ان سیاہ لڑی زلفوں کی وجہ سے ملک روم، چین پر حملہ آور ہو جاتا تھا (روم استعارہ ہے زلف سے اور چین استعارہ ہے چہرہ سے)

اس کی دونوں آنکھیں عاشقوں کے لئے ایک قیامت تھیں اور اس کی دونوں

بھنویں خوبصورتی میں محراب مسجد بنی ہوئی تھیں۔ جب وہ عاشقوں کی طرف دیکھتی تو بڑی مہارت کے ساتھ آنکھوں کے ایک ہی عشوہ سے ان کی جانیں نکال لیتی تھی۔

ان کے ابروؤں نے گویا چاند کے ارد گرد ایک محراب بنا رکھی تھی اور اس محراب میں بہت سے عاشق لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کی آنکھ کی پتلی جب ذرا حرکت میں آتی تو سینکڑوں آدمیوں کی جان کو شکار کر لیتی تھی۔ اس کا چہرہ اس کی تابدار زلفوں کے نیچے آگ کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔ سارے جہان کو اسکے تروتازہ اور ہرے بھرے لبوں کی پیاس رہتی تھی اس کی مست آنکھوں کے پاس پلکوں کے ہزاروں خنجر موجود تھے۔ جو پیاسا اس چشمہ کی طرف آتا اس کے دل میں ہر ایک پلک سے ایک خنجر پیوست ہو جاتا تھا۔ اس کا منہ اتنا تنگ تھا کہ بات کو بھی گزرنے کے لئے راستہ نہیں ملتا تھا اس لئے اس کی باتوں سے کوئی لطف اندوز نہیں ہو سکتا تھا اس کے منہ کی شکل سوئی کے ناکہ کی طرح تھی یعنی اس کا منہ بہت ہی چھوٹا تھا۔ اور اس کی زلفیں انار کی طرح اس کی کمر پر لٹک رہی تھیں اس کی ٹھوڑی میں چاندی کا ایک کنواں تھا اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کی طرح اس کے سانس زندگی بخش تھے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرح ہزاروں دل خون میں ڈوبے ہوئے اس کنوئیں میں الٹے پڑے تھے۔ اس کے بالوں میں سورج کی طرح کے موتی جڑے ہوئے تھے اور کالے بالوں کا برقع اس کے چہرہ پر تھا۔ وہ عیسائی لڑکی جب اپنے برقع کو اوپر اٹھاتی تو شیخ صنعان کا جوڑ جوڑ آگ میں جلنے لگتا اور جب وہ اس برقع کے نیچے سے اپنا چہرہ باہر نکالتی تو اپنے ایک ہی بال سے شیخ صنعان کو سینکڑوں زنار میں جکڑ لیتی تھی اگرچہ شیخ صنعان نے نظر ہٹانے کی بہت کوشش کی تاکہ وہ اس مصیبت سے بچ جائے لیکن عیسائی لڑکی کا حسن اپنا کام کر چکا تھا۔ چنانچہ شیخ صنعان کیچڑ میں پھنس گیا اور اس کے پاؤں پھسل گئے۔ اور وہ گر پڑا۔ گویا وہاں آگ پڑی تھی اور شیخ صنعان اس آگ میں گر پڑے تھے۔ ان کے پاس جو کچھ تھا سب ہاتھوں سے نکل گیا

اور وہ کورے کے کورے رہ گئے سب ولایت نکل گئی اور ان کا دل عشق کی آگ سے دھواں ہی دھواں بن گیا۔ لڑکی کے عشق نے ان کی زندگی کو تباہ و برباد کر دیا۔ اس لڑکی نے شیخ کے ایمان پر اپنی زلف کے کفر کو انڈیل دیا چنانچہ شیخ صنعان اپنے ایمان کو ہاتھ سے دے بیٹھے اور عیسائیت کو اپنا لیا۔ اپنی عاقبت کو بیچ ڈالا اور ذلت و رسوائی کو خرید لیا۔ ان کے جان و دل پر عشق غالب آگیا وہ اپنے دل سے ناامید اور اپنی جان سے سیر ہو گئے انہوں نے کہا جب میرا دین ہی اب نہیں رہا تو پھر مجھے اب دل کی کیا ضرورت ہے؟ کیونکہ عیسائی لڑکی کا عشق کوئی خالہ جی کا گھر نہیں ہے یہ بڑے جان جوکھوں کا کام ہے۔ جب مریدوں نے شیخ صنعان کی یہ حالت دیکھی تو وہ سمجھ گئے کہ سنگ آمد وگراں آمد (بھاری پتھر آن گرا ہے) وہ سب حیران و پریشان ہو گئے اور سب کے سب سرنگوں اور سرگرداں ہو گئے۔ وہ انہیں سمجھانے لگے کہ تم یہ کوئی اچھا کام نہیں کر رہے ہو مگر جو ہونا تھا وہ ہو چکا تھا اب اس پند و نصیحت کا کیا فائدہ تھا؟ ہر چند مریدوں نے نصیحتیں کیں کہ یہ عشق چھوڑ دو مگر شیخ پر کوئی اثر نہ ہوا کیونکہ اس کا مرض لاعلاج تھا۔ بقول مرزا غالب۔

یہ کہاں کی دوستی ہے کہ بنے ہیں دوست ناصح
کوئی غمگسار ہوتا کوئی چارہ ساز ہوتا

پریشان حال عاشق پر نصیحتوں کا کیا اثر ہو سکتا ہے؟ جبکہ درد الٹا علاج کو جلا دینے والا تھا تو پھر وہ علاج کو کیسے قبول کرتا؟

شیخ صاحب رات دن بالا خانے کی طرف دیکھتے رہتے تھے اور اس قدر مبہوت ہو چکے تھے کہ منہ کھلے کا کھلا رہ گیا تھا۔ رات کو جب چراغ جلتے تو گویا اس غمناک بڈھے (شیخ صنعان) کے دل کو آگ لگ جاتی تھی یعنی ساری رات وہ عشق کی آگ میں جلتے رہتے تھے پہلی ہی رات میں شیخ صنعان کا عشق ایک سے سو درجے تک جا پہنچا۔ اور وہ اپنے آپ میں نہ رہے بیخود سے ہو گئے۔ ان کا دل اپنے آپ سے اور تمام جہان سے اچاٹ

اور بیزار ہو گیا تھا۔ انہوں نے اپنے سر پر مٹی ڈال لی اور گریہ و زاری شروع کر دی انہیں ایک لحہ کے لئے بھی چین و قرار نہ تھا وہ عشق کے ہاتھوں تڑپتے رہتے تھے اور زار و قطار روئے جا رہے تھے۔

جب ان کا کفر گناہ کے نیچے اس طرح پوشیدہ ہو گیا جس طرح سیاہ گہرائی کے اندر تاریک رات چھا جاتی ہے تو انہوں نے کہا "یارب آج کی رات ختم کیوں نہیں ہوتی؟ کیا آج آسمان کی شمع یعنی سورج نے اپنا کام چھوڑ دیا ہے؟۔

میں نے لمبی لمبی راتیں عبادت اور ریاضت میں گزار دی ہیں مگر آج کی رات تو پہلی تمام راتوں سے بھی لمبی معلوم ہوتی ہے اس رات کے ختم ہونے کا کوئی اتہ پتہ نہیں چلتا۔ اب شمع کی طرح جلنے کی مجھ میں طاقت نہیں رہی اور میرے جگر پر دل کے خون کے بغیر اور کوئی چمک نہیں ہے یعنی اب میرا جگر خون خون ہو گیا ہے۔ عشق کی تپش اور سوزش مجھے ہلاک کئے جا رہی ہیں۔ راتیں مجھے جلاتی ہیں اور دن مجھے تباہ و برباد کرتے ہیں۔ ساری رات میں شبخون کی حالت میں رہتا ہوں اور سر سے لے کر پاؤں تک خون میں ڈوبا ہوا رہتا ہوں۔ ایک رات میں مجھ پر سینکڑوں شبخون مارے جاتے ہیں۔ میں نہیں جانتا اب میرا دن کیسے گزرے گا؟ جس آدمی کی ایک رات اتنی مشکل سے گزرے باقی زندگی میں اسے کس قدر جگر سوزی کرنی پڑے گی۔ میں تو رات اور دن سوزش اور جلن میں مبتلا رہتا ہوں گویا میرا دن بھی رات کی طرح تاریک ہو چکا ہے جس دن میری تقدیر لکھی جاتی رہی تھی گویا مجھے آج کی رات کے لئے ہی پیدا کیا گیا تھا۔ یارب! کیا آج کی رات کے بعد دن نہیں ہو گا؟ کیا اب آسمان کی شمع یعنی سورج روشن نہیں ہو گا؟ یارب آج کی رات کی جو علامتیں ہیں کیا یہ رات قیامت کا نمونہ نہیں ہے؟ کیا میری آہوں سے آسمان کی شمع (سورج) بجھ گئی ہے؟ یا میرے دلبر کے شرم و حیا سے سورج اوٹ میں چلا گیا ہے؟ یہ رات بہت لمبی ہے اور اس کے بالوں کی

طرح سیاہ بھی ہو گئی ہے ورنہ لوگ اس کے چہرے کے فراق میں سینکڑوں بار مر جاتے۔

میں آج کی رات عشق کے سودا میں جل رہا ہوں میں عشق کے ولولے اور جوش و خروش کی طاقت نہیں رکھتا۔ اب میری اتنی عمر کہاں ہے جو میں اپنے غم کو بیان کروں۔ یا میں اپنے غم میں گریہ وزاری کروں؟ یعنی عمر ختم ہو جائے گی مگر میری گریہ و زاری ختم نہیں ہو گی۔ غم بیان کرنے کے لئے اور گریہ وزاری کرنے کے لئے یہ عمر ناکافی ہے۔ اب میں اتنا صبر بھی نہیں کر سکتا کہ خاموش ہو جاؤں یا مردوں کی طرح موت کا پیالہ پی لوں۔ تاکہ جان چھوٹ جائے اور نہ رہے بانس نہ بجے بانسری۔

اتنا بخت بھی نہیں ہے کہ اب عقل مند ہو جاؤں اور عشق سے باز آجاؤں نہ ہی اتنی خوش قسمتی ہے جو اس کے عشق میں میری مدد کرے۔ اتنا عقل بھی نہیں ہے کہ اپنے علم سے کام لے کر عشق سے باز آجاؤں۔ یا عقل سے کام لے کر اپنی سابقہ حالت پر آجاؤں۔ اب میرے ہاتھ کہاں ہیں کہ میں اپنے سر پر مٹی ڈالوں یا خاک و خون کے نیچے سے اپنا سر باہر نکالوں؟ اب میرے وہ پاؤں بھی نہیں ہیں کہ میں یار کے کوچہ کو ڈھونڈوں اور میری ایسی آنکھیں کہاں ہیں کہ میں اس کے چہرے کو دوبارہ دیکھ سکوں؟ میرا یار بھی ایسا نہیں ہے کہ اس غم میں میری دلداری کرے نہ ہی کوئی ایسا دوست ہے جو ایک لمحہ کے لئے میری دستگیری کرے۔ مجھ میں وہ طاقت بھی نہیں رہی کہ دل کھول کر گریہ وزاری کر سکوں۔ اب وہ عقل بھی نہیں رہی کہ میں ہوش سے کام لوں۔ اب میرا صبر بھی گیا عقل بھی گئی اور یار بھی گیا۔ یا اللہ! یہ کیسا درد ہے؟ یہ کیسا عشق ہے؟ اور یہ کیسا کام آن پڑا ہے؟

مریدوں کا شیخ کے پاس جمع ہونا اور اسے نصیحت کرنا

تمام مرید، شیخ صنعان کی گریہ وزاری سن کر رات کو اس کی ہمدردی کے لئے اکٹھے ہو کر آئے۔ ایک ہم نشین نے کہا اے شیخ! اٹھو اور اس وسواس کو دل سے دھو ڈالو۔ شیخ نے اسے جواب دیا اے بے خبر! آج رات میں نے جگر کے خون سے سو بار غسل کیا ہے دوسرے مرید نے کہا کہ شیخ صاحب! آپ کی تسبیح کہاں گئی؟ تسبیح کے بغیر تمہارا کام کیسے درست ہو سکتا ہے؟ شیخ نے جواب دیا کہ میں نے تسبیح کو اس لئے پھینک دیا ہے تاکہ میں اپنی کمر پر زنار باندھ سکوں۔ دوسرے مرید نے کہا اے بوڑھے پیر! اٹھو اور خلوت میں خدا کو سجدہ کرو۔ شیخ نے کہا میں نے ننگ و ناموس سے توبہ کر لی ہے تاکہ میں ان پابندیوں سے آزاد ہو جاؤں۔ ایک اور مرید نے کہا اے دانائے راز! اٹھو اور خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرو۔ شیخ نے کہا محبوب کے ابرو کا محراب کہاں ہے؟ میری نماز وہیں ادا ہوتی ہے ایک اور مرید نے کہا یہ باتیں چھوڑو۔ اٹھو اور خلوت میں خدا کو سجدہ کرو۔ شیخ نے کہا اگر میرے محبوب کا چہرہ یہاں ہے تو پھر مجھے اس کے آگے سجدہ کرنا روا ہے ورنہ نہیں۔ ایک اور مرید نے کہا اے شیخ تمہارے دل میں ذرا بھر پشیمانی نہیں ہے اور نہ ذرہ بھر مسلمانی کا درد ہے۔ شیخ نے جواب دیا مجھ سے زیادہ اور کون پشیمان ہو گا؟ میں سخت پچھتا رہا ہوں کہ میں اس سے پہلے عاشق کیوں نہ ہوا؟ ایک اور مرید نے کہا کہ شیطان نے تمہیں گمراہ کیا ہے اور اس نے اچانک ذلت اور رسوائی کا تیر تیرے دل پر مارا ہے شیخ نے جواب دیا کہ شیطان کہاں ہے جس نے مجھے گمراہ کیا؟ اسے کہو کہ اور اچھی طرح پھرتی اور چستی کے ساتھ مجھے گمراہ کرے ایک اور مرید نے کہا کہ جو بھی واقف آدمی ہمیں ملتا ہے وہ ہمیں یہی کہتا ہے کہ کتنا بڑا پیر گمراہ ہو گیا ہے شیخ نے جواب دیا کہ مجھ نام و ننگ کی کوئی ضرورت نہیں ہے میں نے مکھ و فریب کے شیشہ کو پتھر سے توڑ ڈالا ہے۔ ایک اور مرید نے کہا کہ تیرے پرانے دوست تم پر ناراض ہیں

اور تجھ سے کبیدہ خاطر ہیں اور تیری حالت کو دیکھ کر ان کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا ہے شیخ نے جواب دیا اگر عیسائی لڑکی مجھ پر خوش ہے تو پھر مجھے دوسرے لوگوں کے ناراض ہونے کی کیا فکر ہے؟ ایک اور مرید نے کہا کہ آپ ہمارے ساتھ دوبارہ مل جائیں تاکہ ہم آج رات کو تمہیں واپس کعبہ میں لے جائیں شیخ نے کہا اگر کعبہ نہیں تو بت خانہ تو ہے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ میں کعبہ میں عقل مند ہوں تو بت خانہ میں دیوانہ ہوں یعنی مجھے یہ دیوانگی پسند ہے۔

ایک دوسرے مرید نے کہا کہ ابھی واپسی کا ارادہ کر کے ہمارے ساتھ چلو کعبہ شریف میں جاکر بیٹھ جانا اور اپنے گناہوں کی معافی مانگنا، شیخ نے جواب دیا کہ میں اپنے محبوب کے آستانہ پر معافی مانگ لونگا تم میری جان چھوڑو۔ ایک اور مرید نے کہا کہ جس راستہ پر تم چل رہے ہو اس پر تو دوزخ ہے اور مرد کو دوزخ کا راستہ اختیار نہیں کرنا چاہئے۔ شیخ نے جواب دیا کہ اگر دوزخ میرے ہمراہ ہو جائے تو میری ایک ہی آہ سے سات دوزخ بھی جل کر بھسم ہو جائیں گے ایک اور مرید نے کہا کہ بہشت کی امید پر توبہ کرو اور اس غلط اور برے کام سے باز آجاؤ شیخ نے جواب دیا کہ جب بہشت کے چہرے والا یار ہو تو پھر اس کی گلی ہی میرے لئے بہشت ہے ایک اور مرید نے کہا کہ خدا سے شرم کرو اور اب اللہ تعالیٰ سے صلح کر لو شیخ نے جواب دیا کہ یہ عشق کی آگ مجھ میں کس نے ڈالی ہے؟ میں اب خود اس سے نہیں نکل سکتا۔ ایک دوسرے مرید نے کہا کہ اٹھو اور آرام سے باقی زندگی گزارو دوبارہ ایمان لاؤ۔ اور مومن بن جاؤ۔ شیخ نے کہا کہ مجھ حیران و پریشان آدمی سے کفر کے بغیر اور کسی چیز کی امید نہ رکھو جو کافر ہو چکا ہے اس سے اب مومن ہونے کی توقع نہ رکھو۔ جو کچھ مجھ پر گزری ہے مجھے اس سے معذور سمجھو جب اللہ تعالیٰ کو سب کچھ کا علم ہے تو وہ مجھ سے جواب طلبی نہ کرے گا۔ الغرض تمام احباب نے ازراہ شفقت اسے نصیحتیں کیں مگر شیخ پر کسی کی نصیحت کا اثر نہ ہوا۔

جب شیخ پر تمام نصیحتیں رائیگاں گئیں تو وہ سب اس کی ہمدردی اور خیر خواہی سے خاموش ہو گئے۔ بہر حال ان کا دل خون سے لبریز ہو گا اور وہ یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ اب دیکھیں پردۂ غیب سے کیا ظہور پذیر ہوتا ہے؟ الغرض جب دوسرے دن کا سورج طلوع ہوا تو شیخ صنعان اپنے یار کے کوچہ میں خلوت نشیں ہو گئے اور اس کی گلی کے کتوں سے دل بہلانے لگے۔ اپنے محبوب کے راستہ کی خاک پر اعتکاف میں بیٹھ گئے اور ان کا چاند جیسا چہرہ بال کی طرح سکڑ کر سیاہ ہو گیا وہ تقریباً ایک ماہ تک رات دن اس کے کوچہ میں ہی خلوت نشیں رہے اور محبوب کے چہرے کے سورج کو دیکھنے کے لئے ترس گئے۔ آخر کار وہ محبوب کی جدائی میں بیمار ہو گئے اس کے باوجود وہ اس کے آستانے سے چمٹے رہے۔ اور اس کے آستانہ سے سر نہ اٹھایا۔ اس محبوب کی گلی کی خاک ان کا بستر تھا اس کے دروازے کی چوکھٹ ان کا تکیہ تھا چونکہ وہ محبوب کی گلی سے جانے کا نام نہیں لیتے تھے اس لئے عیسائی لڑکی کو بھی ان کے عاشق ہونے کا علم ہو گیا۔ تاہم وہ انجان بن کر ان کے پاس آئی اور انہیں کہا اے بڈھے تم کیوں بیقرار اور پریشان رہتے ہو؟ تم شراب پینے والوں کی گلی میں کیوں مست پھرتے ہو؟ اور زاہد عابد ہونے کے باوجود عیسائیوں کی گلی میں کیوں چکر لگاتے ہو؟ اگر تم میری زلفوں کے جال میں پھنس گئے ہو تو اس کا انجام دیوانگی ہی ہو گا۔ شیخ نے اسے جواب دیا جب تو نے مجھے زبوں حالت میں دیکھا ہے تو لا محالہ تو نے ہی میرا دل چرایا ہے اس لئے یا تو مجھے دل واپس کر دو یا میری بن جاؤ۔ میری عاجزی کو دیکھو زیادہ غرور نہ کرو۔ ناز اور انداز کو چھوڑو اور مجھ عاجز بوڑھے اور ضعیف آدمی کی طرف دیکھو۔ اے محبوبہ! جب میرا عشق سطحی اور سرسری عشق نہیں ہے تو پھر یا میرا سر میرے تن سے الگ کر دو یا میری بن جاؤ۔ اگر تو حکم دے تو میں اپنی جان قربان کرنے کے لئے تیار ہوں۔ ہاں اگر تیری مرضی ہو تو پھر تو اپنے لبوں سے مجھے دوبارہ زندہ کر سکتی ہے۔ اے محبوبہ تیرے لبوں اور تیری زلفوں

کے ساتھ ہی میرا نفع اور نقصان وابستہ ہے تیرا چہرا اور تیری گلی ہی میرا مقصد حیات ہے۔ تم اپنی زلفوں کے خم میں مجھے نہ جکڑو اور اپنی مست آنکھوں سے مجھے مدہوش نہ کرو۔ تیری وجہ سے ہی میرا دل آگ کی طرح گرم ہے اور میری آنکھیں بادل کی طرح اشکبار ہیں اور میں تیری وجہ سے ہی بے کس۔ بے یار اور بے صبر بن چکا ہوں۔ اے میری جان میں نے تیرے بغیر سارے جہان کو بیچ دیا ہے یعنی سارے جہان کو چھوڑ چکا ہوں۔ میں نے اپنی جیب کو تیرے عشق سے سی دیا ہے یعنی تیرے عشق کو دل کی جیب میں ڈال کر جیب کو اوپر سے سی دیا ہے۔ میں اپنی آنکھوں سے بارش کی طرح آنسو ٹپکا رہا ہوں۔ کیونکہ تیرے بغیر میں اپنی آنکھوں سے یہی توقع رکھتا ہوں۔ آنکھوں کی وجہ سے دل بھی ماتم کر رہا ہے۔ تیرا چہرہ تو میری آنکھوں نے دیکھا ہے مگر تیرے غم میں میرا دل کیوں پھنس گیا ہے؟

آنکھ نے تو آنکھ دیکھی اس لئے زاری میں ہے

دل نے کیا دیکھا کہ بن دیکھے گرفتاری میں ہے

جو کچھ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے وہ کسی نے نہیں دیکھا۔ اور جو کچھ دل کے ہاتھوں مجھے مصیبت دیکھنی پڑی ہے وہ اور کس نے دیکھی ہے؟ مجھے اپنے دل سے خون دل کے بغیر اور کچھ حاصل نہیں ہوا۔ میں کب تک دل کا خون پیتا رہوں گا جبکہ اب دل بھی نہیں رہا؟ اب مزید مجھ مسکین کی جان کو تکلیف نہ دو اور اب میری خوشی کو لاتیں نہ مارو، تیری انتظار میں ایک زمانہ بیت چکا ہے اگر کبھی وصل نصیب ہو جائے تو میری بھی زندگی سنور جائے گی میں ہر رات کو تجھے دیکھنے کے لئے گھات لگا کر بیٹھتا ہوں۔ تیرے کوچے میں تیری خاطر میں اپنی جان کی بازی لگاتا ہوں، میں اپنا چہرہ تیرے دروازے کی خاک پر رکھ کر جان دینا چاہتا ہوں اور اپنی جان مٹی کے بھاؤ پر سستی دے رہا ہوں۔ میں کب تک تیرے دروازے پر روتا رہوں گا۔ مہربانی کر کے

اب دروازہ کھول دے۔ اور ایک لحظہ کے لئے مجھے اپنے ساتھ خلوت میں بٹھا۔ تو سورج ہے میں کس طرح تجھ سے دور رہ سکتا ہوں؟ میں تیرا سایہ ہوں تیرے بغیر کیسے صبر کروں؟ میں اگرچہ اضطراب اور پریشانی میں سایہ کی طرح بن چکا ہوں تاہم تیری کھڑکی سے سورج کی طرح چمکنا چاہتا ہوں۔ اگر تم مجھ سرگشتہ اور پریشان کے پاس آ جاؤ تو میں خوشی سے ساتوں آسمانوں کو اپنے پروں کے نیچے سمجھوں گا۔ میں جلی ہوئی جان کے ساتھ مٹی میں جا رہا ہوں میں نے اپنی آہ کی آگ سے سارے جہان کو آگ لگا دی ہے۔ تیرے عشق کی وجہ سے میرے پاؤں کیچڑ میں پھنس چکے ہیں اور تیرے شوق میں میرا ہاتھ دل پر ہی رہتا ہے۔ تیرے چہرہ کو دیکھنے کے شوق میں میری جان میرے بدن سے نکل چکی ہے۔ کب تک تو میرے پاس رہنے کے باوجود مجھ سے پوشیدہ رہے گی؟

لڑکی نے اسے کہا اے زمانے کے گھونگے! اپنی موت کے لئے مشک کافور اور کفن تیار کرو اور عاشقانہ باتیں کرنے سے شرم کرو۔ جب تیری عمر کا پیمانہ لبریز ہونے کو ہے تو اب میرے ساتھ رہنے کی باتیں نہ کرو۔ اب تم بوڑھے ہو چکے ہو اس لئے عشق بازی کو چھوڑو۔ اس وقت میرے ساتھ عشق کرنے کی بجائے تمہیں اپنے کفن کی فکر کرنی چاہیے۔ اب تم بڑھاپے کی وجہ سے ایک روٹی کے لئے بھی محتاج ہو لہٰذا اب عشق بازی نہ فرماؤ۔ تمہاری جوانی گزر گئی، پنجابی زبان میں کہتے ہیں۔

عمراں نال ای گھمراں ہوندیاں نیں

اب تم مجھے کیسے اپنی ملکہ بنا سکتے ہو؟ اب تمہارا پیٹ بھر چکا ہے روٹی کھانے کا خیال چھوڑو شیخ صنعان نے اسے کہا "اے پیاری! اگر تو اور بھی مجھے ہزاروں طعنے دے پھر بھی مجھے تیرے عشق کے سوا اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے عشق کے لئے جوان اور بوڑھے کی کوئی شرط نہیں ہے۔ جس دل پر بھی عشق حملہ کر دیتا ہے وہ اپنی تاثیر دکھاتا ہے۔ لڑکی نے کہا اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو پھر مذہب اسلام کو چھوڑ دو

کیونکہ جو اپنے یار کا ہم رنگ یعنی ہم مذہب نہیں ہوتا اس کا عشق محض نمائشی ہوتا ہے۔ شیخ صنعان نے اسے کہا تم جو کچھ کہو گی میں وہی کرونگا اور جو بھی فرمائے گی میں اسی پر عمل کرونگا اے چاندی کے جسم والی محبوبہ! میں تیرا غلام بن چکا ہوں اب اپنی زلفوں کا حلقہ میرے کان میں ڈال دے۔ لڑکی نے کہا اگر تم جوان مرد ہو تو تمہیں چار کام کرنے پڑیں گے۔ سب سے پہلے بت کو سجدہ کرو۔ دوسرے قرآن کو جلادو۔ تیسرے شراب پیو اور چوتھے مذہب اسلام کو ترک کر دو، شیخ صنعان نے کہا کہ میں شراب تو پی لونگا لیکن باقی تین کام میں نہیں کر سکتا آپ کے حسن و جمال کی خاطر شراب پی سکتا ہوں مگر دوسرے تین کام نہیں کر سکتا۔ لڑکی نے کہا اچھا تو پھر اٹھو میرے ساتھ آؤ اور شراب پیو۔ جب تم شراب پی لو گے تو پھر میرے عشق میں مست ہو جاؤ گے۔

شیخ صنعان کا لڑکی کے ساتھ بت خانہ میں جانا اور شراب پی کر بیخود ہو جانا

چنانچہ عیسائی لوگ شیخ صنعان کو بت خانہ میں لے گئے اور شیخ کے تمام مرید آہ و فغاں کرنے لگ گئے۔ وہاں جاکر شیخ نے دیکھا کہ عیسائیوں کی مجلس سجی ہوئی ہے اور میزبان لڑکی کا حسن پورے عروج پر ہے چنانچہ عشق کی آگ نے شیخ کی ولایت کو جلا ڈالا۔ اور عیسائی لڑکی کی زلف اپنا کام کر گئی۔ شیخ میں اب ذرہ بھر عقل نہ رہی تھی اور نہ ہی اسے کچھ ہوش تھی۔ بس شیخ نے وہاں جاکر ایک آہ سرد بھری اور اپنے یار کے ہاتھوں سے شراب کا پیالہ لے کر غٹا غٹ پی لیا۔ اور اس طرح اپنی مسلمانی پر پانی پھیر دیا جب شراب اور یار کا عشق ایک جگہ جمع ہو گئے تو اس معشوق کا عشق شیخ کے دل میں پہلے سے ہزاروں گنا اور بڑھ گیا جب شیخ نے ایک طرف شراب کو دیکھا اور دوسری طرف اپنی محبوبہ کے چمکدار ہنستے ہوئے دانتوں کو دیکھا تو اس نے یوں محسوس کیا کہ

جواہرات گویا ڈبے میں پوشیدہ ہیں۔ عشق کی آگ اس کے دل میں اور بھڑک اٹھی اور خون کا سیلاب اس کی پلکوں کی طرف اٹد آیا۔ اس نے شراب کا ایک اور پیالہ لے کر چڑھالیا گویا اس نے محبوب کی زلفوں کا حلقہ اپنے کان میں ڈال لیا یعنی وہ اس کا غلام بن گیا شیخ صاحب کو سو کے قریب دینی کتابیں یاد تھیں اور بہت سے اساتذہ سے قرآن بھی حفظ کیا ہوا تھا۔ مگر جونہی شراب، پیالہ میں سے اس کی ناف میں پہنچی تو اس کے تمام دعوے ختم ہو گئے صرف لاف ہی لاف باقی رہ گئی۔ جو کچھ اسے یاد تھا سب بھول گیا۔ جب شراب نے اپنا کام دکھانا شروع کیا تو عقل ہوا بن کر اڑ گئی۔ تمام اسرار باطنیہ کی لذت جو اسے پہلے حاصل تھی۔ اس کے دل کی تختی سے مٹ گئی۔ اب اس کے دل پر صرف اپنے دلبر کا عشق ہی عشق کندہ ہو گیا اس کے علاوہ سب کچھ صاف ہو گیا۔ جب شیخ صاحب پوری طرح بدمست ہو گیا تو عشق بھی پورے زور و شور کے ساتھ چڑھ آیا اور اس کا دل عشق کی مستی سے اس طرح جوش میں آگیا جس طرح دریا جوش میں آجاتا ہے ایک طرف اسے اپنا محبوب نظر آیا دوسری طرف شراب اس کے ہاتھ میں تھی اور تیسرے وہ بدمست بھی ہو چکا تھا۔ چنانچہ شیخ ایک دم آپے سے باہر ہو گیا اس کا دل اس کے قابو میں نہیں رہا تھا اور شراب پینے کے بعد اس نے اپنے ہاتھ محبوب کی گردن میں ڈالنے چاہے۔ اس پر لڑکی نے کہا کہ تم عشق میں جوانمرد نہیں ہو۔ عشق میں صرف دعوے ہی دعوے کرتے ہو کوئی کام نہیں دکھاتے۔ عشق اور خیریت دونوں ایک ساتھ نہیں رہ سکتے۔ بلکہ صرف کفر ہی عشق کو برقرار رکھ سکتا ہے اگر تم نے عشق کے میدان میں پکا قدم رکھا ہے تو پھر میری خمار زلفوں والا مذہب بھی اختیار کرو یعنی میری طرح عیسائی بن جاؤ۔ میری زلفوں کی طرح کفر میں قدم رکھو کیونکہ عشق کرنا کوئی سرسری اور سطحی کاروبار نہیں ہوتا اگر میرے ہم مذہب ہو جاؤ یعنی عیسائی بن جاؤ تو پھر تم میری گردن میں ہاتھ ڈال سکتے ہو، اگر تم یہ کام نہیں کر سکتے تو یہ لو اپنا عصا اور

یہ لو اپنی چادر اور اٹھو اپنی راہ لو۔ شیخ چونکہ عشق میں از کار رفتہ ہو چکا تھا اس لئے اپنے دل کو غفلت سے تقدیر کے تابع کر چکا تھا۔ شیخ کی سابقہ حالت کچھ اور تھی اس میں ذرہ بھر اپنی ہستی کا غرور نہ تھا مگر اب جبکہ وہ عاشق بن گیا اور مست بھی ہو گیا تو وہ اپنے روح اور اپنی عقل سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اسے اپنے آپ کی کوئی ہوش نہ رہی اور وہ ذلیل ورسوا ہو کر رہ گیا۔ اب اسے کسی بات کا خدشہ نہ تھا اور بے دھڑک عیسائی بن گیا۔ شراب چونکہ بہت پرانی تھی اس لئے وہ اپنا کام کر گئی اور شیخ صاحب پُرکار کی طرح سرگشتہ اور پریشان ہو کر رہ گیا۔ ایک طرف پرانی شراب تھی دوسری طرف عشق جوان تھا۔ تیسرے محبوب سامنے تھا بھلا ان حالات میں صبر کہاں ہو سکتا ہے؟ وہ بوڑھا شیخ صنعان بری طرح پریشان حال ہو چکا تھا اور شراب کے نشہ میں اس کی حالت مزید خراب ہو گئی تھی۔ جب عاشقی اور شراب کی مستی اکٹھے ہو جائیں تو پھر سب کچھ ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔

شیخ نے کہا اے محبوبہ! میں اب بالکل بے جان ہو چکا ہوں آخر تو مجھ بیدل سے اب اور کیا چاہتی ہے؟ بتا تا تو سہی۔ اگرچہ میں نے ہوش کی حالت میں بت پرستی اختیار نہیں کی تھی مگر اب میں مست ہو چکا ہوں اس لئے تیرے سامنے قرآن کو جلاتا ہوں لڑکی نے اسے کہا اگر تم یہ کام کر دکھاؤ تو پھر تم میرے ہو اور میرے ساتھ میٹھی نیند کے مزے لینا۔ پھر تم میرے لائق ہو جاؤ گے۔

اس سے پہلے تم کچے اور خام تھے اب جب تم پختہ ہو گئے ہو تو مزے کی زندگی بسر کرو والسلام۔ جب عیسائیوں کو پتہ چلا کہ شیخ صنعان نے ہمارا مذہب اپنا لیا ہے یعنی عیسائی بن گیا ہے تو وہ اسے اپنے بت خانہ میں لے گئے اور اسے کہا کہ یہ لو زنار باندھ لو۔ چنانچہ شیخ نے زنار باندھ لیا اور اپنے جبے کو آگ میں پھینک دیا پھر وہ مذہب اسلام سے برگشتہ ہو گیا نہ اسے کعبہ کا کچھ خیال رہا اور نہ ہی اپنی سابقہ ولایت کو دھیان میں رکھا چنانچہ سالہا سال تک ایک درست عقیدہ والا اور پختہ مومن عشق کے ہاتھوں ایمان

سے ہاتھ دھو بیٹھا۔ اس پر شیخ نے کہا کہ عشق کے ہاتھوں مجھ درویش کو ذلیل ہونا پڑا ہے اور ایک عیسائی لڑکی کا عشق اپنا کام کر گیا ہے۔ بہر حال اے محبوبہ! تو جو بھی مجھے حکم دے گی میں اس پر عمل کرونگا جو کچھ میں کر چکا ہوں اگر اس سے بھی بدتر کام کا حکم دے گی تو اس پر بھی عمل کرونگا، جب تک میں ہوش میں تھا تو میں نے بت پرستی نہیں کی مگر اب جب میں شراب پی کر مست ہو گیا ہوں تو میں نے بت پرستی بھی کی ہے۔ بہت سے ایسے لوگ ہیں جو شراب کی وجہ سے دین کو چھوڑ بیٹھتے ہیں اسی لئے شراب کا نام "ام الخبائث" رکھا گیا ہے یعنی یہ تمام گناہوں کی ماں ہے۔ شیخ نے مزید کہا کہ اے محبوبہ! اب باقی کیا رہ گیا ہے؟ جو کچھ تو نے کہا میں نے اسے پورا کیا اب بتا اور کونسی چیز رہ گئی ہے؟ اس عشق کی وجہ سے میں شراب پی چکا ہوں اور پھر بت کی پرستش بھی کر چکا ہوں خدا کرے جو کچھ مجھے عشق کی وجہ سے دیکھنا پڑا ہے اسے اور کوئی نہ دیکھے۔ میری طرح عشق کی وجہ سے اور کوئی بھی دیوانہ نہیں ہوا اور میری طرح عشق کے ہاتھوں اور کوئی بوڑھا آدمی اس قدر ذلیل و رسوا نہیں ہوا۔ پچاس سال کے لگ بھگ میرے دل میں اسرار باطنیہ کا دریا موجزن رہا ہے عشق کا ایک ذرہ آیا اور سب کچھ کو میرے دل سے دھو ڈالا۔ عشق نے اس سے بھی زیادہ کیا ہے اور زیادہ کرتا ہے اور یہ عشق ہی ہے جس نے تسبیح کو زنار میں تبدیل کر دیا اور کرتا ہے۔ عقل میں پختہ کار آدمی عشق کا ابجد خواں ہوتا ہے۔ غیب کے رازوں کو جاننے والا عشق میں آکر سرگرداں ہو جاتا ہے یہ تو ابھی ہم پر تھوڑی سی مصیبت آئی ہے پتہ نہیں ابھی اور کیا کیا مصیبت آئے گی؟

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا؟
دیکھئے آگے آگے ہوتا ہے کیا؟

اے پیاری! چونکہ تیرا وصال ہی اصل مسئلہ ہے اس لئے میں نے جو کچھ بھی کیا ہے وہ تیرے وصل کی امید پر ہی کیا ہے۔ میں تیرا وصال چاہتا ہوں اور تیری دوستی کا خواہاں

ہوں۔ آخر کب تک تو مجھے اپنی جدائی میں جلاتی رہے گی؟

اس لڑکی نے کہا اے بڈھے عاشق میری حق مہر تو بہت زیادہ ہے اور تو بالکل فقیر ہے۔ تیرے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے۔ جبکہ مجھے حق مہر میں کافی سونا چاندی چاہئے۔ تمہارا رنگ جو عشق میں سونے کی طرح پیلا پڑ چکا ہے بھلا حق مہر کی رقم ادا کئے بغیر تیرا کام کس طرح بن سکتا ہے؟ جبکہ تیرے پاس پھوڑی کوڑی بھی نہیں ہے تم اپنی راہ لو اور جاؤ۔ اے بڈھے کھانے پینے کا خرچہ مجھ سے لو اور میری جان چھوڑو۔ یعنی چلے جاؤ۔ سورج کی طرح اکیلے چلتے بنو۔ مردوں کی طرح صبر کرو اور مرد بنو شیخ نے کہا کہ اے سیرو کے قدوالی اور چاندی کے پہلوؤں والی محبوبہ! تمہیں اپنے وعدہ پر پکا رہنا چاہئے۔ تیرے عشق میں جو کچھ میرے ساتھ ہونا تھا وہ ہو گیا۔ اور کفر و اسلام یا نفع و نقصان میں سے جو میں نے پانا تھا پا لیا۔ آخر تو اپنے انتظار میں کب تک مجھے بے قرار رکھے گی؟ تو نے میرے ساتھ ایک وعدہ کیا تھا کہ یہ شرطیں پوری کرو میں نے وہ شرطیں پوری کر دی ہیں لہٰذا تم اپنا وعدہ پورا کرو، میرے تمام مرید مجھ سے بدظن ہو گئے ہیں اور میرے دشمن بن کر میرے بر خلاف ہو گئے ہیں۔ تیری حالت یہ ہے اور میرے مریدوں کی حالت یہ ہے کہ اب بتا میں کیا کروں؟ اب میرے پاس دل ہے نہ جان۔ تو ہی بتا میں کیا کروں؟ جاؤں تو جاؤں کہاں؟ محبوبہ! اگر تیرے ساتھ مجھے دوزخ میں جانا پڑے تو یہ بھی مجھے پسند ہے۔ بجائے اس کے کہ میں تیرے بغیر بہشت میں جاؤں۔

آخر کار جب شیخ نے اس طرح کی باتیں کہیں تو اس محبوبہ کا دل بھی شیخ کے درد و غم سے بھر آیا اور وہ رونے لگی اے میرے عاشق ناتمام! میری حق مہر یہ ہے کہ تم ایک سال تک میرے سور چراؤ۔ جب سال گزرے گا تو میں تم سے شادی کر لوں گی۔ اور ہم دونوں دکھ سکھ میں ایک دوسرے کے شریک ہوں گے۔ شیخ نے اپنی محبوبہ کے حکم کو آمنا و صدقنا کہا کیونکہ محبوبہ کے حکم سے سر تابی نہیں کی جا سکتی۔ الغرض شیخ صنعان،

جو کعبہ کے بزرگ تھے اور بہت بڑے پیر بھی تھے ایک سال تک سور چرانے کی شرط کو مان گئے۔ دراصل ہر آدمی کے وجود میں سینکڑوں سور (خواہشات نفسانی) ہوتے ہیں اس لئے یا تو اس سور کو مارنا چاہئے یا زنار باندھ لینی چاہیئے۔ تم سمجھتے ہو کہ اس قسم کے خطرات سے صرف شیخ صنعان کو واسطہ پڑا تھا اور بس حالانکہ ہر ایک آدمی کو جب وہ سلوک کی راہ پر چلتا ہے تو اس قسم کے خطرات سے واسطہ پڑتا ہے۔ اگر تمہیں اپنے سور کا پتہ نہیں ہے تو تو سخت معذور ہے کیونکہ تو ابھی مرد راہ نہیں ہوا۔ اے جواں مرد! جب تم اس راستہ میں قدم رکھو گے تو راستہ میں ہزاروں سوروں اور ہزاروں بتوں کو دیکھ لو گے۔ اپنے سور کو قتل کرو اور عشق کے صحرا میں اپنے اندر کے بت کو جلا ڈالو۔ ورنہ پھر تمہیں بھی شیخ صنعان کی طرح ذلیل و رسوا ہونا پڑے گا قصہ کوتاہ یہ کہ جب شیخ صنعان نے عیسائی مذہب اختیار کر لیا تو سارے ملک روم میں خوشی منائی گئی اور ہر جگہ یہی تذکرہ ہونے لگا۔

مریدوں کا شیخ کو راہ راست پر لانے سے عاجز آنا اور کعبہ کی طرف واپس آنا

آخر کار شیخ صنعان کے تمام مرید عاجز آ گئے اور سخت پریشان ہوئے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ ہمارے شیخ تو عشق میں گرفتار ہو گئے ہیں تو انہوں نے بھی اس کا ساتھ دینا چھوڑ دیا سب کے سب اس کی بدقسمتی کو دیکھ کر اس کے غم میں اپنے سر پر مٹی ڈالتے ہوئے وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان میں سے ایک ذرا عقل مند مرید تھا وہ شیخ سے کہنے لگا کہ ہم آج واپس کعبہ میں جا رہے ہیں آپ کی کیا مرضی ہے؟ ہمیں دل کا راز بتائیں کیا ہم بھی آپ کی طرح عیسائی بن جائیں اور اپنے آپ کو ذلت اور رسوائی کی آماجگاہ بنا لیں؟ ہم آپ کو یہاں تنہا چھوڑنا پسند نہیں کرتے اگر آپ کہیں تو ہم بھی

آپ کی طرح زنار باندھ لیں یا پھر دوسری صورت یہ ہے کہ چونکہ ہم آپ کو اس حالت میں نہیں دیکھ سکتے اس لئے جلدی یہاں سے چلے جائیں اور واپس کعبہ میں جا کر اعتکاف میں بیٹھ جائیں کم از کم آپ کی جو حالت ہم یہاں دیکھ رہے ہیں وہاں پہنچ کر یہ تو نہیں دیکھیں گے۔ شیخ نے کہا کہ میں خود درد و غم میں مبتلا ہوں اس لئے جہاں تمہارا دل چاہے جلدی چلے جاؤ۔ جب تک میری زندگی ہے میری جگہ یہی بت خانہ ہے اور میرے لئے یہی عیسائی لڑکی ہی روح افزا کافی ہے اور بس۔ تم میرے غم کو چونکہ نہیں جانتے اس لئے میری طرف سے تم آزاد ہو کیونکہ میں یہاں ایک سخت مصیبت میں گرفتار ہو چکا ہوں اگر تم بھی میری طرح اس مصیبت میں گرفتار ہوتے تو پھر اس غم میں میرے غمگسار ہوتے، اے میرے پیارے دوستو! تم واپس چلے جاؤ۔ میں نہیں جانتا کہ میرا انجام کیا ہوگا؟

اگر میرے متعلق لوگ پوچھیں تو سچ سچ بلا کم و کاست بتا دینا کہ میں کس مصیبت میں پھنس گیا ہوں اور کیوں پریشان ہوں؟ میری آنکھیں خون آلود ہیں اور میرا منہ زہر سے بھرا ہوا ہے۔ میں قہر کے اژدہا کے منہ میں آ چکا ہوں۔ تقدیر کے ہاتھوں اسلام کے ایک شیخ کو وہ کچھ کرنا پڑ رہا ہے جسے کوئی کافر بھی پسند نہیں کرتا مجھے دور سے عیسائی لڑکی کا چہرہ دکھایا گیا جس سے میرا عقل میرا دین اور میری ساری پیری بے صبر ہو گئی۔

بقول علامہ اقبالؒ

متاع دین و دانش مٹ گئی اللہ والوں کی
یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خونریز ہے ساقی

اس کی زلف میرے حلق میں حلقہ بن کر اٹک گئی اور اب یہ چرچا زبان زد عام و خاص ہو چکا ہے لہٰذا اگر کوئی مجھے ملامت کرتا ہے تو اسے کہو کہ میری طرح اس مصیبت میں ذرا گرفتار ہو کر دیکھو، میں ایک ایسی دلدل مین پھنس چکا ہوں جس کا کوئی سر ہے نہ پاؤں۔

اس خطرے سے کوئی شخص بھی جان نہیں بچا سکتا۔ شیخ صنعان نے اتنا کہا اور تمام مریدوں کو خیر باد کہہ کر سوروں کو چرانے کے لئے چراگاہ میں لے گیا۔ تمام مرید اس کا غم سن کر رو پڑے کبھی مرنے لگتے کبھی رونے لگتے۔ آخر کار وہ سب کعبہ کی طرف چل پڑے در آنحالیکہ ان کی جان جل رہی تھی اور جسم پگھل رہا تھا۔ ان کا شیخ اکیلا روم کے ملک میں رہ گیا جبکہ اس نے دین اسلام کو خیر باد کہہ کر عیسائیت کا مذہب اختیار کر لیا تھا الغرض جب سب مرید حرم شریف میں پہنچے تو بالکل خاموش رہے اور اس راز کو طشت از بام نہ کیا۔ سب شرم و حیا سے حیران تھے اور سب ایک گوشہ تنہائی میں چھپے رہے۔ کہ کسی کو کہیں تو کیا کہیں؟ اور بتائیں تو کیا بتائیں؟ شیخ صنعان کا کعبہ میں ایک یار غار تھا اور وہ ان کا بہت ہی عقیدت مند تھا اور بہت ہی دور اندیش اور عقل مند تھا اور شیخ صنعان کے سابقہ باطنی حالات و درجات سے واقف تھا جب شیخ صنعان نے کعبہ سے روم کی طرف سفر کیا تھا تو وہ اس وقت کعبہ میں نہ تھا کہیں گیا ہوا تھا وہ جب واپس کعبہ میں آیا تو اس نے شیخ صنعان کی خلوت سرا (حجرہ) کو خالی پایا اس نے لوگوں سے ان کے متعلق پوچھا چنانچہ دوسرے مریدوں نے اسے تمام حالات سے آگاہ کیا کہ شیخ پر تقدیر کے ہاتھوں کیا گزری؟ اور وہ کس بپتا میں پھنس گئے؟ اسے تفصیل سے بتایا گیا کہ کس طرح شیخ صنعان کو ایک عیسائی لڑکی کے چہرے نے جکڑ رکھا ہے اور کس طرح ہر طرف سے ان کے ایمان پر حملے کئے گئے؟ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ اب ان کے عشق نے زلف اور خال کے ساتھ بازی لگا رکھی ہے اور انہوں نے اپنا چوغہ جلا ڈالا ہے اور ان کی حالت دگرگوں ہو گئی ہے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ وہ اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر اس وقت سور چرا رہے ہیں اور آج کل انہوں نے اپنی کمر پر زنار بھی باندھ رکھا ہے یعنی کافری کی رسم کو اپنا لیا ہے۔ اگرچہ شیخ صنعان دین میں ایک نمایاں مقام رکھتے تھے مگر آج کل وہ بوڑھے پادری معلوم ہوتے ہیں اور انہوں نے پادریوں کا سا لباس اور حلیہ

اپنا رکھا ہے۔

جب شیخ صنعان کے اس یار غار اور ان کے بڑے معتقد نے یہ سارا قصہ سنا تو غم سے اس کا رنگ پیلا پڑ گیا اور اس نے رونا شروع کیا پھر اس نے دوسرے تمام مریدوں سے کہا اے گناہگارو! تم وفاداری میں نہ مرد ہو نہ عورت۔ ہمارا پیارا پیر اتنی بڑی مصیبت میں پھنسا پڑا ہے۔ اور تم کیسے مرید ہو کہ اس کے کچھ کام نہ آئے؟ حالانکہ ایسی مصیبت میں ہی یار کام آتے ہیں اگر تم اپنے پیر کے خیر خواہ تھے تو تم اس مصیبت میں اس کے ساتھ کیوں نہ رہے؟ تمہیں شرم آنی چاہئے۔ تم کیسے مرید تھے اور تم نے وفاداری اور حق گزاری کا کیسا ثبوت دیا ہے؟ یہی کہ اس کو اکیلا چھوڑ کر چلے آئے ہو۔ اگر شیخ نے زنار باندھے تھے تو تمہیں بھی زنار باندھ لینے چاہئیں تھے۔ جان بوجھ کر اس کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہئے تھا خواہ تم سب کو عیسائی بھی بننا پڑتا تو عیسائی بھی بن جاتے۔ جو کردار تم نے ادا کیا ہے دوستی اس کو نہیں کہتے اور اس کو موافقت بھی نہیں کہتے بلکہ جو کچھ تم نے کیا ہے اسے منافقت کہتے ہیں۔ ہمیشہ یار کے ساتھ رہنا چاہئے تھا خواہ وہ کافر بھی ہو جائے تو پھر بھی اس کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہئے تھا۔ مصیبت کے وقت ہی تو اصل دوستوں کی پہچان ہوتی ہے۔ خوشی کے وقت تو ہزاروں یار بن جاتے ہیں جب تمہارا مرشد مگرمچھ کے منہ میں چلا گیا تو پھر تم اپنی عزت و ناموس بچانے کے لئے اس سے بھاگ آئے ہو۔ عشق کی بنیاد ہی بدنامی پر ہوتی ہے جو اس بدنامی سے ڈرتا ہے وہ خام اور کچا ہے۔ اس پر سب مریدوں نے کہا کہ جو کچھ آپ نے کہا ہے ہم یہ سب باتیں کئی بار شیخ صنعان کو کہہ آئے ہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ باتیں اس سے ہم کر آئے ہیں۔

ہم نے اس بات کا بھی پکا عزم کر لیا تھا کہ اس کے ساتھ خوشی و غمی میں باقی زندگی گزاریں گے اور ہم بھی اپنی پیری فقیری کو ترک کر کے ذلت اور رسوائی کو خریدنے کے لئے تیار تھے اور دین اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت اختیار کرنے پر بھی تیار تھے۔ لیکن

بات یہ ہے کہ ہمارے پیر شیخ صنعان کی رائے یہ تھی کہ ہم سب اس کو اکیلا چھوڑ کر واپس چلے جائیں چونکہ ہماری دوستی اور خیر خواہی سے شیخ اپنا کوئی فائدہ نہ دیکھا اس لئے اس نے ہمیں جلدی واپس چلے جانے کا مشورہ دیا چنانچہ ہم اس کے حکم کے مطابق واپس چلے آئے ہیں، ساری بات ہم نے وضاحت کے ساتھ آپ کو بتادی ہے اور کوئی بات مخفی نہیں رکھی پھر اس یار غار نے تمام دوسرے مریدوں سے کہا کہ اب اللہ کے دروازہ پر جانے کے سوا اور کوئی چارۂ کار باقی نہیں ہے اس لئے سب اکٹھے ہو کر اللہ کے حضور میں سجدہ ریز ہو جائیں۔ اور ہر ایک اسی کے آگے اپنے فریاد کو بڑھ چڑھ کر پیش کریں جب اللہ تعالیٰ تمہاری بے قراری دیکھیں گے تو تمہیں پھر اپنا مرشد بغیر مزید انتظار کے مل جائے گا، اگر تم نے اپنے مرشد سے پرہیز کی تھی تو اللہ کے دربار کو تو نہیں چھوڑنا تھا۔ جب ان مریدوں نے یہ بات سنی تو اپنی عاجزی کی وجہ سے بغلیں جھانکنے لگے اور بالکل خاموش ہو گئے۔

پھر اس نے کہا کہ اب شرمسار ہونے کا کوئی فائدہ نہیں جب مصیبت آن پڑی ہے تو سب جلدی سے اٹھو اور اللہ کے حضور سجدہ میں پڑ جاؤ اور اپنے سر پر مٹی ڈال کر دعا مانگو۔ ہم سب کو کاغذی لباس پہن کر اس سے فریاد اور دعا کرنی چاہیے۔ آخر کار ہم اسی طریقہ سے ہی دوبارہ اپنے مرشد کو حاصل کر سکتے ہیں۔

تمام مریدوں کا اپنے شیخ کے پاس کعبہ سے روم کی طرف جانا

چنانچہ تمام مرید اکٹھے ہو کر عرب سے روم کی طرف چل پڑے اور رات دن اعتکاف کی صورت میں عام لوگوں سے پوشیدہ رہنے لگے کبھی اللہ کے حضور دعا کرتے اور کبھی رونا دھونا شروع کر دیتے وہ مسلسل چالیس دن اور رات سفر کرتے رہے اور راستہ میں کہیں پڑاؤ نہ کیا۔ نہ انہیں کھانا اچھا لگتا اور نہ نیند گویا انہیں روٹی اور پانی کی

طلب نہ رہی، ان نیک لوگوں کو گریہ وزاری سے آسمان میں بھی ہیجان پیدا ہو گیا۔ سب نے سبز لباس کی جگہ سیاہ ماتمی لباس پہن لیا۔ آخر کار مریدوں کے سردار کی دعا، تیر بہدف ثابت ہوئی وہ یوں کہ چالیس راتوں کے بعد جبکہ وہ پاکباز مرید یعنی مریدوں کا سردار خلوت میں گڑگڑا کر اور بیخود ہو کر اللہ کے حضور دعا مانگ رہا تھا کہ صبحدم خوشبودار ہوا کا جھونکا آیا اور خواب میں اسے کشف ہوا کہ اس نے خواب میں حضور ﷺ کا چاند سا چہرہ دیکھا۔ آپ ﷺ کے دوش مبارک پر دونوں زلفیں پڑی ہوئی تھیں آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کا سورج اللہ کا سایہ تھا اور آپ ﷺ کے ایک ایک بال پر سینکڑوں جہان کی جانیں قربان ہو رہی تھیں۔ آپ ﷺ خراماں خراماں تشریف لائے اور زیر لب مسکرائے۔ جو بھی آپ کو دیکھتا بیخود ہو جاتا تھا۔ جب اس مرید نے خواب میں آپ ﷺ کو دیکھا تو اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا اور کہا اے اللہ کے نبی میری دستگیری فرمائیے۔ اے سارے جہان کے رہنما! ہمارے مرشد گمراہ ہو گئے ہیں۔ خدا کے لئے ان کی رہنمائی کیجئے، حضور ﷺ نے فرمایا اے بلند ہمت اور بلند ارادے والے! اٹھو تمہارے شیخ کو ہم نے قید سے آزاد کر دیا ہے۔ تیری بلند ہمت نے خوب کام کیا ہے جب تک تم نے اپنے شیخ کی مشکل کو حل نہیں کروا لیا اتنے تک تم خاموش نہیں بیٹھے۔ تمہارے شیخ اور اللہ کے درمیان ایک عرصہ سے سیاہ گرد و غبار چھایا ہوا تھا میں نے اس غبار کو صاف کر دیا ہے۔ اور اسے تاریکیوں سے نکال لیا ہے۔ میں نے اس پر اپنے بحر شفاعت سے شبنم افشانی کی ہے چنانچہ اب وہ غبار درمیان سے اٹھ گیا ہے۔ اس کی توبہ قبول ہو گئی ہے اور اس کے سابقہ گناہ معاف ہو گئے ہیں۔ اس بات پر یقین رکھو کہ سینکڑوں بڑے بڑے گناہ توبہ کی پھونک سے اڑ جاتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کے احسان کا سمندر موجزن ہوتا ہے تو تمام زن و مرد کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے یہ دو تین باتیں شیخ صنعان کے مرید سے کہیں اور پھر وہ نظروں

سے او جھل ہو گئے۔ مرید کی آنکھ کھل گئی اور وہ خوشی سے بیخود ہو گیا اور اتنی بلند آواز سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ آسمان بھی اسکے نعروں سے گونج اٹھا۔ پھر وہ نعرے مارتا ہوا باہر آیا اور اس کی آنکھوں سے عقیدت کی وجہ سے خون اتر آیا تھا اس نے تمام دوسرے مریدوں کو اپنے خواب سے آگاہ کیا اور انہیں خوشخبری دی پھر وہ شیخ صنعان کے پاس روتے دھوتے گیا جو اس وقت سوروں کے پیر بنے ہوئے تھے اس نے اپنے پیر کو دیکھا کہ وہ بیچارہ آگ کی طرح جل چکا تھا۔ اور اس بیقراری کی حالت میں وہ خوش، خوش نظر آرہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ اس کا وہ پیارا مرید بھی آگیا ہے جو کعبہ سے روانگی کے وقت موجود نہ تھا اسے جب معلوم ہو گیا کہ قدرت کی طرف سے اس کے ساتھ خواب میں رازدرانہ باتیں ہو چکی ہیں تو شیخ صنعان نے فوراً ہاتھ سے ناقوس (بگل) کو پھینک دیا اور کمر سے زنار کو توڑ کر پھینک دیا، پادریوں والی ٹوپی بھی اتار کر پھینک دی اور عیسائیت کو دل سے نکال دیا پھر جب اس نے دور سے اپنے دوسرے دوستوں مریدوں کو دیکھا تو اسے معلوم ہوا کہ ان سب کے درمیان صرف میں ہی ایک بے نور ہوں۔ چنانچہ اس نے شرمندگی سے اپنے لباس کو پھاڑ ڈالا اور ازراہ عجز سر پر مٹی ڈالی۔ کبھی وہ آنکھوں سے بادل کی طرح خون آلود آنسو ٹپکانے لگتا اور کبھی اپنی زندگی سے بیزار ہونے لگتا۔ کبھی اس کی آہ و فریاد سے آسمان کا پردہ جلتا تھا اور کبھی حسرت سے اس کے جسم کا خون جلنے لگتا تھا۔ حکمت، اسرار قرآن و حدیث کے جوار شادات اس کے دل سے محو ہو چکے تھے دوبارہ اسے یاد ہو گئے اور وہ جہالت اور بیچارگی سے نکل آیا۔

وہ جب کبھی اپنی سابقہ حالت کو دیکھتا تو وہ سجدہ میں گر کر رونے لگتا تھا۔ اس کی آنکھیں خون آلودہ پھول بن چکی تھیں اور وہ خود شرمندگی سے پسینے میں شرابور ہو چکا تھا۔ جب اس کے دوستوں نے اسے اس حالت میں دیکھا کہ وہ غم اور خوشی کی ملی جلی کیفیت میں مبتلا ہے تو سب پریشان ہو کر اس کے پاس گئے اور شکرانے کے طور پر اپنی

جان قربان کرنے لگے اور شیخ سے کہنے لگے کہ تو ایک بے پردہ راز بن چکا ہے یعنی تیرے راز سے تمام پردے ہٹ چکے ہیں۔ تیرے سورج کے آگے جو بادل چھایا ہوا تھا وہ اب چھٹ چکا ہے۔ کفر گیا اور ایمان آیا، روم کی بت پرستی گئی اور خدا پرستی آگئی، قبولیت کا دریا اچانک موجزن ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ نے خود ہی تیری سفارش کی ہے۔ ہم سب لوگ اللہ کا شکریہ ادا کر رہے ہیں تم بھی اللہ کا شکر ادا کرو کہ بڑی بھاری آزمائش سے نکل آئے ہو اب ماتم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں تاریک دریا میں سے سورج کا راستہ دکھا دیا ہے جو پاک ذات روشن کو کالا کر سکتی ہے وہ توبہ سے سارے گناہوں کو دھو بھی سکتی ہے توبہ کی آگ جب روشن ہوتی ہے تو تمام گناہوں کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے۔ قصہ مختصر یہ کہ اب ہم وہاں سے کعبہ کی طرف واپس ہوتے ہیں شیخ صنعان نے غسل کیا اور دوبارہ مشائخ والا چوغہ زیب تن کیا اور تمام دوستوں کے ساتھ حجاز کی طرف روانہ ہو گئے۔

ادھر یہ ہوا اور دوسری طرف یوں ہوا کہ عیسائی لڑکی نے خواب میں سورج کو اپنی گود میں دیکھا اور سورج نے اسے کہا کہ اٹھ اور اسی وقت شیخ صنعان کے پیچھے چلی جا۔ اس کا مذہب اختیار کر یعنی مشرف بہ اسلام ہو جا اور اس کی مٹی بن جا تو نے اسے پلید اور ناپاک کر دیا تھا اب تو اس کے پیچھے جا کر اور اسلام لا کر پاک ہو جا وہ مجاز میں تیرے راستہ پر چلا تھا تو اب حقیقت پر چل کر اس کا راستہ اختیار کر تو نے اسے گمراہ کیا تھا اب تو اس کے پیچھے جا کر ہدایت کا راستہ اپنا لے۔ جب پہلے وہ تیری راہ پر چل پڑا تھا اب تو اس کی راہ پر چل۔ تو اس کے دین و ایمان کو لوٹتی رہی اب اس کے ساتھ ہو کر دیندار اور مومن بن جا۔ اب تک تو حقیقت سے ناواقف رہی ہے اب حقیقت سے واقف ہو جا۔ الغرض جب عیسائی لڑکی نے یہ خواب دیکھا تو اس کے دل میں اسلام کے سورج کی روشنی آگئی اس کے دل میں ایک عجیب سا درد اٹھنے لگا جس نے اسے بیقرار اور بے

چین کر دیا۔ اس کے بے خود دل میں آگ لگ گئی۔ اس نے اپنے دل پر ہاتھ رکھا مگر دل اس کے ہاتھ میں نہ رہا وہ نہیں جانتی تھی کہ اس کے بیقرار دل نے اس کے اندر اب کونسا بیج بو دیا ہے وہ بڑی مشکل میں پھنس گئی لیکن کوئی اس کا ہم دم اور ساتھی نہ تھا۔ اس نے سمجھ لیا کہ دنیا میں میرا قصہ ایک عجیب و غریب قصہ ہے۔ میں اب ایسی دنیا کی راہی بن چکی ہوں جس کے نشان کا کوئی پتہ نہیں ہے۔ جو زبان کہ حقیقت حال سے واقف نہ ہو اسے گونگا ہو جانا چاہیئے۔ اور جو اسرار، اللہ تعالیٰ (جو کہ بے چوں و بے مثال ہے) کی طرف سے حاصل ہوتے ہیں ان کی کیفیت اور کمیت بتائی نہیں جاسکتی بہر حال اب اس کے تمام ناز و نخرے اور ناز و انداز بارش کی طرح برس کر ختم ہو چکے تھے اور وہ اب عشوہ و غمزہ سے خالی ہو چکی تھی۔ چنانچہ اس نے ایک نعرہ مارا اور اپنے کپڑوں کو پھاڑ کر محل سے باہر نکل آئی سر پر مٹی ڈالی اور آنکھوں سے خون کے آنسو بہاتی ہوئی دوڑ پڑی اس کا دل درد سے بھرا ہوا تھا۔ بہر حال وہ ناتواں اور کمزور جسم کے ساتھ شیخ صنعان اور اس کے مریدوں کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ ابر باراں کی طرح وہ پسینہ میں لت پت ہو کر دوڑ رہی تھی دل اس کے ہاتھوں سے نکل چکا تھا اور وہ شیخ صنعان اور اس کے مریدوں کے پیچھے پیچھے بھاگی جا رہی تھی صحراؤں اور جنگلوں میں جا رہی تھی اسے یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ مجھے کونسے راستہ سے گزرنا چاہیئے۔ عاجزی اور پریشانی کی حالت میں بھی وہ روئے جا رہی تھی اور اپنا چہرہ ذوق شوق سے زمین پر رگڑتے ہوئے چلی جا رہی تھی۔ اور رو رو کر کہہ رہی تھی کہ اے کارساز خدا! میں ایک عورت ہوں مجھے کسی راستہ اور کام کا پتہ بھی نہیں ہے، اے اللہ! اگرچہ میں نے تیرے پیارے آدمی کو گمراہ کیا تھا مگر اب تو مجھے سزا نہ دے۔ میں اپنی لاعلمی سے اسے گمراہ کرتی رہی ہوں اے اللہ اپنی قہاری کے سمندر کو اب جوش میں نہ آنے دے۔ میں نادانستہ طور پر گناہ کر بیٹھی ہوں اب تو میری پردہ پوشی کر۔ میں جو کچھ گناہ کر بیٹھی

ہوں اب تو مجھ مسکین کو اس کی سزا نہ دے اب میں نئے دین اسلام قبول کر لیا ہے۔ لہٰذا بے دینی کی حالت میں میرے گناہوں کی مجھے سزا نہ دے میں اب وفور غم سے مرنے والی ہوں میرا کوئی مددگار نہیں ہے میری قسمت میں اب عزت نہیں ہے بلکہ خواری ہی خواری اور ذلت ہی ذلت ہے بہر حال مریدوں نے شیخ صنعان کو اطلاع کی کہ وہی عیسائی لڑکی، عیسائیت کو چھوڑ کر ہمارے پیچھے پیچھے آ رہی ہے اب وہ اسلام سے واقف ہو چکی ہے اور ہمارے دین سے اس کا تعلق جڑ گیا ہے انہوں نے شیخ صنعان کو مزید کہا کہ آپ اپنی پیاری محبوبہ کے پاس جا کر اس کی بات کو سنیں اور اس کے ہمدم اور ہمراز بن جائیں۔ شیخ یہ سن کر فوراً ہوا کہ طرح پیچھے کو مڑے اس کے مریدوں کو پھر فکر دامنگیر ہو گیا اور سب مرید کہنے لگے یا حضرت! آپ کی وہ توبہ کہاں گئی اور اس ضمن میں ہماری تگ و دو کہاں گئی؟ آپ تو پھر عشق فرمانے لگے ہیں اور اپنی توبہ کو توڑنے لگے ہیں۔ بہر حال شیخ نے انہیں لڑکی کا سارا حال بتایا کہ اب وہ کسی غلط ارادے سے نہیں آئی ہے بلکہ سچے دل سے اللہ کی عاشق بن کر آئی ہے۔ چنانچہ یہ بات سن کر تمام مرید حیران ہو کر رہ گئے۔ الغرض شیخ اور اس کے تمام مرید اس لڑکی کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ اس کا سونے جیسا چہرہ اب زرد پڑ چکا ہے اور اس کے چمکیلے بال مٹی سے گرد آلود ہو چکے ہیں وہ ننگے پاؤں تھی اور اس کا لباس پھٹا ہوا تھا ایک لاش کی طرح زمین پر گری پڑی تھی جب اس محبوبہ نے اپنے عاشق شیخ صنعان کو دیکھا تو اس زخمی دل محبوبہ کو غشی آ گئی جب وہ بیچاری غش کھا کر گری پڑی تھی تو شیخ نے اس کے چہرے پر اپنی آنکھوں سے پانی چھڑکا یعنی شیخ کے بھی آنسو نکل آئے اور پھر جب ہوش میں آ کر اس محبوبہ نے شیخ کو دوبارہ دیکھا تو موسم بہار کے بادل کی طرح آنسو بہانے لگی۔

شیخ کی محبت اور وفا اس کی آنکھوں کے سامنے پھرنے لگی اور وہ اس کے پاؤں پڑ گئی اور کہنے لگی کہ شرم کے مارے اب میری جان جلنے لگی ہے اب میں مزید پردہ میں رہ کر

جلنے کی تاب نہیں رکھتی۔ پردے کو ہٹاؤ تاکہ میرا دل بھی اسلام کے نور سے منور ہو جائے۔ مہربانی کر کے مجھے مشرف بہ اسلام کرو تاکہ میں صحیح راستہ پر آ جاؤں۔ شیخ نے اسے مشرف بہ اسلام کیا اور تمام دوستوں میں ایک ولولہ اور جوش و خروش پیدا ہو گیا حتیٰ کہ لڑکی کو ولایت مل گئی تو بطور شکر کے ہر طرف آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ آخر کار جب وہ محبوبہ اللہ کی پیاری بندی ہو گئی تو اس نے اپنے آگاہ دل میں ایمان کی لذت اور حلاوت کو چکھ لیا اس کا دل ایمان کی لذت سے بیقرار ہو گیا اور اس میں عشق حقیقی کا غم اُمڈ کر آ گیا مگر کوئی اس کا غمگسار نہ تھا وہ کہنے لگی اے شیخ! میری طاقت اب ختم ہو گئی ہے اس لئے میں اب اللہ کی جدائی برداشت نہیں کر سکتی لہٰذا میں اب دنیا سے جو ایک درد سر ہے۔ رخصت ہو رہی ہوں۔ اے شیخ صنعان! الوداع خدا حافظ۔ اب میری باتیں ختم ہو چکی ہیں۔ میں عاجز ہوں، میری گستاخیاں معاف کر دینا اور اگلے جہان میں میرے ساتھ جھگڑا نہ کرنا۔

اس چاند جیسی محبوبہ نے اتنا کہا اور اپنی جان کو جان آفرین کے حوالے کر دیا اب اس کی آدھی جان کو جو باقی تھی اس نے اپنے محبوب حقیقی پر قربان کر دیا اب اس کا سورج جیسا چہرہ بادلوں میں چھپ گیا اور اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ افسوس صد افسوس۔

وہ مجاز کے دریا کا ایک قطرہ تھی جو حقیقت کے سمندر میں جا کر مل گئی۔

ہم سب نے اس دنیا سے ایک دن ہوا کی طرح چلے جانا ہے وہ چلی گئی ہے اور ہم تیار بیٹھے ہیں۔

ع "بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں"

عشق کے راستہ میں اس قسم کی منزلیں آتی ہیں لیکن ان کو وہی جانتا ہے جو عشق سے آگاہ ہوتا ہے۔ اس راستہ میں ہر قسم کی باتیں سننی پڑتی ہیں کبھی رحمت کبھی ناامیدی،

کبھی قریب اور کبھی امن واماں سب کچھ ممکن ہو تا ہے۔ نفس ان رازوں کو نہیں سن سکتا۔ بد قسمت آدمی ان رازوں کی گیند کو آگے نہیں لے جاسکتا۔ میری ان باتوں کو دل کے کانوں سے سننا چاہئے ان ظاہری کانوں سے جن کا خمیر آب وگل سے ہے نہیں سننا چاہئے۔ ہر لمحہ نفس کے ساتھ دل کی جنگ زوروں پر جاری ہے۔ ماتم سخت ہے اس لئے دل کھول کر نوحہ کرو۔

اس کی وفات کے غم سے شیخ صنعان نڈھال ہو گئے اور جہان سے کنارہ کش ہو گئے پھر اس غمزدہ، خستہ اور پریشان شیخ نے تمام مریدین اور احباب سے کہا اے میرے دوستو! ہماری حالت کو دیکھو جو کوئی عشق کے جال میں پھنسنا چاہے وہ عشق کا آغاز اور انجام دیکھ لے۔ اب میری جان کا پرندہ بھی منقار زیر پر ہو چکا ہے میں اب اس کے بغیر زیادہ دیر زندہ نہیں رہونگا اور بہت جلدی اس دار فانی سے دار خُلا میں چلا جاؤنگا۔ یعنی میں اب اپنے محبوب کے پیچھے رخت سفر باندھ کر چلا جاؤں گا۔ صبح کے وقت وہ فوت ہو گئی اور اسی دن دوپہر کو شیخ صنعان وفات پاگئے چنانچہ شیخ صنعان کی قبر اور اس لڑکی کی قبر ساتھ ساتھ تیار کی گئی اور دونوں کو ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ دفن کر دیا گیا۔ عشق کے پیشوا نے خطبہ پڑھا اور عاشق و معشوق کو ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ بٹھایا گیا اور اب وہ دونوں اکٹھے ابدی نیند سو رہے ہیں۔ جہاں ان دونوں دردمندوں کی قبریں ہیں وہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے میٹھے پانی کا چشمہ جاری کر دیا ہے۔ یہ اتنی بڑی پر فضا اور روح پرور جگہ ہے کہ روئے زمین پر ایسی اچھی جگہ شاید و باید

اگر فردوس بر روئے زمین است
ہمین است و ہمین است و ہمیں است

اگر کبھی تمہیں وہاں جانا نصیب ہو تو تمہیں یہ جگہ اپنی دلکشی کے اعتبار سے بہشت معلوم ہو گی۔ اگر کبھی تمہیں وہاں قیام کرنا پڑ جائے تو وہاں چار موسم نہ دیکھو گے بلکہ

وہاں ہمیشہ بہار کا ہی موسم ہوتا ہے وہاں کوئی موسم بھی میوے سے خالی نہیں ہوتا۔ یعنی ہر موسم میں میوے افراط سے پیدا ہوتے ہیں دونوں نے عشق کا بوجھ اٹھایا اور درحقیقت عشق کا کاروبار بڑا مشکل ہی ہوتا ہے۔ ان کی قبریں کعبہ اور روم کے درمیان میں موجود ہیں جو مرجع عام و خاص ہیں اے عطار! ان اسرار کو سمجھنا ہر ایک کے بس میں نہیں ہے اصل بات یہ ہے کہ ہر شخص ان اسرار باطنیہ سے واقف نہیں ہو سکتا۔

تمام پرندوں کا سیمرغ کے پاس آنے پر متفق ہونا اور رہبری کے لئے قرعہ ڈالنا اور ہدہد کا نام نکلنا

جب پرندوں نے شیخ صنعان کی حکایت سنی تو سب نے تخت یا تختہ کا معاہدہ کیا سیمرغ کی محبت نے ان کے دل کو بے چین و بے قرار کر دیا اور سیمرغ کا عشق ان کے دل میں ہزاروں، لاکھوں درجے زیادہ ہو گیا سب نے یہ فیصلہ کیا کہ ہمیں فوری طور پر ایک ایسے رہبر کی ضرورت ہے جو ہر مسئلے میں ہماری رہنمائی کرے۔ اور عشق کے معاملہ میں ہمیں صحیح راستہ دکھائے۔ کیونکہ بغیر رہنما کے سیمرغ کے پاس جانے کا راستہ طے نہیں کیا جا سکتا۔ ہمیں لامحالہ ایسے حاکم کی ضرورت ہے جس کے احکام پر عمل کر کے ہم عشق کے گہرے سمندر کو عبور کر سکیں۔ تاکہ ہم صرف زبانی دعووں کی بجائے عملی طور پر اپنی مساعی کی گیند کو کوہ قاف پر لے جائیں اور عزت والے سورج کا ایک ذرہ ہم پر پڑ جائے اور سیمرغ کا سایہ ہمیں نصیب ہو جائے۔ آخر کار انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہمیں بذریعہ قرعہ اندازی اپنے حاکم کا انتخاب کرنا چاہیئے۔ اس کے ماسوا اور کوئی صورت نظر نہیں آتی جس کے نام پر قرعہ نکل آئے گا وہی ہم سب کمزوروں کا واجب الاحترام بزرگ اور رہنما ہو گا۔ الغرض قرعہ اندازی کا فیصلہ ہوا اور تمام بے قرار

پرندے مطمئن ہوگئے۔ اس طرح ان کا زبانی جوش نہ رہا۔ اور وہ سب خاموش اور پرسکون ہوگئے۔ قصہ کوتاہ یہ کہ جب انہوں نے قرعہ اندازی کی تو قرعہ ہدہد کے نام پر نکل آیا۔ سب نے ہدہد کو اپنا رہبر تسلیم کرلیا اور عہد کیا کہ ہم اس کے حکم کی تعمیل میں اپنے سر کو بھی قربان کر دیں گے چنانچہ وہ اس معاہدہ پر پختہ ہوگئے کہ ہدہد ہی ہمارا سردار ہے اور اس راستہ میں وہی ہمارا پیشوا اور رہنما ہے۔ اس کا حکم واجب التعمیل ہوگا اور ہم اسی کے فرمان کی اطاعت کریں گے۔ اس کی خاطر ہم اپنے جسم اور اپنی جان کو بھی قربان کر دیں گے۔

ہدہد کے سر پر تاج رکھنا اور پرندوں کا اس راستہ پر چل پڑنا

جب ہدہد (ہادی) مجمع میں تشریف لایا تو سب پرندوں نے اس کے سر پر بادشاہی تاج رکھا اور ہزاروں، لاکھوں پرندے صف بہ صف اور قطار در قطار چل پڑے حتیٰ کہ ان کی کثرت سے چاند پر بھی اور زیر زمین مچھلی پر بھی ان کا سایہ چھا گیا جب پہلی وادی کا سرا انہیں نظر آیا تو ان کے پرجوش نعروں کی آواز چاند تک پہنچ گئی مگر راستہ کی ہیبت سے وہ سہم گئے اور ان کے دل میں عشق کی آگ بھڑک اٹھی۔ انہوں نے فرط محبت میں اپنے تمام بال و پر اور ہاتھ پاؤں اور سر کو نوچ ڈالا۔ سب نے اپنی جان سے ہاتھ دھو ڈالے کیونکہ ان کا بوجھ بہت بھاری تھا اور منزل بہت ہی لمبی تھی۔ اس راستہ پر پہلے کوئی نہیں گیا تھا وہاں خیر و شر کا ذرہ بھی نہ تھا ہر سمت خاموشی ہی خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ماحول پرسکون تھا کسی قسم کی افراط و تفریط نہیں تھی۔ اس راہ پر ایک سالک نے ہدہد سے پوچھا کیا وجہ ہے کہ یہ راستہ بالکل خالی ہے؟ ہدہد نے اسے جواب دیا کہ عزت و جلال کی ہیبت سے یہاں ہر طرف سکون اور خاموشی ہوتی ہے۔

حکایت حضرت بایزید بسطامیؒ کا چاندنی رات میں باہر آنا

ایک رات حضرت بایزید بسطامیؒ شہر کے باہر نکلے تو دیکھا کہ ماحول پر سناٹا چھایا ہوا ہے ہر طرف خاموشی اور سکون ہے۔ آسمان چمک رہا تھا اور اسی کی روشنی سے رات بھی دن بنی ہوئی تھی آسمان ستاروں سے بھرا ہوا اور آراستہ و پیراستہ تھا اور آسمان کی ہر ایک چیز اپنی اپنی ڈیوٹی دے رہی تھی۔ حضرت بایزید بسطامیؒ نے ہر چند صحرا میں گشت لگایا مگر اس نے صحرا اور جنگل میں کسی چیز کی جنبش اور حرکت کو نہ دیکھا چنانچہ لاشعوری طور پر ان کے دل میں جوش پیدا ہوا اور وہ کہنے لگے۔ یارب! میرے دل میں جوش و خروش پیدا ہو گیا ہے کیا وجہ ہے کہ تیری بارگاہ میں مجھے کوئی طالب صادق اور مشتاق نظر نہیں آتا؟ غیب سے آواز آئی کہ اے حیرانگی ہونے والے! بات یہ ہے کہ بادشاہ کی بارگاہ میں ہر کسی کو آنے کی اجازت نہیں ملتی۔ اس بارگاہ کی عزت کا تقاضا یہ ہے کہ ہمارے دروازہ سے ہر گداگر اور بھکاری دور ہی رہے۔ جب ہماری عزت والی بارگاہ سے نور برستا ہے تو سوئے ہوئے غافلوں کو دور کر دیا جاتا ہے۔ سالہا سال تک لوگوں کو انتظار کرنا پڑتا ہے پھر کہیں جا کر ہزاروں میں سے کسی ایک کو اس بارگاہ کے اندر آنے کی اجازت ملتی ہے بقول علامہ اقبالؒ

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

حکایت پرندوں کا حیرت کی وجہ سے فریاد کرنا اور ہدہد کا تخت پر بیٹھنا

راستہ کی ہیبت اور خوف سے تمام پرندوں کے بال و پر خون آلود ہو گئے اور وہ آہ و زاری کرنے لگے انہوں نے ایک ایسا راستہ دیکھا جس کی کوئی انتہا نہ تھی اور ایسا درد دیکھا

جس کی کوئی دوانہ تھی۔ شان استغنا ایسی تھی کہ آسمان کی کمر بھی ٹوٹ رہی تھی اور بلاشبہ اس بیابان میں آسمان کے مور کی بھی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے جہان میں کسی اور پرندے کو اس راستہ پر چلنے کی ذرہ بھر ہمت نہیں پڑتی۔ الغرض جب پرندے راستہ کی ہولناکیوں سے ڈرے تو وہ سب ایک جگہ پر اکٹھے ہو گئے اور بیخود ہو کر ہدہد کے پاس آ گئے۔ ہدہد کے پاس آ کر سب پرندے عاشق اور بیخود ہو گئے پھر وہ ہدہد سے کہنے لگے اے راستہ کو جاننے والے! ہم اپنے بادشاہ کے سامنے بے ادب نہیں ہونا چاہتے۔ اے ہدہد! آپ کافی مدت تک حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس رہے ہیں اور تمام بساط میں آپ کی ہی سلطنت رہی ہے۔ اس لئے ادب اور خدمت کے تمام آداب آپ جانتے ہیں۔ اور تمام خطرات اور امن کے مقامات سے بھی آپ واقف ہیں۔ آپ نے اس راستے کے تمام نشیب و فراز کو دیکھا ہوا ہے اور تمام جہان کے اردگرد آپ گشت بھی لگا چکے ہیں ہماری رائے یہ ہے کہ اس وقت آپ ہی ہمارے حل و عقد اور بست و کشاد کے امام ہیں۔ آپ منبر پر تشریف لے آئیں اور اپنی قوم کو راستہ کے ساز و سامان سے آراستہ کریں ہمیں بادشاہوں کے آداب اور طریقوں کی تشریح کھول کر بتائیں کیونکہ یہ راستہ جہالت اور ناواقفیت سے طے نہیں کیا جا سکتا۔ ہر ایک کے دل میں کوئی نہ کوئی اشکال موجود ہے جب کہ رہنمائی کے لئے ایک فارغ القلب شخصیت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جب ہم اپنی مشکلات کا حل آپ سے پوچھیں گے تو ہم اپنے دل کو ہر ایک شک و شبہ سے پاک کر لیں گے۔ آپ سب سے پہلے ہماری مشکلات کو حل کریں تاکہ اس کے بعد ہم اپنے عزم بالجزم کو مستحکم کر سکیں۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ طویل راستہ شک و شبہ کی صورت میں ہم پر روشن نہیں ہو سکتا جب ہمارا دل مطمئن ہو جائے گا تو ہم معاً اس راستہ پر گامزن ہو پڑیں گے۔ اور بیدل اور بے جان ہو کر اس پاک درگاہ پر سجدہ ریز ہو جائیں گے۔

ہدہد کا تخت پر آنا اور باتیں کرنا

اس کے بعد ہدہد سخن نواز ہوا۔ کرسی صدارت پر متمکن ہو گیا اور اپنا خطاب شروع کیا۔ جونہی ہدہد تاج پہن کر تخت پر بیٹھا تو جس نے بھی اس کا چہرۂ مبارک دیکھا وہ اقبال مند اور صاحب اقبال ہو گیا۔ ہدہد کے سامنے ہزاروں اور لاکھوں کی تعداد میں پرندے صف بہ صف کھڑے ہوئے پہلے بلبل اور قمری ہمراز اور ہم آواز ہو کر آئے ایسا معلوم ہوتا تھا گویا دو خوش الحان قاری آ گئے ہیں۔ دونوں نے خوش الحانی اور خوش آوازی سے وہ سماں باندھا کہ سارے جہان میں ان کا غلغلہ پیدا ہو گیا۔ جس نے بھی ان کی آواز کو سنا وہ بیقرار اور مدہوش ہو گیا ہر ایک پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی اور سب کے سب بے خود ہو گئے اس کے بعد ہدہد نے اپنا خطاب شروع کیا اور اسرار و معانی سے پردہ ہٹایا۔

ایک پرندے کا ہدہد سے سوال کرنا

ایک پرندے نے ہدہد سے پوچھا کہ آپ جو ہم سب سے شان اور فضیلت میں گوئے سبقت لے گئے ہیں آخر کس وجہ سے آپ کو یہ شان اور فضیلت حاصل ہوئی ہے؟ جب کہ آپ بظاہر ہماری طرح اور ہم آپ کی طرح ایک پرندہ ہی ہیں آخر ہمارے اور آپ کے درمیان مقام اور درجہ کا یہ تفاوت کس وجہ سے ہے؟ ہمارے جسم اور ہماری جان سے کونسا گناہ سرزد ہوا؟ جبکہ آپ بالکل پاک و صاف ہیں اور ہمارے اندر میل کچیل ہے۔

ہدہد کا اسے جواب دینا

ہدہد نے اسے جواب دیا اے پرندے! بات یوں ہے کہ ایک بار حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہم پر ایک لمحہ کے لئے ایک نظر فرمائی ہے۔ میں نے یہ مقام سونا چاندی

دے کر حاصل نہیں کیا مجھے یہ پیاری خوش بختی اسی ایک نظر کی بدولت حاصل ہوئی ہے۔ عبادت کی وجہ سے کوئی شخص یہ بخت واقبال حاصل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ شیطان لعین نے تو بہت زیادہ عبادت کی تھی مگر اسے لعنت ابدی حاصل ہوئی۔ ہاں اگر کوئی گمراہ یہ کہے کہ "طاعت اور عبادت کی کوئی ضرورت نہیں ہے تو ایسا کہنے والا ملعون ہے اور ہر لمحہ اس پر لعنت برستی ہے لہٰذا تم ایک لحظہ کے لئے بھی خدا کی عبادت اور اس کی طاعت سے روگردانی نہ کرو۔ ہاں طاعت کرو مگر بھروسہ اللہ کی رحمت پہ رکھو، نہ کہ عبادت پر۔ تم ساری عمر اللہ کی عبادت کرتے رہو تاکہ تجھے حضرت سلیمان علیہ السلام کی نظر محبت نصیب ہو جائے۔

حکایت سلطان محمود غزنوی کی ایک شکاری لڑکے سے شرکت

ہدہد نے یہ حکایت سنائی کہ ایک روز سلطان محمود غزنوی اتفاقاً اپنے لشکر سے جدا ہو گیا وہ اکیلا اپنے تیز رفتار گھوڑے کو اڑائے لے جا رہا تھا کہ اس نے دریا کے کنارے پر ایک لڑکے کو بیٹھا ہوا دیکھا جس نے دریا میں مچھلیاں پکڑنے والی کنڈی لگا رکھی تھی بادشاہ نے اسے السلام علیکم کہا اور اس کے پاس بیٹھ گیا۔ وہ لڑکا بہت غمگین بیٹھا ہوا تھا اس کا دل بھی بجھا ہوا تھا۔ اور اس کی جان بھی تھکی ہوئی تھی۔ سلطان محمود نے اس سے پوچھا اے لڑکے تم کیوں غمزدہ ہو؟ میں نے تم جیسا غمزدہ آدمی کبھی نہیں دیکھا۔ لڑکے نے اسے کہا کہ اے خوبیوں والے امیر! ہم سات چھوٹے چھوٹے بہن بھائی ہیں اور ہمارا باپ فوت ہو چکا ہے۔ ہماری ایک بوڑھی ماں ہے جو بہت غریب اور بیکس ہے میں روزانہ مچھلیاں پکڑنے کے لئے شام تک دریا میں جال لگاتا ہوں جب محنت اور ریاضت کے بعد کوئی مچھلی پھنستی ہے تو ہم ہر شام کو کھانا کھاتے ہیں۔

بادشاہ نے اسے کہا اے غمگین لڑکے! کیا اس کام میں مجھے اپنا شریک اور حصہ دار بنانا چاہتے ہو؟ لڑکا اس پر آمادہ ہو گیا۔ چنانچہ بادشاہ اس کا شریک کار بن گیا اور بادشاہ

نے اپنے ہاتھ سے کنڈی دریا میں ڈالی۔ اب اس لڑکے کے جال کو بادشاہی اقبال حاصل ہو گیا اور اس روز سو مچھلیاں اس میں پھنس گئیں۔ جب لڑکے نے اتنی زیادہ مچھلیاں دیکھیں۔ تو بادشاہ نے کہا یہ تو بہت بڑی خوش قسمتی ہے کہ اتنی زیادہ مچھلیاں پھنسی ہیں۔ اے لڑکے یہ سب مچھلیاں جو جال میں پھنسی ہیں تیری ہیں پھر بادشاہ نے کہا کہ اگر تمہیں پتہ چل جائے کہ مچھلیاں پکڑنے والا کون ہے؟ تو پھر تمہارا تعجب نہیں رہے گا۔ بات یہ ہے کہ یہاں پر تجھے یہ خوش بختی میری وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔ کیونکہ تیرا ماہی گیر خود بادشاہ ہے بادشاہ یہ بات کہہ کر گھوڑے پر سوار ہو گیا اس پر لڑکے نے اسے کہا کہ اپنا آدھا حصہ تو لے لو! بادشاہ نے کہا کہ آج یہ سب مچھلیاں تیری ہیں کل جو مچھلیاں جال میں پھنسیں گی وہ میں لونگا بلکہ خود بھی کل کو ہمارا شکار ہو جائے گا اور میں اپنا شکار کسی کو نہیں دونگا۔

دوسرے دن جب بادشاہ شاہی دربار میں گیا تو اسے اپنا حصہ دار لڑکا یاد آیا۔ چنانچہ بادشاہی حکم سے ایک سپاہی اس لڑکے کو بلا لایا اور بادشاہ نے اس حصہ دار لڑکے کو اپنے ساتھ تخت پر بٹھایا ہر شخص کہنے لگا کہ اے بادشاہ یہ ایک گداگر ہے۔ بادشاہ نے کہا جو کچھ بھی ہے ہمارا حصہ دار ہے جب ہم نے اسے قبول فرمالیا ہے تو اب ہم اسے رد نہیں کر سکتے۔ چنانچہ یہ کہہ کر اسے اپنی طرح شاہی تخت پر بٹھا کر بادشاہ بنالیا کسی نے لڑکے سے پوچھا کہ تو نے یہ کمال کہاں سے اور کیسے حاصل کیا ہے؟ لڑکے نے جواب دیا کہ خوشی کے آنے اور غمی کے جانے کا سبب یہ ہے کہ ایک بادشاہ میرے پاس سے گزرا۔ یہ سب اسی کی نظر کرم کا فیض ہے۔

حکایت اس خونی کی جس کو حضرت جنید نے خواب میں دیکھا

ایک بادشاہ نے کسی خونی قاتل کو سزا کے طور پر قتل کیا اسی رات ایک صوفی نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ بہشت عدن میں ہنستے ہنستے چلا رہا ہے کبھی وہ خوش ہوتا تھا اور

کبھی ناز سے چلتا تھا۔ صوفی نے اسے کہا کہ تو تو خونی اور قاتل تھا۔ اور ہمیشہ ہی گناہگاروں کی زندگی بسر کر کے سرنگوں رہا ہے پھر تمہیں یہ درجہ اور مقام کیسے حاصل ہو گیا؟ حالانکہ تجھے اپنے برے اعمال کی وجہ سے یہ عمدہ مقام مل ہی نہیں سکتا تھا۔ اس نے کہا کہ جب میرا خون زمین پر بہ پڑا اتفاقاً وہاں سے حضرت حبیب عجمیؒ گزرے اس مرد راہ نے گوشہ چشم سے مجھے ایک لمحہ کے لئے دیکھا یہ سب بخت و اقبال جو کچھ مجھے حاصل ہوا ہے اسی ایک نظر کی بدولت ہی حاصل ہوا ہے یعنی جس پر بھی اس با اقبال شخصیت کی ایک نظر پڑ گئی اس کی جان ایک دم میں سینکڑوں عزتیں حاصل کر لیتی ہے۔ جب تک تجھ پر کسی مرد کامل کی نظر نہیں پڑے گی۔ تمہیں اپنی حقیقت کا کچھ پتہ نہیں چلے گا۔ اگر تم تنہائی میں زیادہ عرصہ تک بھی بیٹھے رہو گے تو کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ کسی مرد کامل کی رہنمائی کے بغیر تم راستہ کو عبور نہیں کر سکتے۔ راستہ طے کرنے کے لئے کسی رہنما کی ضرورت ہوتی ہے اکیلے مت جاؤ۔ ہمارا رہنما تمہیں صحیح راستہ پر لے جائے گا۔ اور ہر مشکل سے تجھے بچالے گا۔ جب تمہیں پتہ نہیں ہے کہ اس راستہ میں کہاں کہاں کنوئیں آتے ہیں تو ایسی صورت میں کسی صاحب عصا بزرگ کے بغیر تم یہ راستہ کیسے عبور کر سکتے ہو؟

ایک تو تیری چشم بینا نہیں ہے دوسرے راستہ بھی مختصر نہیں ہے بلکہ بہت طویل اور لمبا ہے لہٰذا اس راستہ میں پیر ہی تیرا رہنما ہو گا جو بھی کسی با اقبال شخصیت کے سایہ میں آجائے گا اسے راستہ میں ہرگز شرمندگی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔ جو کسی با اقبال شخصیت سے وابستہ ہو گیا اس کے ہاتھ میں کانٹا بھی گلدستہ بن گیا۔

حکایت سلطان محمود ایک لکڑہارے کے ساتھ

ایک دفعہ اچانک سلطان محمود غزنوی شکار پر روانہ ہوا اور اتفاق سے دوران شکار اپنے لشکر سے دور نکل گیا۔ ایک بوڑھا لکڑہارا گدھے پر کانٹے دار جھاڑیاں لے جا رہا تھا

اچانک اس کا بوجھ گدھے سے نیچے گر گیا۔ سلطان محمود نے اسے اس پریشانی کے عالم میں دیکھا کہ اس بیچارے کا بوجھ گدھے سے گرا پڑا ہے اور اس کا گدھا بھی تھکا ماندہ ہے۔ سلطان محمود نے اسے کہا اے پریشان بوڑھے! کیا میری مدد کی ضرورت ہے؟ بڈھے نے کہا کہ اگر آپ اس وقت میری کچھ مدد کریں گے تو میرا فائدہ ہو جائے گا اور تمہارا کچھ نقصان نہیں ہو گا۔ میں تمہارے مبارک چہرے سے نیکی کی توقع رکھتا ہوں کیونکہ مبارک چہرے والوں سے نیک سلوک کی ہی امید ہوتی ہے۔ چنانچہ بادشاہ ازراہ لطف و کرم گھوڑے سے نیچے اتر آیا اور اپنے پھول جیسے نازک ہاتھوں سے کانٹوں کے بوجھ کو اٹھایا۔ اور اس کے گدھے پر رکھوایا اور پھر گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے لشکر کی طرف چل دیا، وہاں پہنچ کر اس نے اپنے لشکر سے کہا کہ ایک بوڑھا لکڑہارا گدھے پر بوجھ لاد کر آ رہا ہے اس کو تلاش کر کے میرے پاس اس طرح لے آؤ کہ اسے میرے بادشاہ ہونے کا پتہ نہ چلے حتیٰ کہ وہ اچانک میرے آمنے سامنے ہو جائے۔ چنانچہ لشکر نے بوڑھے کا راستہ دونوں طرف سے اس طرح تنگ کر دیا کہ بادشاہ کے پاس جانے کے علاوہ اور کوئی راستہ ہی نہ تھا۔ دبلے اور لاغر گدھے والا بوڑھا اپنے آپ سے یہ باتیں کرتے ہوئے جا رہا تھا کہ میں کدھر جاؤں ہر طرف سے بادشاہ کا ظالم لشکر نظر آ رہا ہے؟ جاؤں تو جاؤں کہاں؟ ابھی وہ دل ہی دل میں ڈر رہا تھا کہ اس نے دور سے بادشاہ کا تاج دیکھ لیا اور ساتھ ہی بادشاہ کی طرف جانے کا راستہ بھی کھلا تھا۔ الغرض جب وہ بوڑھا اپنے گدھے کو ہانکتا ہوا بادشاہ کے قریب پہنچا تو اسے دیکھ کر بوڑھا شرمسار ہونے لگا اس نے تاج کے نیچے اپنی مدد کرنے والے دوست کا چہرہ دیکھا اور وہ شش و پنج میں پڑ گیا اس نے اپنے دل میں کہا "اے رب میں اپنا حال کس کو بتاؤں کہ میں نے محمود غزنوی سے بار برداری کا کام لیا ہے؟" بادشاہ نے اسے کہا "ہمارے درویش! کوئی کام ہو

تو ہمیں بتاؤ تا کہ ہم تیری مشکل کو آسان کر دیں۔" بوڑھے نے کہا۔ آپ خود میری حالت کو جانتے ہیں یونہی انجان اور ناواقف نہ بنیں۔ میں ایک عیالدار اور بوڑھا لکڑہارا ہوں۔ روزانہ جنگل سے کانٹے دار جھاڑیاں لانا میرا کام ہے اور پھر ان کانٹوں کو بیچ کر خشک روٹی ہی کھانے کو نصیب ہوتی ہے لہٰذا اگر آپ سے ہو سکے تو میری روٹی کا کچھ بندوبست کر دیں، بادشاہ نے کہا اے غمگین بوڑھے! کتنے میں یہ کانٹوں کا بوجھ دو گے؟ ہم اسے نقد خریدنا چاہتے ہیں اس نے کہا اے بادشاہ آپ مجھ سے ارزاں نرخ پر خرید لیں میں سونے سے بھری ہوئی دس ہمیانیوں سے کم نہیں بیچوں گا۔ سپاہیوں نے بوڑھے کو کہا ارے نادان! خاموش رہو۔ دو کوڑی کے کانٹے ہیں مگر تم کہتے ہو کہ میں بہت سستے بیچ رہا ہوں۔ بوڑھے نے کہا "ٹھیک ہے دو کوڑی ہی ان کی قیمت تھی بلکہ اس سے بھی کم قیمت کے ہیں مگر یہ بھی تو دیکھو کہ خریدار کون ہے؟ ایک نیک بخت نے میرے کانٹوں کو جونہی ہاتھ لگایا تو یہ سب کانٹے میرے لئے باغ اور گل و گلزار بن گئے بہر حال جو بھی ان کانٹوں کو خریدنا چاہتا ہے تو وہ ایک ایک کانٹے کو ایک ایک دینار میں خرید سکتا ہے۔ اگر چہ یہ کانٹے ہیں اور کانٹے بہت ہی ارزاں اور سستے ہوتے ہیں مگر چونکہ ان کو بادشاہ کا ہاتھ لگ چکا ہے اس لئے ان کی قیمت سینکڑوں جانوں کے برابر ہے۔

الغرض بادشاہ نے جب اس بڈھے کی باتیں سنیں تو اس نے اسے بہت سا سونا دینے کا حکم دیا۔ بادشاہ نے کہا کہ سونے کی بھری ہوئی دس ہمیانیاں اس کو دے دو چنانچہ بادشاہ کے ملازم خاص نے مذکورہ سونا بڈھے کو دے کر اس سے کانٹوں کا بوجھ خرید لیا۔ بادشاہ کے سپاہیوں نے بھی اپنے اپنے عہدہ کے اعتبار سے بڈھے پر رقمیں لنڈھائیں بادشاہ نے ایک لاکھ روپے کا توڑا اسے الگ دیا اور یہ حکایت ایک یادگار کے طور پر تاریخ میں محفوظ رہ گئی۔

ایک اور پرندے کا ہدہد سے کمزوری کے بارے میں سوال کرنا

ایک اور پرندے نے ہدہد سے کہا "اے لشکر کے پشت و پناہ میں بہت کمزور پرندہ ہوں میں کس طرح یہ سفر طے کر سکتا ہوں؟ مجھ میں ذرہ بھر بھی طاقت نہیں ہے میں بہت ہی کمزور ہوں اس قسم کا راستہ مجھ سے ہرگز طے نہیں ہو سکے گا۔ وادی بہت دور ہے اور راستہ خاصا مشکل ہے۔ میں تو پہلی منزل پر ہی مر جاؤں گا۔ راستہ میں بہت سے آگ کے پہاڑ ہیں اور ایسے مشکل کام کرنا ہر ایک کے بس میں نہیں ہے۔ اس راستہ میں ہزاروں، لاکھوں سر دھڑ سے جدا ہو گئے اور اس کی طلب میں خون کی ندیاں بہ گئیں۔ ہزاروں لاکھوں اپنی عقل سے ہاتھ دھو بیٹھے یا اپنی جان کھو بیٹھے۔ اس راستہ میں بڑے بڑے جغادریوں نے بھی شرم سے اپنے سر پر چادر اوڑھ لی، مجھ غریب سے کیا خاک کارنامہ سرانجام ہو سکے گا؟ اگر میں نے اِس راہ پر چلنے کا ارادہ کیا تو میں راستے میں ہی رو رو کر مر جاؤنگا۔

ہدہد کا اسے جواب دینا

ہدہد نے اسے کہا اے پژمردہ دل! تو کب تک اپنے دل کو اس خیال میں کھویار کھو گے؟ جب اس دنیا میں تجھے تھوڑی دیر ہی زندہ رہنا ہے تو پھر جوان ہو یا بوڑھا دونوں برابر ہیں۔ یعنی جوان نے بھی ایک دن مر جانا ہے اور بوڑھے نے بھی۔ یہ دنیا ایک نجاست کی مانند ہے جس کی محبت میں دنیا والے دربدر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں اور مر رہے ہیں۔ چنانچہ ہزاروں لاکھوں دنیادار لوگ دنیا کے غم میں نجاست کے کیڑوں (چھونوں) کی طرح ذلیل ہو کر مر رہے ہیں۔ اگرچہ ہم نے بھی ایک دن مر جانا ہے مگر پھر بھی نجاست میں ذلت کے ساتھ مرنے سے بہتر ہے۔ بالفرض اگر میرے لئے اور تیرے لئے اس راستہ کی طلب صحیح نہیں پھر بھی اس کے غم میں اگر ہم مر جائیں تو کوئی

مضائقہ نہیں بقول سعدی

گر نشاید بدوست رہ بردن

شرط یاری ست در طلب مردن

(یعنی اگر دوست تک رسائی نہ بھی ہو سکے تو پھر بھی اس کی طلب میں مر جانا ہی سچی دوستی کی شرط ہے)

اگر چہ دنیا میں اور بھی بہت سی خطائیں ہیں لیکن اس راستہ پر چلنے سے انکار کرنا بھی تو ایک خطا ہے۔ اگر کسی کو عشق سے بدنامی کا خدشہ ہے تو پھر بھی خاکروبی اور حجامی کے پیشہ سے تو یہ بدنامی اچھی ہی ہے۔ ہزاروں لوگ دنیا کی طلب میں ہلکان ہو رہے ہیں حالانکہ یہ دنیا ایک مردار چیز ہے اور اس کے طالبین مردار خوار ہیں میں فرض کرتا ہوں کہ راہ طلب پر چلنے کا سودا دنیاداری کے سودا سے ذرا مہنگا ہے مگر میرے نزدیک یہ بہت ہی کم تر غم ہے۔ آخر تو کب اس سودا کے لئے اپنے دل کو دریا کی طرح وسیع کرے گا؟ جبکہ دنیاداری میں تم ہمہ تن دیوانہ بنے ہوئے ہو اگر کوئی یہ کہے کہ راہ طلب پر چلنے کا ارادہ محض ایک خیال ہے وہم ہے اور جنون ہے اور آج تک وہاں کوئی بھی نہیں پہنچ سکا تو ہم کیسے وہاں پہنچ سکیں گے؟ تو میرا جواب یہ ہے کہ اگر اس سودا میں ہمیں جان بھی دینی پڑے تو پھر بھی گھربار اور دکان میں عمر ضائع کرنے سے یہ کہیں بہتر ہے۔ ہم نے بارہا یہ دیکھا بھی ہے اور سنا بھی ہے کہ دنیاداری کی ہوس میں پڑ جانے والا ایک لمحہ کے لئے بھی اپنی ہوس پرستی سے باہر نہیں نکل سکتا۔ دنیا کی ہوس کی وجہ سے ہماری منزل اور دور ہو جاتی ہے۔

اے گداگر! تم کب تک عاجزی کے ساتھ عذر لنگ کرتے رہو گے؟ جب تک ہم اپنی ہستی اور تمام مخلوق کی نفی نہیں کر دیں گے اس وقت تک ہمارے حلق سے ہماری

جان پاک وصاف ہو کر نہیں نکلے گی۔ جو شخص تمام کائنات سے الگ تھلگ ہو کر مردہ کی طرح نہیں ہو جاتا وہ اس راز کا محرم بھی نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ایسی زندگی سے اس کا مردہ ہونا ہی بہتر ہے۔ اس راز سے واقف ہونے والے شخص کا دل زندہ ہوتا ہے اور جو شخص دنیاداری کے اعتبار سے اپنے آپ کو زندہ سمجھتا ہے وہ اس راستہ کا مرد نہیں ہے۔ اگر تم پختہ کار ہو تو اس راستہ پر قدم رکھو۔ عورتوں کی طرح صرف باتیں بنانا چھوڑو۔ تم یقین رکھو کہ دنیا کی طلب کو مقصد حیات سمجھنا ایک قسم کی کافری ہے اصل کام تو یہی ہے کہ یہ کوئی کام نہیں ہے۔ عشق کے درخت پر بے برگ ہونا ہی پھلدار ہونے کے مترادف ہے۔ جسے عشق کا یہ برگ و بار حاصل ہو جائے اسے کہو کہ تم اس راستہ پر چلو مقصد حاصل کر لو گے جب کسی کے سینہ میں عشق اپنی منزل بنالیتا ہے تو اس کا دل ہستی سے بے نیاز ہو جاتا ہے یہی درد مرد کو خون میں نہلا دیتا ہے اور وہ سرنگوں ہو کر بھی اس پردہ سے باہر آجاتا ہے یہ درد اسے ایک لحظہ کے لئے بھی اپنی ہوا وہوس کے چکر میں نہیں پھنسنے دیتا بلکہ اسے قتل کر کے اس کا خون بہنا طلب کرتا ہے یعنی جان کی قربانی دینے کے بعد اسے قرب بارگاہ کا خون بہا (معاوضہ) حاصل ہوتا ہے۔ یہ درد اگر اسے پانی دیتا ہے تو اس میں پیچش اور غم کی آمیزش ہوتی ہے اور اگر اسے روٹی دیتا ہے تو وہ بھی خون میں گوندھ کر دیتا ہے۔ اگر کوئی چیونٹی سے بھی زیادہ کمزور ہو تو یہی درد عشق اس میں طاقت اور زور پیدا کر دیتا ہے۔ جب کوئی شخص خطرات کے دریا میں کود پڑتا ہے تو وہ خون جگر کے بغیر ایک لقمہ بھی نہیں کھاتا یعنی اسے خون جگر ہی کھانا پڑتا ہے۔

خونابہ دل خور کو شرابے بہ ازیں نیست
دنداں بہ جگر زن کہ کبابے بہ ازیں نیست

حکایت شیخ خرقانیؒ نیشاپوری

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی ایک دفعہ نیشاپور میں گئے۔ راستہ کی تھکاوٹ سے بیمار ہو گئے ایک ہفتہ تک گدڑی پہنے ہوئے ایک گوشہ میں بھوکے پیاسے اور بغیر سفر خرچ کے پڑے رہے جب ایک ہفتہ گزر گیا تو کہنے لگے اے باری تعالیٰ مجھے ایک روٹی دو تا کہ روٹی کھا کر اپنی راہ لوں اور چلتا بنوں۔ غیبی آواز آئی کہ پہلے نیشاپور کے تمام میدان میں جھاڑو دو اور جب تم سارے میدان میں جھاڑو دے لو گے تو پھر مٹی میں نصف جو کے برابر تمہیں سونا ملے گا وہ بیچ کر روٹی خرید لینا اور کھانا۔ شیخ نے جواب دیا کہ میرے پاس جھاڑو اور چھلنی نہیں ہے اگر یہ دونوں چیزیں میرے پاس ہوتیں تو پھر مجھے روٹی کما کر کھانا مشکل کام نہیں تھا۔ اب میرے جگر میں ذرہ بھر طاقت بھی نہیں ہے اس لئے بغیر محنت کے مجھے روٹی دے۔ اور مجھ سے مزدوری نہ لے۔ غیب سے پھر آواز آئی کہ تو آسانی چاہتا ہے سن لو! اگر روٹی کی ضرورت ہے تو خاکروبی کرو۔ چنانچہ شیخ نے کسی کی منت سماجت کر کے جھاڑو اور چھلنی مستعار مانگی اور سارے میدان میں جھاڑو دینے لگے آخر کار انہیں مٹی کے اندر سے سونے کا ایک ٹکڑا مل گیا۔ سونے کا ٹکڑا دیکھ کر وہ بہت خوش ہوئے اور اسے لے کر کسی نانبائی کی دکان پر گئے اور روٹی خرید لائے۔ نانبائی سے روٹی لیتے وقت انہیں وہیں پر جھاڑو اور چھلنی بھول گئے اور شیخ غم سے آتش زیرپا ہو گئے اور اسی بھاگ دوڑ میں گر گئے اور نالہ وزاری کرنے لگے اور کہنے لگے کہ مجھ جیسا اور کون پریشان حال ہوگا؟ سونے کا ٹکڑا بیچ کر میں نے روٹی خریدی مگر اب جھاڑو اور چھلنی کہیں گم ہو گئے ہیں۔ میں کہاں سے جھاڑو اور چھلنی کا تاوان ادا کروں گا؟ وہ پھر اسی ویرانہ میں حیران و پریشان ہو کر چلے گئے چنانچہ انہیں وہیں پر جھاڑو اور چھلنی پڑے ہوئے مل گئے شیخ بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے اے اللہ! مجھے تو نے اتنا غمزدہ کیوں کیا؟

حتیٰ کہ روٹی کھانا بھی مجھ پر زہر ہو گیا۔ میں تو ڈر گیا تھا کہ شاید تو مجھ سے روٹی بھی واپس لینا چاہتا ہے غیب سے آواز آئی کہ تم ہماری تقدیر پر کیوں ناخوش ہو؟ حالانکہ روٹی بغیر سالن کے مزیدار نہیں ہوتی۔ جب تم نے روکھی روٹی حاصل کر لی تو میں نے سالن بھی تمہیں عطا کیا ہے۔ یہ ہمارا احسان ہے۔ یعنی جھاڑو اور چھلنی کا بھول جانا اور تمہارا غمناک ہونا ہمیں پسند آیا ہے اور ہم نے تمہارے درجات اور بلند کر دیئے ہیں جو سالن کے قائم مقام ہیں۔

ایک دیوانے کا اللہ تعالیٰ سے جُبّہ مانگنا

ایک دیوانہ پژمردہ اور افسردہ حالت میں برہنہ جا رہا تھا جبکہ سب لوگ رنگارنگ لباس سے آراستہ تھے۔

دیوانے نے کہا یارب! مجھے بھی ایک مضبوط جبہ دے دے اور دوسرے لوگوں کی طرح مجھے بھی خوش کر دے۔ غیب سے آواز آئی کہ میں نے گرم سورج تمہیں عطا کیا ہے دھوپ میں بیٹھو۔ دیوانے نے کہا تو کب تک مجھے تکلیف میں مبتلا رکھے گا؟ تیرے نزدیک جبہ کیا روشن آفتاب سے بہتر نہیں ہوتا؟ غیب سے پھر آواز آئی کہ جاؤ اور دس دن اور صبر کرو پھر ہم تمہیں بلاشبہ ایک جبہ عطا کریں گے۔ جب دس دن گزرے تو ایک اور مجذوب جو عشق الٰہی میں جلا ہوا تھا ایک جبہ لے کر آیا جس پر پیوند لگے ہوئے تھے۔ اور اسے وہ جبہ دے گیا۔ چونکہ جبہ دینے والا بہت غریب اور درویش آدمی تھا اس لئے اس کے جبے پر سینکڑوں پیوند لگے ہوئے تھے۔ اس دیوانہ نے کہا اے رازوں کو جاننے والے! تو نے آج ہی اس جبے پر اتنے پیوند لگائے ہیں کیا تیرے خزانے میں دوسرے سب کپڑے جل گئے تھے؟ اور صرف یہی ایک پیوند لگا ہوا جبہ باقی بچا ہے جو مجھے عنایت فرمایا ہے؟ تو نے اس پر اتنے زیادہ پیوند لگا دیئے ہیں ذرا یہ تو بتا کہ تو نے

یہ درزی کا کام کس سے سیکھا ہے؟

الغرض اس کی بارگاہ میں کوئی کام آسان نہیں ہے لہٰذا اس کی طلب میں مٹی ہو جانا شرط ہے۔ اس درگاہ پر دور دور سے کئی ایسے مسافر آئے جو نار اور نور سے جلے ہوئے تھے یا پکے ہوئے تھے ایک عمر کے بعد کوئی اپنی منزل پر پہنچا بھی تو وہ تصویر حسرت بنا ہوا تھا اور اپنے قبلہ مقصود کو نہ دیکھ سکا۔

حکایت حضرت رابعہ بصریؒ کا کعبہ میں پہلوؤں کے بل رینگ کر جانا

حضرت رابعہ بصریؒ سات سال تک پہلوؤں کے بل کعبہ کا سفر کرتی رہیں۔ ماشاء اللہ حضرت رابعہ بصریؒ اگرچہ عورت تھیں مگر بلند ہمتی کے اعتبار سے مردوں کا بھی تاج تھیں الغرض جب حرم شریف کے پاس پہنچیں تو فرمایا الحمد للہ میں نے حج کا تمام راستہ طے کر لیا ایک روز حج کے فرائض ادا کرتے ہوئے کعبہ کی زیارت کرنے کا ارادہ کیا تو اچانک زنانہ عذر (ماہواری کا عارضہ) پیش آ گیا چنانچہ راستہ سے ہی واپس مڑ گئیں اور کہنے لگیں کہ اے رب ذوالجلال! میں نے سات سال تک یہ سفر پہلوؤں کے بل طے کیا جب میں منزل مقصود پر پہنچی تو میرے راستہ میں یہ کانٹا یعنی ماہواری کا عذر آ گیا یا مجھے اپنے گھر میں چین عطا فرما تاکہ میں اپنے گھر میں پڑی رہوں یا مجھے تو اپنے گھر میں آنے کی اجازت دے۔

اے مخاطب! جب تک کوئی آدمی حضرت رابعہ بصریؒ کی طرح اللہ کا عاشق نہیں بنے گا وہ اس کے مقام اور مرتبہ کو کیسے پہچان سکتا ہے؟

ع قدر زر زرگر بداند قدر جوہر جوہری

اس بحیرِ معرفت میں یونہی تجھے بحث کرنے کا کیا فائدہ؟ قبولیت اور عدم قبولیت کی لہر تو اس دریا سے ہی اٹھتی ہے۔

کبھی کعبہ کے سامنے تجھے مراد ملتی ہے اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ بت خانہ کے اندر تجھے راز مِل جاتا ہے جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بتوں پر کلہاڑا چلا کر بلند مقام حاصل کیا تھا۔ جب تم اس گرداب سے باہر نکلو گے تو ہر لمحہ زیادہ سے زیادہ طمانیت قلبی حاصل کرو گے۔ اور اگر اس گرداب میں مبتلا رہو گے تو پھر اس میں چکی کے پاٹ کی طرح چکر ہی چکر لگاتے رہو گے اور منزل مقصود پر نہیں پہنچ سکو گے اور جب تمہیں جمعیت قلبی حاصل نہیں ہو گی تو پھر تیرا وقت ایک مکھی کی طرح کف افسوس ملنے میں ہی گزرے گا۔

ایک وزیر کی کسی دیوانے سے ملاقات

کسی گوشہ میں ایک دیوانہ بڑی کس مپرسی کی حالت میں بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے پاس ایک عزت والا امیر گیا اور دیوانے سے کہنے لگا کہ میں تمہارے اندر بڑی قابلیت دیکھتا ہوں اور سمجھتا ہوں کہ تجھے اس حالت میں بڑی جمعیت قلبی حاصل ہے۔ دیوانے نے جواب دیا کہ میں جمعیت قلبی کیسے حاصل کروں گا؟ مجھے تو مچھر اور پسو سے بھی نجات نہیں ملتی۔ دن کو مکھیاں تنگ کرتی ہیں اور رات بھر پسوؤں اور مچھروں کی وجہ سے مجھے نیند نہیں آتی۔ ایک لنگڑا مچھر نمرود کے سر میں گھس گیا تھا جس سے اس کا مغز خالی ہو گیا تھا اور اس کا دل ہر وقت درد میں مبتلا رہتا تھا۔ شاید میں وقت کا نمرود ہوں کہ مجھے اپنے دوست کی طرف سے مکھیاں اور مچھر اور پسو ہی تحفہ میں عطا ہوئے ہیں۔

ایک دوسرے پرندے کا گناہگاری کے بارے میں سوال کرنا

ایک دوسرے پرندے نے کہا کہ میں بہت گناہگار ہوں اور گناہگاری کی وجہ سے کوئی شخص سیمرغ کے پاس جانے کا راستہ کس طرح طے کر سکتا ہے؟ مکھی جبکہ ہر وقت نجاست میں رہتی ہے تو پھر وہ کوہ قاف میں سیمرغ کی زیارت کے لائق کیسے ہو سکتی

ہے؟اسی طرح جب ایک گناہگار آدمی صحیح راستہ سے منہ موڑ لیتا ہے تو پھر وہ بادشاہ کا قرب کیسے حاصل کر سکتا ہے؟

ہدہد کا اسے جواب دینا

ہدہد نے اسے جواب دیا کہ اے غافل تو ناامید نہ ہو بلکہ اس سے ہمیشہ لطف و کرم کی توقع رکھ۔ اگر تم اپنی ڈھال کو یوں آسانی کے ساتھ پھینک دو گے یعنی یوں ہمت چھوڑ بیٹھو گے تو اے بے خبر! تیرا کام مزید دشوار ہو جائے گا۔ اگر توبہ کرنے والے کی توبہ قبول نہ ہوتی تو ہر رات کو اس کی مغفرت کے لئے اللہ تعالیٰ نزول نہ فرماتا اگر تم گناہ کرتے ہو تو اللہ نے توبہ کا دروازہ بھی کھلا رکھا ہوا ہے توبہ کر لو ابھی توبہ کا دروازہ بند نہیں ہو گا۔ اگر تم سچے دل سے توبہ کے راستہ پر گامزن ہو جاؤ گے تو سینکڑوں کامیابیاں تجھے حاصل ہو جائیں گی۔

حکایت اس مرد کی جس نے بہت گناہ کئے تھے

ایک آدمی بہت گناہگار تھا اور اس نے بہت گناہ کئے ہوئے تھے۔ آخر وہ گناہوں سے شرمسار ہوا اس نے توبہ کی اور راہ راست پر آ گیا۔ کچھ عرصہ کے بعد اس کا نفس پھر اس پر غالب آ گیا، اس نے توبہ توڑ ڈالی اور پھر نفسانی خواہشات کی راہ پر چل پڑا۔ کچھ عرصہ اسی گمراہی میں رہا اور دوبارہ پھر سارے گناہ کرنے لگ گیا۔ اس کے بعد اس کے دل میں پھر گناہ کی زندگی سے تکلیف محسوس ہونے لگی مگر شرمندگی کی وجہ سے اس کے لئے راہ راست پر آنا خاصا مشکل ہو گیا چونکہ اسے گناہوں سے کچھ حاصل نہ ہوا اس لئے اس نے پھر توبہ کرنی چاہی مگر اسے ہمت نہیں پڑتی تھی رات دن وہ اسی کشمکش میں مبتلا رہا اور اس کی یہ حالت ہو گئی جس طرح گرم توے پر بھنی جانے والی گندم کی ہوتی ہے اس کے دل میں ایک آگ لگی ہوئی تھی اور اس کا سینہ خون خون تھا۔

اس کے راستہ میں جو بھی گرد و غبار تھا وہ اس کے لگاتار آنسوؤں سے بہ گیا تھا یعنی وہ زار و قطار رونے لگا آخر سحری کے وقت غیب سے اسے آواز آئی جس سے اس کے دل میں حوصلہ پیدا ہو گیا اور اس کا بگڑا ہوا کام آسان ہو گیا۔ آواز یوں آئی کہ خداوند جہاں فرماتا ہے کہ اے فلاں آدمی جب تم نے پہلی بار توبہ کی تھی تو میں نے تمہیں معافی دے دی اور تیری توبہ کو قبول کر لیا حالانکہ میں تمہیں سزا دے سکتا تھا مگر میں نے تمہیں سزا نہ دی تھی۔ پھر دوسری بار جب تو نے توبہ کو یکسر توڑ ڈالا تو میں نے تمہیں پھر مہلت دے دی اور تم پر ناراض نہ ہوا۔ اب پھر راہ راست پر آ جاؤ۔ ہمارا دروازہ کھلا ہوا ہے تو نے ہمارے دروازے پر آنے کا عزم کر لیا ہے ہم تجھے خوش آمدید کہنے کے لئے تیار ہیں۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی شان رحیمی پر ایمان رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ اللہ کی رحمت حد و قیاس سے بالاتر ہے۔

حکایت جب روح الامین نے سدرۃ المنتہیٰ پر لبیک کی آواز سنی تھی

ایک رات حضرت جبرائیل علیہ السلام روح الامین سدرۃ المنتہیٰ میں تھے کہ اس نے اللہ تبارک و تعالیٰ کی طرف سے لبیک کی آواز سنی۔ اس نے سمجھا کہ کوئی اللہ کا بندہ اللہ کو پکار رہا ہے جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ اسے لبیک فرما رہے ہیں۔ مگر حضرت روح الامین کو یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کون بندہ جو اللہ تعالیٰ کو پکار رہا ہے؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا، بس میں اتنا جانتا ہوں کہ اللہ کا کوئی خاص بندہ ہے جس کا نفس مردہ ہے مگر اس کا دل زندہ ہے۔ چنانچہ جبرائیل علیہ السلام نے اس بندے کو دیکھنے کے لئے ساتوں آسمان چھان مارے مگر وہ کہیں نظر نہ آیا پھر اس نے زمین کا چپہ چپہ دیکھا اور دریاؤں، سمندروں پہاڑوں اور جنگلوں میں اس کو تلاش کیا مگر وہ بندہ اسے کہیں نظر نہ آیا اس پر حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو ابھی تک اللہ

تعالیٰ کی طرف سے وہی لبیک کی آواز آ رہی تھی۔ پھر جوش غیرت میں جبرائیل علیہ السلام نے تمام جہانوں کے اردگرد چکر کاٹے اور اس بندے کو ڈھونڈھنا چاہا مگر وہ بندہ اسے کہیں نہ ملا۔ اس پر جبرائیل علیہ السلام نے کہا اے باری تعالیٰ مجھے اپنا وہ نیک بندہ دکھادے جس کو تو لبیک لبیک کہہ رہا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ روم کے ملک میں جاؤ وہاں بت خانہ میں یہ بندہ موجود ہے اسے دیکھ لو چنانچہ جبرئیل امین علیہ السلام اسی وقت وہاں گئے دیکھا کہ ایک آدمی رو رو کر بت کو پکار رہا ہے۔ جبریل امین علیہ السلام یہ دیکھ کر جوش میں آگئے اور بارگاہ ایزدی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ اے بے نیاز اللہ تعالیٰ اس راز سے مجھ پر ذرا پردہ ہٹا تا کہ مجھے بھی پتہ چلے کہ آخر یہ کیا راز ہے؟ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ایک آدمی جو بت خانے میں اپنے بت کو پکار رہا ہے اور تو اپنے لطف و کرم سے اسے لبیک لبیک کہہ کر جواب دے رہا ہے۔ یہ قصہ کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبریل اس شخص کا دل سیاہ ہے اسی وجہ سے وہ غلط راستہ پر چل پڑا ہے اس کی عاجزی مجھے پسند آگئی اس لئے میں نے اسے اپنا آپ دکھایا ہے کہ اصل خدا تو میں ہی ہوں اگر اس نے غفلت کی وجہ سے غلط راستہ اختیار کیا ہے تو چونکہ میں اس کی غفلت کو جانتا ہوں اس لئے میں نے اس کی صحیح راستہ کی طرف رہنمائی کی ہے۔ چونکہ ہم نے اس کو صحیح راستہ دکھادیا ہے اس لئے ہمارے لطف و کرم سے اس کو معافی مل گئی ہے چنانچہ اس بندے کو جونہی صحیح راستہ نظر آگیا تو اس کی زبان سے اللہ اللہ نکلنے لگ گیا اور وہ بت پرستی کو چھوڑ کر خدا پرست ہو گیا اے مخاطب اگر تم اللہ کی بارگاہ کے لئے نیکیوں کا کوئی توشہ نہیں رکھتے تو بندے کی اسی عاجزی، بے کسی اور تہی دستی پر بھی اللہ تعالیٰ کو رحم آجاتا ہے اللہ کے دربار میں صرف عبادت ہی نہیں خریدی جاتی بلکہ وہاں پر بے کسی اور تہی دستی بھی خرید لی جاتی ہے۔

حکایت ایک صوفی اور بغداد میں ایک شہد بیچنے والا

ایک صوفی بغداد میں جلدی جلدی جارہا تھا کہ اس نے بازار میں ایک بلند سی آواز سنی۔ایک شہد بیچنے والا کہہ رہا تھا کہ میرے پاس بہت سا شہد موجود ہے میں اسے سستا بیچنا چاہتا ہوں۔صوفی نے اسے کہا کہ اے صبر کرنے والے مرد! کیا بغیر رقم کے یعنی مفت بھی شہد دے دو گے؟اس نے کہا چل دور ہو اے حریص اور لالچی آدمی تو دیوانہ تو نہیں ہے کیا کوئی آدمی بغیر رقم کے بھی اپنا مال کسی کو بیچتا ہے؟صوفی کو غیب سے آواز آئی "اے صوفی آگے آؤ ہم ہر چیز تمہیں بغیر رقم کے دیں گے اگر تم بہت سا درد عشق چاہتے ہو تو وہ بھی تجھے دے دیں گے۔اللہ کی رحمت ایک روشن آفتاب ہے۔جو تمام ذرات کو اپنی روشنی سے منور کررہا ہے اس کی رحمت کا اندازہ لگاؤ کہ اس نے ایک کافر کے لئے ایک پیغمبر پر بھی عتاب نازل فرمایا۔

حکایت حضرت موسیٰؑ اور قارون کی جس نے ستر بار موسیٰ کو بلایا تھا

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فرمایا کہ اے موسیٰ تجھے قارون نے زمین میں دھنسے جانے کے وقت ستر بار رو رو کر بلایا مگر تو نے اسے کوئی جواب نہ دیا اگر وہ رو کر مجھ سے ایک بار بھی رحم مانگتا تو میں اس کے دل سے شرک کی شاخ کو نکال دیتا اور اسے دین حق کی پوشاک پہنا دیتا۔یعنی اس کے شرک کو ختم کرکے اسے مومن اور موحد بنا دیتا۔اے موسیٰ! تو نے اسے سینکڑوں تکلیفیں دے دے کر ہلاک کیا حتیٰ کہ وہ مٹی کی طرح مٹی میں دھنستا چلا گیا۔اگر تو نے اسے پیدا کیا ہوتا تو کیا اس کے عذاب سے خوش ہوتا؟اللہ تعالیٰ بے رحموں پر رحم کرتا ہے اور رحم کرنے والوں کو انعامات سے نوازتا ہے۔اس کے فضل و کرم کے دریا کا کوئی کنارہ نہیں ہے اس کے دربار میں ہمارے گناہ ہمارے ایک آنسو کے بادل سے دھل جاتے ہیں جس خدا کی بخشش اس قدر

ہے بے حد و بے کنارہ ہو تو بندے کے گناہ سے اس کی رحمت میں کوئی تغیر نہیں آتا۔ جو شخص گناہگاروں کی عیب کشائی کرتا ہے وہ اپنے آپ کو متکبروں کا سرغنہ بنالیتا ہے۔

حکایت ایک گناہگار کا مرنا اور ایک زاہد

ایک گناہگار اور مفسد آدمی گناہ کی حالت میں ہی مر گیا اور لوگ نماز جنازہ کے لئے اس کے تابوت کو اٹھا کر لے جانے لگے۔ ایک زاہد آدمی نے کہا کہ میں اس گناہگار آدمی کی نماز جنازہ نہیں پڑھتا۔ اسی رات اس زاہد نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ بہشت میں پھر رہا ہے اور اس کا چہرہ آفتاب کی طرح چمک رہا ہے۔ اس زاہد نے اس سے پوچھا اے بندے! یہ اونچا مقام تو نے کہاں سے حاصل کیا ہے؟ تو نے تو اپنی ساری عمر گناہوں میں گزاری تھی اور سر سے لے کر پاؤں تک گناہوں میں آلودہ رہا ہے اس نے جواب دیا کہ تیری بے رحمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھ گناہگار پر رحم فرمادیا ہے۔

اے مخاطب! عشق بازی دیکھ کہ اس کی حکمت میں کیا کیا راز پوشیدہ ہیں؟ کہ بندہ تو اس کے حکم کو نہیں مانتا مگر اللہ تعالیٰ اس پر اپنی رحمت فرماتا ہے۔

یہ اس کی حکمت ہی تو ہے کہ ایک کالی رات میں جو کہ کوے کے پروں کی طرح سیاہ تھی، ایک لڑکے کو چراغ دے کر بھیجتا ہے پھر تیز آندھی کو حکم دیتا ہے کہ اس کے چراغ کو بجھادو۔ پھر وہ اس لڑکے کی جواب طلبی کرتا ہے کہ تو نے وہ چراغ کیوں بجھادیا تھا؟ اور پھر وہ لڑکے سے اس کا حساب کتاب لیتا ہے اور اس طرح عتاب کے انداز میں درحقیقت اس پر شفقت فرماتا ہے۔ اگر تمام دنیا میں صرف نمازی لوگ ہی ہوتے تو اس کی حکمت میں عشق بازی بالکل عیاں اور ظاہر ہوتی حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کی حکمت میں عشق بازی بالکل عیاں اور ظاہر ہوتی حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کی حکمت میں اس کی عشق بازی پوشیدہ ہوتی ہے حکمت کا کام اس صورت کے بغیر مکمل نہیں

ہوتا اس لئے اسے ہمیشہ اپنی عشق بازی کے تقاضے بھی پورے کرنے پڑتے ہیں۔ اس کے راستہ میں ہزاروں حکمتیں پوشیدہ ہیں اور ہر قطرہ کو اس کی رحمت کے دریا سے حصہ ملتا ہے۔

اے بیٹے! یہ ساتوں آسمان، رات اور دن تیری خدمت کے لئے اپنی ڈیوٹی دینے میں مصروف ہیں۔ تمام روحانیوں کی عبادت تیرے لئے ہے۔ بہشت اور دوزخ اس کے لطف و قہر کا ہی عکس ہیں۔ تمام قدسیوں نے تجھے سجدہ کیا ہے کل کی جزو تیرے وجود میں مستور ہے اپنے آپ کو حقارت کی نظروں سے نہ دیکھو کیونکہ تجھ سے زیادہ مرتبے والی اور کوئی تخلیق نہیں ہے۔ تیرا جسم ایک جزو ہے اور تیری جان کُل کا بھی کُل ہے۔ اپنے آپ کو ذلیل اور عاجز نہ سمجھو تیرا کل روشن ہوا تو تیرا جزو ظاہر ہو گیا اور تیری جان رواں دواں ہوئی تو تیرا عضو ظاہر ہو گیا۔ تن اپنی جان سے جدا نہیں ہے یہ بھی اس کا ایک جزو ہے۔ اسی طرح جان بھی کُل سے جدا نہیں ہے یہ اس کا ایک عضو ہے۔ اَحَد کی راہ میں عدد کوئی چیز نہیں ہے اس لئے ابد تک کُل کی جزو کہنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ تجھ پر رحمت کے ہزاروں بادل اس لئے برس رہے ہیں تاکہ تیرے شوق میں اضافہ ہو۔ جب کُل کی رفعتوں کا وقت آئے گا تو اس وقت کُل کی تمام خلعتیں (انعامات) تیرے لئے ہوں گی۔

فرشتے جو بھی عبادت کرتے ہیں وہ سب تجھ پر قربان کرنے کے لئے کرتے ہیں، بروز محشر اللہ تعالیٰ ان کی تمام طاعتیں تجھ پر قربان کر دیں گے۔

حکایت عباسیہ روز قیامت کے بیان میں

عباسیہ (پراسرار راوی) نے کہا ہے کہ قیامت کے دن جب تمام مخلوق خوف اور ہیبت سے ادھر ادھر بھاگنے کی کوشش کرے گی اور تمام گناہگاروں اور غافلوں کے

چہرے گناہوں کی وجہ سے سیاہ ہو جائیں گے اسی طرح جن کے پاس نیکیوں کا کوئی سرمایہ نہیں ہو گا وہ حیران و پریشان ہوں گے اور ہر ایک پریشانی کی حالت میں مبتلا ہو گا گے تو اللہ تعالیٰ زمین سے لے کر نو آسمانوں تک فرشتوں کی ہزاروں سالوں کی عبادات اپنے خصوصی لطف و کرم سے اس مشت خاک آدم زاد کو دے دیں گے ملائک پکاریں گے اے باری تعالیٰ ہماری عبادتیں اس مخلوق کو کیوں مل رہی ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے اے روحانیو! ان عبادتوں کے ہونے یا نہ ہونے سے تمہارا کوئی نفع یا نقصان وابستہ نہیں ہے تمہاری نیکیوں اور عبادتوں سے ان خاکی انسانوں کا کام بن جائے گا۔

روٹی بھوکے کو دی جاتی ہے اور یہ بھوکے ہیں اس لئے اس روٹی سے ان کا فائدہ ہو جائے گا۔

ایک اور پرندے کا ہدہد سے تردید کے بارے میں سوال کرنا

ایک اور پرندے نے کہا کہ میں ایک مخنث گوہر ہوں یعنی نفس کی دستکاری سے مجھے ہیجڑا بنایا گیا ہے ورنہ تو میں دراصل ایک لعل تھا چنانچہ اب میں لحہ بہ لحہ ہر نئی شاخ کا گرویدہ بن جاتا ہوں کبھی رند اور قلندر بن جاتا ہوں کبھی زاہد بن جاتا ہوں اور کبھی مست و مجذوب بن جاتا ہوں کبھی موجود اور کبھی غیر موجود۔ اور کبھی غیر موجود اور کبھی پھر موجود کبھی میرا نفس مجھے میخانہ میں ڈال دیتا ہے اور کبھی میرا روح مجھے دعا اور مناجات میں مشغول کر دیتا ہے کبھی شیطان مجھے راستہ سے بھٹکا دیتا ہے کبھی فرشتہ مجھے پھر راہ راست پر لے آتا ہے۔ میں ان ہر دو حالتوں میں حیران ہوں کہ میں کیا کروں؟ گویا تقدیر کے کنویں اور قید خانے میں پھنسا ہوا ہوں۔

ہدہد کا اسے جواب دینا

ہدہد نے اسے کہا اے راستہ میں حیران رہ جانے والے ہر ایک پر بادشاہ کا حکم اس طرح نافذ ہے۔ ہر ایک میں یہ متضاد خصلتیں ہوتی ہیں کیونکہ ایک ہی حالت پر رہنے والا شاذونادر ہی کوئی ہوتا ہے۔ اگر سب مخلوق خدا پہلے سے ہی پاک وصاف ہوتی تو پھر انبیاء کی بعثت کی کیا ضرورت تھی؟ اور اگر خدا کی عبادت سے خود بخود وابستگی پیدا ہو جاتی تو تم بڑی آسانی سے مائل بہ اصلاح ہو جاتے جب تک کوئی سرکشی اور غرور سے گناہ نہ کرے اس وقت تک وہ خشوع و خضوع اور دلسوزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے آگے عاجزی اختیار نہیں کرتا۔ تو غفلت کے تنور میں پڑا ہوا ہے اور تو نے سر سے پاؤں تک غفلت کو ہی اپنا مطلوب بنایا ہوا ہے۔ شنگرف کی طرح خون کے سرخ آنسو ہی دل کے راز دار ہیں پیٹ بھر کر کھانا کیا ہے؟ یہ تو دل کے لئے ایک زنگار ہے۔ چونکہ تم ہمیشہ نفس کے کتے کی پرورش کرتے رہتے ہو اسی لئے مخنث میں گوہر کی صفات پیدا نہیں ہو سکتیں۔

حکایت حضرت شبلیؒ کا بغداد میں گم ہو جانا

ایک دفعہ حضرت شبلی بغداد میں کہیں گم ہو گئے کسی کو پتہ نہ چلے کہ وہ کہاں ہیں؟ آخر انہیں ہر جگہ تلاش کیا گیا بالآخر ہیجڑوں کے گھر میں کسی نے انہیں دیکھ لیا۔ وہاں حضرت شبلی اشکبار آنکھوں کے ساتھ اور خشک لبوں کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ اے بزرگ ولی اللہ! یہ کونسی جگہ پر آپ بیٹھے ہیں؟ آخر ہمیں یہ راز تو بتاؤ۔ انہوں نے فرمایا "چونکہ یہ لوگ تر دامن ہیں اور دنیاوی اعتبار سے نہ یہ مردوں میں شمار ہوتے ہیں نہ عورتوں میں اور میں بھی دین کے اعتبار سے ان جیسا ہی ہوں یعنی دینی لحاظ سے نہ میں مرد ہوں نہ عورت۔ لہٰذا میں اپنی کم ہمتی کی وجہ سے ان

میں ہی بیٹھ گیا ہوں۔ دینی اعتبار سے مجھے اپنی جواں مردی سے شرم آتی ہے۔ جو اپنی حقیقت کو پا گیا اس نے اپنی داڑھی کو اس راستے کا دستر خوان بنا دیا اس نے مردوں کی طرح تواضع کو اختیار کیا اور فقرا و مساکین پر اپنی عزت کو قربان کر دیا۔ اگر تم اپنے آپ کو بال سے بھی ذرا موٹے نظر آتے ہو تو اپنے آپ کو ایک بت سے بھی بدتر سمجھو۔ اگر تیری نظروں میں مدح و مذمت کے مابین کوئی تفاوت اور فرق نظر آتا ہے تو تم ایک بت گر ہو۔ کیونکہ یہ تفاوت بت ہی کرتا ہے یعنی اللہ کے خاص بندے مدح و مذمت سے بے نیاز ہوتے ہیں اگر تم اللہ کے بندے بنتے ہو تو پھر بت گر نہ بنو اور اگر تم رب ذوالجلال، ایزد متعال کے آدمی ہو تو پھر آذر کا پیشہ اختیار نہ کرو اور آذر نہ بنو، خواص و عوام میں "مقام بندگی" سے بڑھ کر بلند مقام اور کوئی نہیں ہے۔

بقول علامہ اقبال:۔

متاع بے بہا ہے درد و سوز آرزو مندی
مقام بندگی دے کر نہ لوں شان خداوندی

لہٰذا مقام بندگی حاصل کرو۔ یونہی بلند بانگ دعوے نہ کرو۔ مرد حق بنو اور عزیٰ (بت کا نام) سے عزت نہ مانگو۔ جب تیری گدڑی میں سینکڑوں بت پوشیدہ ہیں تو پھر تم مخلوق میں اپنے آپ کو صوفی کیوں مشہور کرتے ہو؟

اے ہیجڑے! مردوں والا لباس نہ پہنو اور خواہ مخواہ اپنے آپ کو پریشان نہ کرو۔ اگر تم اس نصیحت پر عمل نہیں کرو گے تو جس راستہ پر بھی چلو گے تم ایک مخنث گوہر ہی رہو گے ہر لحہ تم راہ حقیقت سے انکار کرنے پر تلے رہتے ہو گویا تمہارے ہر بال کے نیچے کوئی نہ کوئی زنار پوشیدہ ہوتا ہے۔

اے مخنث گوہر! بارگاہ صمدیت میں تمہارے لئے کوئی جگہ نہیں ہے کیونکہ عشق کے راستہ پر چلنا مخنث کا کام نہیں ہوتا۔

حکایت قاضی دو گدڑی پوش صوفیوں کے ساتھ

ایک دفعہ عدالت میں دو گدڑی پوش صوفی اپنا جھگڑا قاضی کے پاس لے آئے۔ قاضی انہیں ایک گوشہ میں لے گیا اور انہیں کہا کہ صوفیوں کو جھگڑا کرنا زیب نہیں دیتا جب تم نے ظاہری طور پر تسلیم ورضا کا لباس زیب تن کر رکھا ہے تو پھر تمہارا یہ جھگڑا کرنا چہ معنی دارد؟ اگر تم جھگڑا کرنا ہی چاہتے ہو تو پھر اس صوفیوں والے لباس کو اتار دو۔ اور اگر تم اپنے آپ کو صوفیوں والے لباس کے قابل اور لائق سمجھتے ہو تو پھر تمہارا آپس میں جھگڑا کرنا تمہاری جہالت کی دلیل ہے۔ میں جو کہ قاضی ہوں اور صوفی نہیں ہوں مجھے تمہارے اس صوفیانہ لباس سے بہت شرم آرہی ہے اس طرح گدڑی پہننے سے تو یہ بہتر تھا کہ تمہارے سر پر دنیاداروں کی طرح شاندار دستار ہوتی اور اوپر طرہ ہوتا۔

جب تم عشق کے معاملہ میں نہ مرد ہو اور نہ عورت تو پھر تم عشق کے اسرار کو کیسے حل کرو گے؟ اگر تم عشق کی راہ کے مسافر ہو تو پھر یہ زیب و زینت کا لباس اتار پھینکو۔ اگر تم میدان عشق میں جانے کا ارادہ رکھتے ہو تو پھر اپنے سر اور اپنی جان کو اس راستہ میں قربان کرنا ہوگا۔ اب صرف زبانی دعویٰ کرنا اور ڈینگیں مارنا چھوڑو تاکہ تمہیں رسوا نہ ہونا پڑے۔

حکایت ایک مفلس کا بادشاہ مصر پر عاشق ہونا

مصر میں ایک بڑا نامور بادشاہ تھا، ایک مفلس آدمی اس پر عاشق زار ہو گیا۔ جب بادشاہ کو اس کے عشق کا پتہ چلا تو اس نے اپنے گمراہ عاشق کو طلب کیا اور اسے کہا اب جو تو بادشاہ پر عاشق ہو گیا ہے تو ان دو کاموں میں سے ایک کو پسند کر لو یا تو اس شہر سے نکل جاؤ یا پھر مجھ پر عاشق ہونے کے جرم میں اپنا سر قلم کروانے کے لئے تیار ہو جاؤ، بادشاہ نے دوبارہ کہا کہ میں نے اپنا فیصلہ سنا دیا ہے یا میرا ملک چھوڑ دو یا سر کٹوانے کے

لئے تیار ہو جاؤ۔ چونکہ وہ پختہ کار عاشق نہ تھا بلکہ کچا عاشق تھا اس لئے اس نے شہر اور مملکت سے نکل جانے کو پسند کیا۔ جب اس کچے عاشق نے جلاوطن ہونے کا پروگرام بنایا تو بادشاہ نے کہا کہ اس کا سر قلم کر دیا جائے بادشاہ کے ایک ملازم خاص نے بادشاہ سے کہا کہ بے چارہ بے گناہ ہے اس کا سر قلم کرنے کا حکم آپ نے کیوں صادر فرمایا ہے؟ بادشاہ نے کہا کہ وہ میرا سچا اور پکا عاشق نہیں تھا اور میرے ساتھ اس کے عشق کا دعویٰ درست نہیں تھا اگر وہ میرا سچا اور پکا عاشق ہوتا تو سر قلم کئے جانے کو پسند کرتا۔ جو عاشق اپنے سر کو اپنے محبوب سے بہتر سمجھتا ہے تو ایسے شخص کے لئے عشق کرنا جرم ہے اور اسے اس کی سزا ملنی چاہئے۔ اگر وہ اپنا سر کاٹنے کا مجھے اشارہ دیتا تو میں اسے اپنی حکومت دے دیتا۔ اگر وہ غلاموں کی طرح اپنی کمر پر کمربند باندھ لیتا تو وہ درویشی سے نکل کر جہان کا بادشاہ بن جاتا۔ لیکن چونکہ وہ عشق میں صرف زبانی دعویٰ رکھتا تھا اس لئے اس کا سر کاٹ دینا ہی اس کا علاج ہے۔ جو شخص عشق میں اپنے سر کے کٹ جانے سے ڈرتا ہے وہ صرف عاشقی کا زبانی کلامی دعویٰ رکھتا ہے۔ دراصل وہ مجرم اور گناہگار ہے۔ میں نے اس لئے اس کے سر کو قلم کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ وہ ہمارا عاشق بننے کے لاف زنی نہ کرے اور جھوٹ نہ بولے۔

دوسرے پرندے کا ہدہد سے نفس امارہ کے بارے میں سوال کرنا

ایک دوسرے پرندے نے ہدہد سے کہا کہ نفس امارہ میرا دشمن ہے میں اس راستہ پر کیسے چلوں جبکہ میرا ساتھی ہی میرا راہزن ہے؟ یہ نفس کتا میرا کہنا نہیں مانتا میں نہیں جانتا کہ اس سے میں کیسے جان چھڑالوں؟ گویا صحرا میں ایک بھیڑیئے سے میرا واسطہ پڑ گیا ہے حالانکہ یہ خوبصورت کتا میرا خیر خواہ نہیں ہے۔ اس بے وفا ساتھی کی وجہ سے میں ایک عجیب پریشانی میں مبتلا ہوں نہ جانے مجھے یہ کس مصیبت میں پھنسائے گا؟

ہدہد کا اسے جواب دینا

ہدہد نے اسے کہا تو نے اچھی طرح اپنے آپ کو کتے نفس کے حوالہ کرر کھا ہے اور اس نے تجھے خوب مٹی میں پامال کرر کھا ہے تیرا نفس بھینگا بھی ہے اور اندھا بھی ہے یہ نفس کتا بھی ہے سست بھی ہے اور کافر بھی ہے۔ اگر تیری کوئی جھوٹی تعریف کرے تو تیرا نفس اس جھوٹی تعریف سے خوش ہوتا ہے ایک ایسے کتے کے سدھرنے کے کیا امکانات ہیں جو جھوٹ سے پھولا نہ سمائے اور موٹا ہو جائے؟ یہ نفس پہلے کچھ بھی نہ تھا۔ یعنی یہ پہلے بچہ تھا اس کا لڑکپن تھا اور اس پر بے فکری اور غفلت طاری تھی پھر اس پر درمیانی عمر کا زمانہ آیا جو اس کی بیگانگی جوانی اور دیوانگی کا زمانہ کہلاتا ہے پھر آخر میں اس پر بڑھاپے کا زمانہ آیا جو ایک بدحواسی کا زمانہ ہوتا ہے اور جسم کمزور و ناتوان ہو جاتا ہے۔ عمر کے ان مراحل میں اگر اس پر جہالت چھائی ہوئی ہو تو پھر یہ کتا نفس کس طرح سدھر سکتا ہے؟ جب اول سے آخر تک غفلت ہی غفلت سے اسے واسطہ پڑتا ہے تو پھر نتیجہ بے حاصلی کے سوا اور کیا نکلتا ہے؟ دنیا میں اس نفس کتے کی بہت سی خواہشیں ہوتی ہیں اور آخر کار بندہ اس کتے نفس کا غلام بن جاتا ہے لہٰذا اس نفس کا غلام بن جانا اچھی بات نہیں ہے۔ کیونکہ نفس دوزخی اور آگ سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔ کبھی تو اس نفس کی دوزخ میں شہوت کی آگ بھڑکی ہوئی ہوتی ہے اور کبھی اس میں غرور و تکبر کا طبقہ زمہریر (سخت سردی کا طبقہ) ہوتا ہے اور نفس کو دوزخ اسی لئے اچھی لگتی ہے کہ اس میں دونوں طبقے (آگ کا طبقہ اور سخت سردی کا طبقہ) ہوتے ہیں۔ ہزاروں دل غم سے مر جاتے ہیں مگر یہ کتا ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں مرتا۔

حکایت ایک شخص کا گورکن سے سوال

ایک شخص نے کسی بوڑھے گورکن (قبر کھودنے والے) کو دیکھا اس شخص نے اس سے پوچھا کہ تو جو اتنے عرصے سے لوگوں کی قبریں کھود رہا ہے تو نے اس دوران کونسی عجیب و غریب بات دیکھی ہے؟ اس نے کہا میں نے یہ عجیب بات دیکھی ہے کہ ستر سال سے میرا کتا نفس قبر کھودنے کو دیکھ رہا ہے مگر ایک لمحہ کے لئے بھی یہ نہیں مرا اور خدا کی عبادت کی طرف مائل نہیں ہوا۔

مقالات عباسیہ نفس کافر کے بیان میں

ایک رات عباسیہ (پراسرار راوی) نے کہا اے حاضرین! اگر یہ جہان کافروں سے بھر جائے تو اس صورت میں یہ ممکن ہے کہ ترکمان جیسی اجڈ قوم سب کی سب سچے دل سے اسلام قبول کر لے مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ یہ کافر نفس ایک لمحہ کے لئے مسلمان ہو جائے یا مر جائے۔ حالانکہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھی مبعوث ہوئے ہیں آخر یہ بات کیا ہے؟ پھر خود ہی فرمایا بات یہ ہے کہ ہم سب اس کافر نفس کے حکم بردار ہیں۔ کیونکہ ہم اپنے اندر اسکی پرورش کر رہے ہیں۔ یہ نفس کافر بھی ہے اور نافرمان بھی ہے۔ اس کا قتل کرنا آسان کام نہیں ہے۔ چونکہ یہ نفس دو راستوں سے مدد حاصل کرتا ہے اس لئے اس کو تباہ کرنا آسان نہیں ہے۔ بات یوں ہے کہ دل کی حیثیت ساری مملکت کے شاہسوار کی سی ہے اور یہ کتا نفس رات دن اس کے ساتھ بطور وزیر کے رہتا ہے۔ دوران شکار دل کا شاہسوار جس قدر گھوڑے کو دوڑاتا ہے یہ کتا نفس اس کے ساتھ ساتھ دوڑتا جاتا ہے۔ اور محبوب حقیقی کی بارگاہ سے دل کو جو فیوضات قدسیہ حاصل ہوتے ہیں یہ کتا نفس ان کو اچک لیتا ہے جس شخص نے اپنی ہمت اور جواں مردی سے اس کتے نفس کو قید کر لیا گویا اس نے دونوں عالم میں شیر کو اپنے جال میں جکڑ

لیا ہے اور جو شخص اس کتے کو اپنے تابع کر لیتا ہے کوئی شخص اس کی جوتی کے گرد و غبار کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔ اور جو شخص اس کتے نفس کو مضبوط زنجیروں میں جکڑ لیتا ہے اس کی مٹی بھی دوسرے لوگوں کے خون سے بہتر اور قیمتی ہوتی ہے۔

حکایت ایک گدڑی پوش فقیر کا بادشاہ سے مکالمہ

ایک گدڑی پوش درویش جا رہا تھا کہ اچانک اسے ایک بادشاہ نے دیکھ لیا۔ بادشاہ نے اسے کہا اے گدڑی پوش! میں تجھ سے بہتر ہوں۔ اس درویش نے جواب دیا اے بے خبر! خاموش رہو اگرچہ اپنی تعریف کرنا ہمارا طریقہ نہیں ہے کیونکہ جو "اپنے منہ میاں مٹھو" بنتا ہے وہ واقف کار نہیں ہوتا۔ مگر اب مجھے تیری بات کا جواب دینا ضروری ہو گیا ہے اس لئے مجھے کہنا پڑا ہے کہ مجھ جیسا درویش تم جیسے ہزاروں دنیا داروں سے بہتر ہے۔ کیونکہ تیرے دل کو دینی اقدار اور شعار کا پتہ ہی نہیں تیرے نفس نے تجھے گدھا بنا رکھا ہے اور اے امیر! وہ گدھا تجھ پر سوار ہے اور تو اس کے بوجھ کو اٹھانے کا پابند ہے۔ اس نے تیرے منہ میں رات دن اپنی لگام ڈال رکھی ہے اور تو اس کا حکم ماننے پر مجبور ہے۔ نفس تجھے جو کچھ کہتا ہے تو چارو ناچار اس پر عمل کرتا ہے لیکن میں چونکہ دل کے راز کو جانتا ہوں اس لئے میں نے اپنے کتے نفس کو اپنا گدھا بنایا ہوا ہے۔ جب میرا نفس میرا گدھا بن گیا تو میں اس کے اوپر سوار ہو گیا۔ لہٰذا مجھ میں اور تجھ میں یہی فرق ہے کتا نفس تجھ پر سوا ہے جبکہ میں اس کے اوپر سوار ہوں۔ جب میرا گدھا تجھ پر سوار ہو گیا ہے تو ثابت ہوا کہ مجھ جیسا درویش تیرے جیسے ہزاروں امیروں سے افضل اور بہتر ہے۔

تجھے کتے نفس نے اپنی گرفت میں لے رکھا ہے اور اس نے تیرے اندر شہوت کی آگ بھڑکا رکھی ہے چنانچہ شہوت کی آگ نے تیری عزت کو برباد کر رکھا ہے اور اب

تیرے دل میں نور اور تیرے جسم میں طاقت نہیں رہی۔ تیری آنکھیں بے نور ہیں تیرے کان بہرے ہیں اور پھر بڑھاپے اور عقل کی کمزوری اور ہوش و خرد کی کمی اس پر مستزاد ہیں۔ پھر انقلابات زمانہ (جو موت کے فرشتے کے نوکر ہیں) پے در پے چلے آ رہے ہیں اور پھر ان انقلابات کے بعد موت کا فرشتہ آ جائے گا۔ اور جب اس کے لاؤ لشکر نے چاروں طرف سے تجھے گھیر لیا تو تو اور تیرا نفس دونوں ڈھیر ہو جائیں گے تو نے بڑی خوشی اور رغبت سے اپنے نفس کے ساتھ ساز باز کر رکھی ہے اور تو اس کے ساتھ عیش و عشرت میں لگا ہوا ہے بلکہ اس کی عیش و عشرت کے جال میں پھنس گیا ہے اور نفس نے تجھ پر مکمل طور پر قابو پا لیا ہے۔ بالآخر جب موت کا لاؤ لشکر آئے گا تو تو اپنے اس کتے نفس سے اور یہ کتا نفس تجھ سے جدا ہو جائے گا۔ اور جب تم اسی دنیا میں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے تو پھر تم دونوں کی دوزخ میں ہی باہم ملاقات ہو گی۔ غم نہ کرو اگر اس دنیا میں اپنے نفس سے تم بچھڑ بھی گئے تو بروز قیامت دوزخ میں پھر اکٹھے ہو جاؤ گے۔

حکایت دو لومڑیوں کا ایک دوسرے سے مکالمہ

ایک دفعہ دو لومڑیاں (نر و مادہ) عیش و عشرت کرتے ہوئے باہم جفت ہو گئیں۔ ادھر سے ایک بادشاہ چیتے اور باز کے ساتھ جنگل میں شکار کھیلنے آ گیا اور اس نے ان دونوں لومڑیوں کو آپس سے الگ الگ کر کے پکڑ لیا۔ اس پر مادہ لومڑی نے اپنے نر سے پوچھا اے خالی جگہ کو پر کرنے والے! اب ہماری دوبارہ ملاقات کہاں ہو گی؟ نر نے جواب دیا اگر دوبارہ وصل ہماری قسمت میں ہوا تو شہر میں پوستین بنانے والے کی دوکان پر ہم دونوں کی ملاقات ہو گی۔

دوسرے پرندے کا ابلیس کی رہزنی کے بارے میں سوال کرنا

ایک دوسرے پرندے نے کہا کہ بادشاہ کی حضوری کے وقت ابلیس لعین ازراہ غرور میری راہزنی کرتا ہے۔ چونکہ وہ طاقتور ہے اس لئے میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا اس کے دھوکہ اور فریب نے میرے دل میں ایک شور برپا کر رکھا ہے بتایئے! اب میں کس طرح اس سے نجات پاسکتا ہوں؟ تاکہ میں شراب معرفت سے حیات ابدی حاصل کر سکوں۔

ہدہد کا اسے جواب دینا

ہدہد نے اسے کہا کہ جب تک تیرے پاس یہ کتا نفس موجود ہے اس وقت تک ابلیس کو تیرے پاس رہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اسی لئے وہ تجھ سے دور ہی رہتا ہے۔ یہ جو تجھے اپنے اندر ابلیس کے کرتوت نظر آتے ہیں یہ سب تیرے اپنے نفس کے مکر و فریب ہیں۔ یعنی تیرا نفس ہی ابلیس بن جاتا ہے اور یہ تیری نفسانی خواہشات تیرے اپنے نفس کے ابلیس کی وجہ سے ہی ہیں۔ اگر تم ایک آرزو کو پورا کرتے ہو تو تجھ میں سینکڑوں ابلیس پیدا ہو جاتے ہیں۔ دنیا کی بھٹی ایک قید خانہ ہے اور یہ سب شیطان کی جاگیر ہے۔ لہٰذا شیطان کی اس جاگیر سے ہاتھ کھینچ لو یعنی دنیا کی لالچ نہ کرو پھر شیطان تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔

حکایت ایک آدمی کا صاحب چلہ کے پاس جانا اور ابلیس کا گلہ کرنا

ایک غافل آدمی، کسی چلے میں بیٹھے ہوئے درویش کے پاس گیا اور ابلیس کا بہت گلا کیا۔ مثلاً اس نے یوں کہا کہ ابلیس نے مجھے بہکایا ہوا ہے اور اس نے بڑی چالاکی سے میرے دین کو تباہ کیا ہوا ہے اس درویش نے اسے کہا کہ اے پیارے جواں مرد! تجھ سے

پہلے ابلیس بھی میرے پاس آیا تھا اور وہ تم سے ناراض تھا اور تیرے ظلم کی وجہ سے اس نے اپنے سر پر مٹی ڈال رکھی تھی۔

ابلیس کا موقف یہ تھا کہ یہ ساری دنیا میری جاگیر ہے جو دنیا کا دشمن ہے وہ میرا دوست نہیں ہو سکتا۔ ابلیس نے مزید کہا کہ آپ اس شخص کو کہیں کہ میری جاگیر سے نکل جائے۔ اور میری دنیا کو ہاتھ نہ لگائے۔ اس آدمی نے میری دنیا کو اپنا دشمن سمجھ کر اس سے جنگ کر رکھی ہے اور ایک اودھم مچا رکھی ہے اسی لئے میں اس کے دین میں اسے گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہوں کیونکہ جو میری جاگیر (دنیا) سے بالکل قطع تعلق کر لیتا ہے میرا اس سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔

حکایت ایک شخص کا حضرت مالک بن دینار سے سوال کرنا

حضرت مالک بن دینارؒ سے اس کے ایک عزیز نے کہا مجھے تو اپنی کچھ خبر نہیں ہے۔ تمہارا کیا حال ہے؟

حضرت مالک بن دینارؒ نے جواب دیا میری حالت یہ ہے کہ میں خدا کے دستر خوان پر روٹی کھاتا ہوں مگر حکم شیطان کا مانتا ہوں۔ اے مخاطب! شیطان نے تیری راہزنی کی ہے اور تم "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ" بھی نہیں پڑھتے تمہاری مسلمانی تو صرف زبانی زبانی ہی معلوم ہوتی ہے۔ تم دنیا کے غم میں گرفتار ہو چکے ہو تیرے سر پر مٹی پڑے کہ تو مردہ دل ہو چکا ہے میں نے تجھے پہلے یہ کہا ہے کہ دنیا کو قربان کر دو اور اب میں تمہیں یہ کہتا ہوں کہ اس عہد پر پکے بھی رہو۔ جب تم اپنی دولت ایمان اس کو دے دو گے تو پھر تم آسانی سے اس سے قطع تعلق کیسے کر سکتے ہو؟ تم غفلت کی وجہ سے حرص کے دریا میں غرق ہو چکے ہو اور اتنا بھی نہیں جانتے کہ آخر تم کب تک یہاں رہو گے؟ دونوں جہان تیری تعزیت میں آنسو بہا رہے ہیں مگر تو گنا ہوں میں

پھنسا ہوا ہے۔ دنیا کی محبت تیرے ایمان کی لذت کو بہا کر لے گئی۔ اور تیرے حرص اور تیری آرزو نے تجھے ہلاک کر ڈالا ہے۔ دنیا کی حقیقت کیا ہے؟ یہ حرص اور لالچ کا ایک آشیانہ ہے۔ فرعون اور نمرود بھی اس کو یہیں چھوڑ گئے۔ قارون بھی اس دنیا کو یہیں چھوڑ گیا اور چلا گیا اور شداد نے بھی اس کو بڑی مضبوطی سے تھاما مگر وہ بھی اسے یہیں چھوڑ کر چل بسا اللہ تعالیٰ نے دنیا کا نام "لاشئ" رکھا ہے اور تم خواہ مخواہ اس کے جال میں پھنسے ہوئے ہو۔ تم کب تک اس کمینہ دنیا کے غم میں گھلتے رہو گے۔ یہ تو "لاشئ" کی لاش ہے جو آدمی ایک لاشئے کے ایک ذرہ میں اس قدر مست اور محو ہو چکا ہو وہ کس طرح ایک صحیح انسان بن سکتا ہے۔ تم رات دن اس فکر میں حیران و پریشان پھرتے ہو کہ اس "لاشئ" کا تمہیں ایک ذرہ ہی مل جائے۔ حالانکہ جو شخص اس "لاشئ" کی جستجو میں اپنا دم توڑ دیتا ہے وہ خود "لاشئ" سے بھی سینکڑوں درجے پست یعنی زیرو ہو جاتا ہے۔ اس کا کوئی وزن نہیں ہوتا وہ بالکل بے وزن انسان ہوتا ہے۔ دنیا کے کام بیکاری کے مترادف ہیں اور بیکاری ہی گرفتاری کا دوسرا نام ہے دنیا ایک بھڑکتی ہوئی آگ ہے ہر لحہ یہ خلق خدا کو جلاتی رہتی ہے جب یہ آتش بڑے زور و شور سے بھڑک رہی ہو تو شیر مرد بنو اور اس آگ سے دور بھاگ جاؤ۔ اور شیروں کی طرح اس آگ سے آنکھوں کو بند کر لو ورنہ پروانے کی طرح اس کی آگ میں جل جاؤ گے۔ اور جو شخص پروانے کی طرح آتش پرست بن جائے گا وہ سر پھرا اس آگ میں جلنے کے ہی قابل ہے۔ دنیا کی ہی آگ تیرے آگے پیچھے بھڑک رہی ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ تم اس میں جلنے نہ پاؤ؟ یعنی تم اس میں ضرور جل جاؤ گے دیکھو جہاں تک ممکن ہو اس آگ میں جلنے سے بچو۔

حکایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا خواب اور سر کے نیچے اینٹ کو بطور تکیہ کے رکھنا

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ایک دفعہ سر کے نیچے آدھی اینٹ رکھ کر سو رہے تھے جب انہوں نے میٹھی نیند سے آنکھ کھولی تو سامنے ابلیس لعین کو کھڑے ہوئے دیکھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے ملعون! تو یہاں کیوں کھڑا ہے؟ اس پر شیطان نے کہا کہ تو نے میری اینٹ سر کے نیچے رکھی ہوئی ہے۔ چونکہ ساری دنیا میری جاگیر ہے اس لئے بے شک وشبہ یہ اینٹ بھی میری ہے۔ تم میرے مال میں کیوں تصرف کرتے ہو؟ اس طرح تو تم نے خود کو میری لڑی میں پرودیا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ سن کر اینٹ کو سر کے نیچے سے نکال کر پھینک دیا اور مٹی پر سر رکھ کر لیٹ گئے۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے وہ آدھی اینٹ سر کے نیچے سے نکال کر پھینک دی تو شیطان نے کہا ٹھیک ہے اب میں جاتا ہوں تم مزے سے سو جاؤ۔

اے انسان! تم اس دنیا کے دائرے میں یونہی پھنے خاں بنے پھرتے ہو اور ایک مداری لڑکے کی طرح تماشے دکھا رہے ہو۔ آخر کار تجھے ایک دن اس دنیا کے دائرے سے ہمیشہ کے لئے نکلنا بھی تو ہے۔ اس لئے تم کب تک یہ مداری کے تماشے دکھاتے رہو گے۔ آخر کار جب تمہیں ایک دن قبر کی لحد میں جا کر لیٹنا ہی ہے تو پھر یہ اونچی اونچی اور بڑی بڑی عمارتیں کیوں بنا رہے ہو؟

حکایت ایک امیر آدمی کے ساتھ نماز کے وقت ایک دیوانے کا مکالمہ

ایک امیر آدمی نماز کے بعد دعا مانگ رہا تھا کہ اے اللہ تعالیٰ مجھ پر رحمت فرما اور میری مشکلات کو حل کر دے۔ ایک دیوانے آدمی نے یہ الفاظ سنے تو اس نے اسے کہا تم اتنی جلدی اللہ کی طرف سے رحمت کا جواب نہیں سن سکو گے تم ابھی دنیا جہان میں اپنے غرور کی وجہ سے پھولے نہیں سماتے اور ہر وقت تکبر سے اکڑ اکڑ کر چلتے ہو۔ سر بفلک عمارت بنا رکھی ہے اور اس کی چاروں دیواروں پر سونے سے نقش و نگار بھی کر رکھا ہے دس غلام اور دس لونڈیاں تیرے سامنے دست بستہ کھڑے ہوتے ہیں۔ اتنے پردوں میں تم اللہ تعالیٰ کی رحمت کیسے دیکھو گے؟ ذرا خود سوچو کہ اتنے جنجال کے ہوتے ہوئے تم رحمت کی امید بھی رکھتے ہو؟ آخر کچھ تو شرم کرو۔ اگر میری طرح صرف ایک روٹی کھا کر شکر خدا کرتے تو پھر اس وقت رحمت کی امید رکھنے میں حق بجانب ہوتے۔ جب تک تم مال دولت، سونا چاندی سے منہ نہیں پھیرو گے اس وقت تک تیری حالت نہیں سدھر سکے گی لہٰذا ان تمام جنجالوں سے منہ موڑ لو تاکہ مردوں کی طرح تمام جھمیلوں سے فارغ ہو کر اللہ کے طالب بن سکو۔

حکایت ایک نیک آدمی کی بات میں

ایک نیک آدمی نے کہا کہ لوگ بوقت نزع مرنے والے کا منہ قبلہ کی طرف پھیرتے ہیں حالانکہ اس مرنے والے غافل اور بے خبر انسان کو زندگی میں اپنا منہ اللہ کی طرف پھیرنا چاہئے تھا۔ جس طرح جس ٹہنی کے تمام پتے گر چکے ہوں اور اس کی جڑ خشک ہو گئی ہو تو اسے زمین میں گاڑنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اسی طرح اس وقت

اس کا منہ قبلے کی سمت پھیرنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے۔ یہ اب ناپاکی کی حالت میں مر رہا ہے اس وقت قبلے کی طرف منہ پھیرنے سے یہ کیسے پاک ہو گا؟ الغرض جس نے ہمیشہ نصیحت قبول کرنے سے انکار کیا ہو اب نزع کے وقت وہ جیسا بھی ہے ویسا ہی رہے گا اس لمحہ قبلے کی سمت اس کا منہ پھیرنے سے اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔

ایک اور پرندے کا ہدہد سے زر کی محبت کے بارے میں سوال کرنا

ایک اور پرندے نے ہدہد سے کہا کہ مجھے دنیا کی دولت اور سونا بہت پسند ہے اور سونے کا عشق میری رگ رگ میں سمایا ہوا ہے جب تک میرے ہاتھ میں پھول کے چہرے والا سونا نہ ہو میں پھول کی طرح ہنستا بھی نہیں ہوں۔ دولت اور سونے کی محبت نے مجھے بڑا باتونی اور لسان بنادیا ہے حالانکہ میں حقیقت سے قطعاً نا آشنا ہوں۔

ہدہد کا اسے جواب دینا

ہدہد نے اسے کہا کہ تم محض سونے کی شکل دیکھ کر حیران ہوتے ہو اور تیرے دل سے صبح کی روشنی (انوار خداوندی) پوشیدہ ہے رات اور دن تم نابینا اور بے بصیرت بنے ہوئے ہو حتیٰ کہ تمہیں دن کو بھی کچھ نظر نہیں آتا۔ تم ظاہری صورت کے دلدادہ ہو چکے ہو اور تمہاری حالت ایک چیونٹی کی طرح ہو گئی ہے۔ حقیقت کے مرد بنو اور ظاہری صورت کے متوالا نہ بنو۔ حقیقت ہی تو اصل چیز ہوتی ہے جبکہ ظاہری صورت تو کوئی چیز بھی نہیں ہے۔ سونا کیا ہے یہ در حقیقت ایک رنگ کیا ہوا پتھر ہی تو ہے تو ابھی طفل ہے اس لئے صرف رنگ کا عاشق بنا ہوا ہے۔ جو سونا تمہیں اللہ سے دور لے جائے وہ اصل میں ایک بت ہے لہٰذا اسے ہر حال میں خاک پر پھینک دو۔ سونا اگر زیادہ سے زیادہ کسی کام آسکتا ہے تو صرف یہی کہ گدھی کی شرمگاہ کا اسے قفل (تالا) بنایا جائے اور بس۔ تیری دولت سے نہ تو کسی کو فائدہ پہنچ رہا ہے اور نہ تو خود اس سے کچھ

فائدہ حاصل کر رہا ہے۔ اگر تو جو کے برابر بھی کسی درویش کو سونا دیتا ہے تو بھی اس کا خون چوسنے لگ جاتا ہے اور کبھی اپنا۔ کسی زید بکر (ایرے غیرے نتھو خیرے) کو دولت نہیں دینی چاہیے بلکہ اگر تم نے اللہ کی رضامندی کے لئے کچھ دینا ہے تو پھر حضرت جنید بغدادی جیسے کسی درویش کو دو۔ تو دولت کے نشہ میں لوگوں کا دوست بنا ہوا ہے حالانکہ قیامت کے دن اسی سونے اور چاندی سے تیری پیشانی اور تیرے پہلو کو داغا جائے گا اے میرے پیارے! تجھے دکانداری اور کاروبار سے تو آخرت کے لئے اپنا توشہ بنانا چاہیے۔ ایسی دکانداری اور کاروبار کی کیا ضرورت ہے جس سے ایمان اور دین دونوں ہاتھ سے نکل جائیں؟ تیری عمر عزیز گزر گئی مگر تو نے اپنی دکانداری سے آخرت کے لئے ایک پیسہ کا بھی توشہ نہیں بنایا تو نے اپنا سارا سرمایہ بیہودہ کاموں میں صرف کر دیا ہے اور خواہ مخواہ دنیا کی چیزوں کے دلدادہ بنے رہے۔ لیکن میں تو اس وقت کی انتظار میں ہوں جب تیرے نیچے سے سیڑھی کھینچ لی جائے گی یعنی جب تم مر جاؤ گے اور پھر تمہیں پتہ چلے گا کہ ہائے اب جائیں تو جائیں کہاں؟ یہ جتنی دولت تیرے دل کو لبھا رہی ہے یہ اس وقت تیرے لئے تیز آگ بن جائے گی۔ تم دنیا میں اس قدر غرق ہو چکے ہو کہ دین بھی ہاتھوں سے دے بیٹھے ہو۔ اب تمہارے پاس نہ دنیا ہے اور نہ دین کچھ بھی نہیں ہے۔

تم دنیاوی کاروبار میں دولت کمانے کے لئے ہمہ تن معروف رہے مگر آخرت میں جب تمہارے ہاتھ نیکیوں سے خالی ہونگے تو اس وقت تم چلا چلا کر روؤ گے اس لئے جو سرمایہ تیرے پاس ہے اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں "لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ" (اس وقت تک تم مکمل نیکی حاصل نہیں کر سکتے جب تک تم اپنی پسندیدہ چیز کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرو گے) پارہ ۴۔ رکوع ۱

لہٰذا جو کچھ تمہارے قبضہ میں ہے سب اللہ کی راہ میں دے دو آخر تم نے ایک دن اپنی جان کو بھی جان آفریں کے حوالے کر دینا ہے۔ جب تمہارے ہاتھ میں تمہاری اپنی جان بھی نہیں رہے گی تو پھر یہ دنیاوی مال و دولت تمہارے پاس کیسے رہے گی؟ اگر نیند کے لئے تیرا بستر ٹاٹ کا ہو تو وہ بھی راہ حق کے لئے رکاوٹ بن جاتا ہے اے حق شناس! ٹاٹ کو بھی جلا دے۔ آخر کب تک تم ٹاٹ کا بستر بنا کر اللہ تعالیٰ سے دھوکا اور فریب کرتے رہو گے؟ اگر تم یہاں ڈر کے مارے ٹاٹ نہ جلاؤ گے تو کل قیامت کے روز تمہیں بہشتیوں کا لباس کیسے ملے گا؟ جو بھی اپنی نفسانی خواہشات کا شکار ہو گیا وہ از سر تا پا انہی خواہشات میں گم ہو کر رہ جاتا ہے۔ اے غلام "وا" کے دو حرف ہیں ایک واو اور دوسرا الف ان دونوں کو تم ہمیشہ خاک اور خون میں ہی پاؤ گے۔ واء کا حرف خون کے درمیان میں ہے جبکہ الف خاک کا درمیانی حرف ہے لہٰذا پتہ چلا کہ "وا" (بمعنی خواہشات نفسانی) کا مقام خاک اور خون کے درمیان میں ہوتا ہے اور بس۔

حکایت ایک نئے مرید کی جس نے اپنا سونا اپنے مرشد سے چھپا رکھا تھا

ایک نئے نئے مرید کے پاس کچھ تھوڑا سا سونا تھا جسے اس نے اپنے مرشد سے چھپا رکھا تھا۔ مرشد کو اگرچہ علم تھا مگر وہ مصلحتاً خاموش رہا اور اس نے کچھ نہ کہا۔ اس طرح کچھ عرصے تک مرید نے اس سونے کو چھپائے رکھا۔ ایک دفعہ مرید اور اس کا پیر دونوں اکٹھے سفر پر جا رہے تھے کہ راستہ میں ایک بڑی خطرناک وادی آ گئی اس وادی میں آگے دو راستے نکلتے تھے۔ مرید بہت ڈر رہا تھا کہ ڈاکو پڑ جائیں گے اور مجھ سے یہ سونا چھین لیں گے اور مجھے مرشد کے سامنے ذلیل اور رسوا ہونا پڑے گا۔ کیونکہ میرا جھوٹ ظاہر ہو جائے گا چنانچہ اس نے اپنے مرشد سے پوچھا کہ ان دو راستوں میں سے

ہمیں کو نسا راستہ اختیار کرنا چاہئے؟ مرشد نے جواب دیا کہ تم نے جو سونا چھپا رکھا ہے اسے پھینک دو پھر جس راستہ پر مرضی ہے چلو، کوئی خطرہ نہیں ہے کیا تو نہیں جانتا؟ کہ ڈاکو خالی ہاتھ والے سے اس طرح بھاگ جاتے ہیں جس طرح کتے سے ہرن بھاگ جاتا ہے اور جو آدمی دولت سے چمٹا ہوا ہو اس کے خوف سے شیطان بھاگ جاتا ہے یعنی شیطان یہ سمجھتا ہے کہ مجھے بدنامی لینے کی کیا ضرورت ہے اس کو تو ڈاکو ہی لوٹ لے جائے گا۔ حرام کے سونے کا (خواہ وہ ایک جو کے برابر بھی ہو) بروز محشر حساب کتاب لیا جائے گا اور بال کی کھال اتاری جائے گی اگر کوئی دین کے معاملہ میں لنگڑا گدھا بن کر عذر لنگ کرے گا تو پھر بھی اس کا ہاتھ سنگ گراں کے نیچے ہوگا اور وہ آدمی بے وزن اور ذلیل ہو کر رہے گا جو وہاں زیادہ چالاک بنے گا وہ شیطان ہوگا اور جو دینداری کا مظاہرہ کرے گا وہ اپنی جگہ حیران ہوگا۔ راستہ میں جس پر ڈاکہ پڑ گیا وہ گمراہ ہو جائے گا۔ اور اس کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے کنوئیں میں لٹکا دیا جائے گا۔ اے یوسف! تم اس گہرے کنوئیں سے پرہیز کرو خاموش رہو اس کنوئیں میں بڑے بڑے نادر اور عجیب و غریب مکرو فریب ہیں۔

حکایت ایک بزرگ آدمی کا خواب دیکھنا

زمانے کے ایک بہت بڑے بزرگ نے خواب میں دیکھا کہ وہ راستہ پر جا رہا ہے کہ چاند کی طرح ایک روشن اور خوبصورت فرشتہ اسے راستہ میں ملا۔ فرشتے نے اس سے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ اس نے کہا میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ فرشتے نے اسے کہا کچھ شرم کرو تم اتنے لمبے چوڑے دنیاوی کاروبار میں لگے ہوئے ہو گھر میں اتنا ساز و سامان رکھتے ہو اور پھر خدائے پاک کی درگاہ میں جانے کا شوق بھی رکھتے ہو ایک طرف تو تم اپنے کاروبار میں اتنی دلچسپی رکھتے ہو اور دوسری طرف اللہ

کے قرب کا خیال بھی سر میں ہے جب تم اتنے لمبے چوڑے ساز و سامان اور دنیاوی بکھیڑوں میں پھنسے ہوئے ہو تو پھر اس حالت میں تم اللہ کے نور کو کس طرح حاصل کر سکو گے؟ وہ آدمی خواب سے بیدار ہوا تو غم کے ہاتھوں ہلاک ہو چکا تھا اس کے پاس جو کچھ بھی ساز و سامان تھا سب کا سب اللہ کی راہ یں لٹا دیا صرف ٹاٹ کا ایک ٹکڑا باقی بچا۔ جس سے اس نے کرتہ بنا لیا دوسری رات پھر وہ سویا تو خواب میں اسے پھر فرشتہ راستہ میں ملا فرشتے نے پھر اس سے پوچھا کہاں جانے کا قصد ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں اللہ تعالیٰ کے قرب میں جانے کا قصد رکھتا ہوں فرشتے نے کہا اے دیوانے تم وہاں اس ٹاٹ کے کرتے کے ساتھ جا رہے ہو۔ اے اللہ کے بندے! ٹاٹ کا کرتہ پہن کر وہاں نہ جاؤ۔ خداوند جہاں کے پاس جانے کے لئے اس ٹاٹ کے کرتے کی ضرورت نہیں ہے۔ دیکھو! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ایک سوئی بھی حجاب راہ بن گئی تھی اور تو نے ٹاٹ کو بطور زرہ بکتر بنایا ہوا ہے وہ بزرگ خواب سے بیدار ہوا تو اس نے ٹاٹ کے کرتے کو آگ میں جلا دیا۔ تیسری رات پھر وہی فرشتہ خواب میں دیکھا اور اس نے پوچھا اے پاکباز! کہاں جانے کا عزم ہے؟ اس نے پھر وہی جواب دیا کہ میں اللہ تعالیٰ کے پاس جا رہا ہوں جو سب کا کارساز ہے۔ اس پر فرشتے نے کہا اے پاکباز! اب جو تم نے اپنی ہر چیز پھینک دی ہے، یہاں بیٹھو، تمہیں اب آگے جانے کی ضرورت نہیں ہے وہ بادشاہ یعنی اللہ تعالیٰ خود یہاں تیرے پاس تشریف لائیں گے۔

اے سالک! تم بھی اپنے تمام دنیاوی ساز و سامان سے پاک و صاف ہو جاؤ تاکہ اللہ تعالیٰ تیرا خیر مقدم کرنے کے لئے آئے۔ جب تک تم درویشی کے اس نکتے تک نہیں پہنچو گے تمہیں قرب خداوندی حاصل نہیں ہو گا اور جب تک تم رسول اللہ ﷺ کی حدیث "اَلْفَقْرُ فخری" پر عمل پیرا نہیں ہو گے اس وقت تک تیری نیت میں شرک کی بو رہے گی اور تیری بزرگی "محل نظر" رہے گی۔

فقر ہی پہلے بزرگوں کا اصول تھا اور یہی جان کو جلا دینے والا فقر ہی ان سب کا علاج تھا۔ کعبہ کی طرح فقر کے بھی چار ارکان ہیں اور پانچواں رکن ذات خداوندی کا قرب ہی ہے۔ بھوک، جان کی قربانی، عاجزی اور غربت کی منزلوں سے جب گزرو گے تو قرب خداوندی کی پانچویں منزل میں پہنچو گے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں صحابہ کرام میں ہمیشہ یہ چار خوبیاں ظاہر تھیں سب کو بھوک سے سکون ملتا تھا۔ اور کسی کو بھی ننگ و ناموس اور مشہوری کی طلب نہ تھی۔ تمام صحابہ کرام جان کی قربانی دینے والے تھے۔ بہشت کے عاشق اور فدائی تھے، سب کو مسکینی کی وجہ سے عزت ملی۔ ان سب کا جزو بھی کُل تھا۔ وہ فقیری میں بھی شاہانہ طنطنہ رکھتے تھے اور تمام مخلوق خدا سے بہترین انسان وہی تھے۔ اس میدان میں ایسے مرد کی ضرورت ہے جسے اپنے سر پاؤں کی خبر نہ ہو سب خوبیاں ان میں گم تھیں اور وہ خدا کی محبت میں گم تھے۔ اگر تمہارے فقر میں ذرہ بھر بھی غرور ہو گا تو تم امن اور بے خوفی کا منہ کبھی نہیں دیکھ سکو گے۔

حکایت حضرت عیسیٰؑ کا غار میں ایک سوئے ہوئے آدمی کو دیکھنا

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ایک دفعہ ایک غار میں گئے جس میں ایک مرد سویا ہوا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے دنیا جہان سے بے خبر انسان! اٹھو جاگو، کچھ کام کرو۔ تاکہ اس کی مزدوری اور اجرت حاصل کر سکو۔ اس نے کہا میں نے دونوں جہان کے کام مکمل کر لئے ہیں میں اب ابد الآباد تک فارغ ہو چکا ہوں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے مرد راہ! کونسا کام تم کر چکے ہو؟ اس نے کہا کہ دنیا میرے نزدیک ایک پر کاہ (تنکے) کے برابر ہے۔ ساری دنیا کو میں ایک روٹی کے عوض دے دیتا ہوں اور روٹی کتے کو دے دیتا ہوں جس طرح اسے ہڈی دی جاتی ہے لہٰذا میں اب ایک مدید سے دنیا کے کاموں سے فارغ ہو چکا ہوں۔ میں بچہ نہیں ہوں بلکہ بالغ آدمی ہوں

اور چونکہ بالغ ہوں اس لئے مجھے دنیا کے لہو و لعب سے کیا کام ہے؟ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے جب یہ بات سنی تو کہا اب تم جو چاہو کرو جب تم دنیا سے فارغ ہو چکے ہو تو مزے سے سو جاؤ تمہیں اچھی نیند مبارک ہو۔ اب تجھے دنیا سے کوئی ہمدردی اور دلچسپی نہیں رہی تم نے تمام کرنے والے کام یکبارگی کر لئے ہیں۔ سونا اگرچہ سرخ رنگ کا اور خوبصورت ہوتا ہے لیکن اگر اسے ہاتھ میں بند رکھو گے تو وہ آگ ہے۔ چونکہ تیری آنکھ کو راستہ پر کوئی چور نظر نہیں آتا اس لئے تم سونے چاندی کو اپنے اندھے پن کی وجہ سے محفوظ رکھتے ہو حالانکہ کئی دفعہ یوں بھی ہوا ہے کہ ایک جو کے برابر سونے کی خاطر ایمان اور جان دونوں سے ہاتھ دھونے پڑتے ہیں۔ اگر سینکڑوں خزانے بھی تو نے چھپا رکھے ہیں تاہم اس کا اصل مقصد کچھ فائدہ حاصل کرنا ہی ہوتا ہے۔ جب اس سارے خزانے سے انسان کا حصہ صرف ایک روٹی ہے تو پھر خواہ مخواہ دولت جمع کرنے کا فائدہ ہی کیا ہے؟

حکایت شیخ بصرہ کا حضرت رابعہ بصریؒ کے پاس جانا

ایک دفعہ بصرہ کا شیخ حضرت بی بی رابعہؒ کے پاس گیا اور کہنے لگا اے عشق کے معاملات کو جاننے والی! کوئی ایسی بات بتاؤ جو آج تک کسی نے کسی سے نہ سنی ہو اور نہ کسی نے پڑھی ہو نہ دیکھی ہو؟ میں صرف ایسی بات سننے کے لئے بہت بے قرار اور بے تاب ہوں جو صرف تیرے دل پر ہی ظاہر ہوئی ہو۔ حضرت بی بی رابعہؒ نے فرمایا اے شیخ زمان! میں نے ایک دفعہ سوت کی چند گٹھیاں کاتی تھیں میں انہیں بازار میں بیچنے کے لئے لے گئی چنانچہ انہیں بیچ کر خوش ہوئی مجھے دو چاندی کے سکے ان کی قیمت کی صورت میں وصول ہوئے۔ میں نے ان دونوں سکوں کو ایک ہی ہاتھ میں نہ پکڑا بلکہ ایک سکہ ایک ہاتھ میں اور دوسرا سکہ دوسرے ہاتھ میں پکڑا میں نے ایسا اس لئے کیا کہ

مجھے یہ خدشہ تھا کہ اگر دونوں سکے ایک ہی ہاتھ میں رکھے تو چور سے چھپ نہیں سکیں گے۔ حالانکہ دنیادار لوگ خون پسینہ ایک کر کے ہزاروں درہموں کو ایک ہی تھیلی میں ڈال دیتے ہیں۔ جب تیرے ہاتھ میں حرام کا جو برابر بھی سونا آئے گا تو موت کے بعد وہ سونا اصل وارثوں کے لئے تو حلال ہو گا مگر مرنے والا اس کی وجہ سے عذاب میں مبتلا رہے گا۔ اے مخاطب تو نے سیمرغ کو سونے کے عوض بیچ دیا ہے اور دولت سے عشق کی وجہ سے اپنے دل کو شمع کی طرح آگ میں جلا رکھا ہے اس راستہ میں جب سر کے ایک بال برابر بھی سونے کی گنجائش نہیں ہے تو پھر خزانے اور سونے کو جمع کرنے والے کا کیا حشر ہو گا؟ چونکہ اس راستہ میں ایک بال برابر بھی کسی کا لحاظ نہیں کیا جاتا اس لئے ہر ایک کو اس کوچہ میں آنے کا حوصلہ نہیں پڑتا۔

حکایت ایک عابد کی جسے ایک پرندے کی آواز سے انس تھا

ایک عبادت گزار شخص تھا جسے اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت بخشی تھی کہ وہ چار سو سال سے عبادت کر رہا تھا وہ دنیا اور اہل دنیا سے کنارہ کش ہو گیا تھا اور پردے میں اللہ تعالیٰ کا ہمراز تھا۔ اس کا ہمدم خود اللہ تھا اور اور وہ اللہ کا ہمدم تھا اور بس۔ وہاں ایک دیوار تھی جس کے ساتھ ایک درخت تھا اور اس درخت پر ایک پرندے نے گھونسلا بنا رکھا تھا وہ پرندہ بڑا خوش آواز اور خوش الحان تھا اس کی ہر آواز میں سینکڑوں راز پوشیدہ تھے عابد کو اس کی خوش آوازی پسند آئی اور وہ کچھ دیر تک بڑے ذوق و شوق سے اس کی آواز کو سنتا تھا۔ اس زمانے کے پیغمبر کو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی کہ اس عابد سے کہو کہ اے عجیب آدمی! تم نے اتنا عرصہ رات دن عبادت کی ہے اور میرے عشق میں جلتے رہے ہو مگر آخر کار تو نے مجھے ایک پرندے کے پاس بیچ دیا ہے اگرچہ وہ پرندہ بڑا عقل مند تھا اور اس کی آواز نے تجھے اپنا گرویدہ کر رکھا تھا۔ جبکہ میں نے تجھے اپنی عبادت کے

لئے خریدا تھا۔ اور اسی لئے تیری پرورش کی تھی مگر تو نے نالائقی سے مجھے پرندے کے پاس بیچ دیا۔ لہٰذا ہم نے بھی اپنے مال کو یعنی پرندے کی آواز کو تیرے ہاتھ فروخت کر دیا ہے اور تیرا یہ طریقہ ہم نے بھی اپنایا ہے۔ تم نے ہمیں اتنے سستے داموں بیچ دیا حالانکہ تمہیں اتنا ارزاں فروش نہیں ہونا چاہئے تھا جب ہم تیرے ہمدم تھے تو پھر تم اکیلے تو نہیں تھے۔

ایک دوسرے پرندے کا سوال اچھے مقامات اور محلات کے موانعات کے بارے میں

ایک دوسرے پرندے نے کہا کہ میرا دل اس غم میں آتش زیر پا بنا ہوا ہے کہ میری جائے پیدائش ایک اچھے مقام پر ہے پھر میرا محل سنہری نقش و نگار والا اور بڑا دلکش بھی ہے۔ جس کو دیکھ کر لوگوں کی طبیعت خوش ہوتی ہے اس محل کی وجہ سے مجھے بڑی مسرت اور خوشی حاصل ہوتی ہے میں اس کو چھوڑ کر کیسے جا سکتا ہوں؟ پرندوں کا بادشاہ (سیمرغ) تو بہت ہی بلند محل میں رہتا ہے میں وہاں تک جانے کی تکلیف کیسے گوارا کر سکتا ہوں؟ میں اپنے اس بادشاہی محل کو کس طرح نظر انداز کر سکتا ہوں؟ میں اس محل کے بغیر اور کسی جگہ پر کس طرح بیٹھ سکتا ہوں؟ کوئی عقل مند آدمی باغ ارم کو چھوڑ کر سفر کی تکالیف کیسے برداشت کر سکتا ہے؟

ہدہد کا اسے جواب دینا

ہدہد نے اسے کہا اے کمزور ہمت والے بیکار مرد! تو کتا تو نہیں ہے؟ اس آگ کی بھٹی کو تو کیا کرے گا'' یعنی تیرا یہ محل دراصل آگ کی بھٹی ہے۔ بلکہ یہ ادنیٰ اور گھٹیا دنیا ساری کی ساری آگ کی بھٹی ہے اور تیرا محل بھی اس بھٹی کا ایک حصہ ہے۔ تیرا اصل

محل تو بہشت اور دار خلد میں ہے لیکن اسے حاصل کرنے کے لئے محنت کے قید خانہ اور موت کے مرحلوں سے گذرنا پڑتا ہے اگر تمام مخلوق کے لئے موت نہ ہوتی تو پھر یہ دنیاوی محل تمہاری رہائش کے لائق تھا۔ مگر جب موت نے آنا ہی آنا ہے تو پھر اس دنیاوی محل کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔

نوٹ: ہد ہد کے ارشاد میں "اَلدُّنْیَا جِیْفَۃٌ وَطَالِبُھَا کِلَابٌ" کی طرف اشارہ ہے اور اسی طرح "اِنَّ الدُّنْیَا دَارُالْمِحَنِ وَالْاَکْدَارَ" کی طرف بھی اشارہ ہے۔

یعنی دنیا ایک مردار چیز ہے اور اس کے طالب کتے ہیں اسی طرح دوسرے ارشاد کا معنی یہ ہے کہ بیشک دنیا مصیبتوں کا گھر ہے۔

حکایت ایک بادشاہ کا محل بنانا اور ایک زاہد کا اس میں شگاف بتانا

ایک بادشاہ نے سنہری محل بنایا جس کی تعمیر پر اس نے لاکھوں دینار خرچ کئے جب اس بہشت نما محل کی تعمیر مکمل ہو چکی تو اس نے فرش اور اس کی آرائش و زیبائش کو مکمل کیا۔ پھر دوسرے شہروں کے لوگ مبارکباد پیش کرنے کے لئے آئے اور اپنے اپنے ساتھ تحفے تحائف بھی لائے۔ بادشاہ نے تمام وزیروں اور مشیروں کو بلایا اور انہیں اپنے پاس کرسیوں پر بٹھایا پھر اس نے ان سے پوچھا کہ کیا اس محل کے حسن اور اس کی تکمیل میں کوئی چیز باقی رہ گئی ہے؟ سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ روئے زمین پر ایسا خوبصورت محل نہ کسی نے دیکھا ہو گا اور نہ آئندہ کوئی دیکھے گا ایک زاہد اٹھا اور اس نے برجستہ کہا کہ اے بادشاہ! اس محل میں ایک شگاف رہ گیا ہے جو بہت بڑا عیب ہے اگر اس محل میں یہ ایک عیب نہ ہوتا تو تیرے لئے یہ غیب سے بہشت کے محل کا تحفہ ہوتا بادشاہ نے کہا مجھے وہ شگاف نظر نہیں آیا آپ جہالت اور نادانی کی وجہ سے ایک نیا فتنہ کھڑا کر رہے ہیں۔ زاہد نے بادشاہ کو جواب دیا کہ وہ شگاف عزرائیل علیہ السلام کے

لئے کھلا ہوا ہے آپ اس شگاف کو اچھی طرح بند کریں تاکہ وہاں سے عزرائیل آ، جانہ سکے ورنہ تیرا محل کس کام کا اور تیرا تاج و تخت کس کام کا ہوگا؟ اگرچہ یہ محل بہشت کی طرح خوبصورت ہے مگر موت آنے سے یہ بہشت تجھے اچھا معلوم نہیں ہوگا۔ دنیا کی کوئی چیز باقی نہیں رہے گی آخر اس کا کیا علاج ہے؟

اپنی بادشاہی پر اور اپنے محل پر زیادہ غرور نہ کرو اور تکبر اور اکڑفوں کے گھوڑے کو مت دوڑاؤ اگر کوئی شخص تیری بادشاہی یا تیرے محل کا یہ عیب نہیں بتاتا تو پھر اس پر افسوس ہے۔

حکایت ایک بازار میں سرائے کی تعمیر اور دیوانہ

ایک بازار میں کاروبار کرنے والے تاجر نے بڑے تکبر اور غرور کے ساتھ سنہری سرائے تعمیر کی۔ آخر کار جب اس کی سرائے مکمل ہوگئی تو اس نے عام لوگوں کو دعوت پر بلایا۔ گویا اس نے لوگوں کو بڑے چاؤ سے اس لئے بلایا تاکہ وہ اس نئی تعمیر شدہ سرائے کو دیکھیں۔

دعوت کے دن سرائے کا مالک خوشی اور بدمستی میں ادھر ادھر بھاگ بھاگ کر دعوت کے انتظام میں مصروف تھا کہ اتفاقاً ایک دیوانہ نے اسے دیکھ لیا اور اسے کہا اے کچے ذہن والے! میں بھی چاہتا ہوں کہ آج میں تیری اس سرائے میں کچھ وقت گزاروں مگر بات یہ ہے کہ میں اپنے کام میں یعنی ذکر و فکر میں مشغول ہوں اس لئے تکلیف معاف اور مجھے معذور سمجھو۔ میں تیری اس دعوت میں حاضری نہیں دے سکتا۔

حکایت مکڑی کا جالا بننا اور اس کی دور اندیش فکر

تو نے دیکھا ہوگا کہ بیچاری مکڑی اپنی ساری زندگی ایک خیال میں گزار دیتی ہے وہ بزعم خود بڑی دور اندیشی سے کام لیتی ہے اور کسی گوشہ میں اپنا گھر بناتی ہے لالچ اور حرص کی بنا پر وہ ایک جالا سا بنتی ہے تاکہ اس کے جال میں مکھی پھنسے گی۔ چنانچہ جب

اس کے جالے میں کوئی مکھی الٹی ہو کر پھنس جاتی ہے تو وہ اس مری ہوئی مکھی کا پسینہ چوستی ہے۔ پھر جب اسے وہ خشک کر لیتی ہے تاکہ اسے کافی دنوں تک کھاتی رہے تو اچانک گھر کا مالک ہاتھ میں لکڑی تھام کر آتا ہے اور گھر کی صفائی کرتے ہوئے اس جالے اور مکھی کو بھی ایک دم صاف کر دیتا ہے۔ اے مخاطب! اس دنیا اور خوردنی اشیاء کا حال بھی کچھ مکڑی کے جالے میں پھنسی ہوئی مکھی کی طرح ہے اگر ساری دنیا بھی تیری ہو جائے تو پھر بھی جب تیری آنکھیں بند ہوں گی یعنی تجھ پر موت آ جائے گی تو پھر یہ دنیا تیرے کس کام کی ہو گی؟ اگر تمہیں بادشاہی بھی مل جائے پھر بھی تو درحقیقت راستہ پر جانے والا ایک طفل ہے۔ فی الواقع تم بادشاہ نہیں ہو بلکہ دربان ہو۔ اگر تم نے گدھے کا مغز نہیں کھایا تو بادشاہی نہ طلب کرو۔ اے بے خبر! بادشاہی تو بیلوں کو دیتے ہیں جو آدمی نقارے اور جھنڈے کا خواہاں نہ ہو وہی درویش ہے۔ اے مخاطب! تم بھی نقارے اور جھنڈے سے دور رہو کہ ان کی حقیقت آواز اور ہوا سے زیادہ کچھ نہیں۔ جھنڈے میں ہوا ہے اور وہ ہوا سے ہی لہراتا ہے اور نقارے میں صرف آواز ہے اور وہ بجتا ہے۔ ہوا اور آواز کی قیمت آدھے ٹکے سے بھی کم ہوتی ہے تو اپنی بیہودگی کے چتکبرے گھوڑے کو نہ بھگا اور یونہی غرور اور تکبر پر نازاں نہ ہو۔ آخر ایک دن اس چیتے کی کھال اتاری جائے گی یعنی تیرا نفس ایک چیتا ہے اور ایک دن اس پر یقیناً موت واقع ہو گی۔ جب اس دنیا میں تیری یہ ترنگ نہیں رہے گی تو پھر خود ہی بتاؤ کہ اس دنیا میں گمنام ہو کر رہنا اچھا ہے یا الٹ لٹکنا اچھا ہے؟ تیرے لئے ہمیشہ برسر اقتدار رہنا ممکن نہیں ہے آخر تم کب تک دنیا کے کھیل میں مست رہو گے؟ بہتر یہی ہے کہ عاجزانہ زندگی گزار دو بے فائدہ پھنے خانیوں کو چھوڑو۔ یہ تیری سرائے اور یہ تیرا باغ دراصل تیرے لئے قید خانہ ہیں تیری جان پر افسوس ہے جو تم اتنی مصیبت میں پھنسے ہوئے ہو۔ اس پر غرور خاکدان (دنیا) سے آگے نکل جاؤ۔ کب تک تم اس پر غرور جہان کی

پیمائش کرتے رہو گے۔ ہمت کی آنکھ کو کھولو اور راستہ کو دیکھو اور قدم آگے رکھو اور پھر دربار خداوندی کا نظارہ کرو۔ جب تم اپنی جان کی اس درگاہ میں پہنچ جاؤ گے تو تم اتنے باعزت ہو جاؤ گے کہ عزت کی وجہ سے تم جہان میں بھی نہیں سما سکو گے۔

حکایت ایک کاہل مرد اور ایک درویش کا بیابان میں اکٹھے ہونا

ایک کاہل اور بے وقار آدمی یونہی بے مقصد کسی بیابان میں جا رہا تھا کہ ایک درویش سے اس کی ملاقات ہو گئی۔ اس نے درویش سے کہا کہ تم بیابان میں کیوں رہتے ہو؟ درویش نے اسے جواب دیا تجھ میں کوئی خوف خدا نہیں ہے کچھ شرم کرو میں دنیا کے تنگ کوچہ میں رہتا ہوں کیونکہ اس وقت یہ جہان میری نظروں میں بہت ہی تنگ ہے اس مرد نے کہا اے درویش تو نے درست بات نہیں کہی۔ کیا اتنا بڑا وسیع بیابان ایک تنگ کوچہ ہے؟ درویش نے کہا اگر یہ بیابان تنگ کوچہ نہ ہوتا تو یہاں کیسے آتا؟ یعنی پھر تم لمبے چوڑے جہان میں ہی رہتے یہاں نہ آتے۔ اے مخاطب! اگر تجھے جہان میں بڑے خوش کن اور خوشنما وعدوں سے لبھایا جائے پھر بھی آخر کا تجھے یہی خوش کن وعدے آگ کی طرف لے آئیں گے تیرے لئے کونسی چیز آگ ہے؟ سنو یہی دنیا تیرے لئے آگ ہے اس سے نکل جاؤ۔ اور شیر مردوں کی طرح اس آگ سے بچ جاؤ۔ جب تم دنیا کی آگ سے نکل آؤ گے تو تمہارا دل تمہارے پاس رہے گا اس کے بعد تمہیں اطمینان قلبی کی سرائے میں رہنا نصیب ہو گا۔ یوں سمجھو کہ تمہارے آگے آگے آگ ہے اور راستہ بہت دور ہے۔ جسم کمزور ہے۔ تیرا دل حرص و لالچ کا قیدی ہے اور تیری جان ہائے ہائے کر رہی ہے جب تو دنیا کے تمام جھمیلوں اور جنجالوں سے فارغ ہو کر نکل آئے گا تو پھر تجھے کامیابی نصیب ہو گی تو نے سارا جہان دیکھ لیا اب اپنی جان کو قربان کر کیونکہ اس جہان سے تجھے کچھ نام و نشان حاصل نہیں ہو گا اگرچہ تم نے

دنیا میں بہت کچھ دیکھ لیا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ تو نے کچھ بھی نہیں دیکھا اس سے زیادہ میں اور کیا کہہ سکتا ہوں؟ بس یہی کہتا ہوں کہ دنیا سے وابستگی کو چھوڑ دو۔

حکایت ایک بیقرار مرد جو تابوت کے پیچھے پیچھے جا رہا تھا

ایک نادان آدمی کا فرزند دلبند فوت ہو گیا جس سے اس کا صبر و قرار جاتا رہا۔ وہ غمزدہ ہو کر تابوت کے پیچھے پیچھے بہت ہی بے قراری کی حالت میں جا رہا تھا اور یہ کہتا تھا اے میرے ننھے فرزند تم کہاں چلے گئے؟ ابھی تو تو نے اس جہان کا کچھ بھی نہیں دیکھا تھا اور یوں جہان کو بن دیکھے کیوں جا رہے ہو؟ بقول شاعر

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے
حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

اللہ کے ایک نیک بندے نے جب اس کے اس نوحہ کو سنا اور اس کی زبوں حالی کو دیکھا تو کہا کہ تم جو اس جہان کو سو بار دیکھ چکے ہو کیا اس جہان کو اپنے ساتھ لے جاؤ گے؟ جب ایسا نہیں ہے تو گویا تم بھی اس جہان کو ایک دن بن دیکھے فوت ہو جاؤ گے۔ آخر کافی عرصہ سے تم اس دنیا کا نظارہ کر رہے ہو اور تمہاری ساری عمر اس دنیا داری کے نظارہ میں بیت چکی ہے لہٰذا اب تم اپنے اس درد کا کوئی مرہم تلاش کرو۔

نکتہ:۔ ایک غافل آدمی عود (اگر بتی) جلا رہا تھا وہاں ایک شخص موجود تھا اس نے خوشی سے ایک لمبی آہ بھری اس پر اس غافل آدمی نے اسے کہا کہ جل تو اگر بتی رہی ہے مگر آہ تم بھر رہے ہو اے پیارے! وقت کی قدر کرو کیونکہ جہان میں اس سے زیادہ قیمتی چیز اور کوئی نہیں ہے وقت کی قدر کرو گے تو ایک دن بارگاہ حقیقی میں پہنچ جاؤ گے اور کنوئیں میں گرنے سے بچ جاؤ گے۔

ایک اور پرندے کا سوال مجازی عشق میں گرفتاری کے ضمن میں

ایک اور پرندے نے ہدہد سے کہا کہ "اے بلند شان والے" ایک حسین کے عشق نے مجھے قید کررکھا ہے چونکہ اس کے عشق سے مجھے واسطہ پڑ گیا ہے اور اس نے اپنا کام کچھ اس طرح دکھایا ہے کہ میرا عقل بھی نہیں رہا۔ محبوب کے چہرے کا خیال میرے لئے راہزن بن گیا ہے اور اس نے میرے خرمن حیات میں ایک آگ لگادی ہے اس کے بغیر مجھے ایک لحظہ بھی قرار نہیں ملتا۔ اس محبوب سے علیحدگی میرے لئے کفر کے مترادف ہے جب اس نے میرے دل کو اپنے عشق سے لبریز کر دیا ہے تو اب میں پریشان حال کس طرح سیمرغ کے راستہ پر چل سکتا ہوں۔ اگر میں اس وادی میں سفر اختیار کروں گا تو مجھے سینکڑوں مصیبتیں گھیر لیں گی میں اس چاند سے چہرے والے محبوب کے بغیر اس راستہ پر کیسے چل سکتا ہوں؟ میرا درد حد سے بڑھ گیا ہے اور اس کی دوا میرے پاس نہیں ہے۔ اب میرا کام کفر اور ایمان سے بھی آگے نکل چکا ہے اب میرا کفر اور ایمان اس کے عشق سے وابستہ ہو چکا ہے اور اس کے عشق کی وجہ سے میرے دل میں آگ لگی ہوئی ہے۔ اب اور کسی کا غم میرے دل میں نہیں ہے اس کے عشق میں اسی کا غم ہی میرے لئے کافی ہے اور بس۔ اس کے عشق نے مجھے خاک وخون میں ڈال رکھا ہے اور اس کی زلفوں نے مجھے رسوا اور بدنام کررکھا ہے۔ میں اس کے عشق میں بہت کمزور ہو چکا ہوں اس لئے ایک لحظہ بھی مجھے اس کے دیدار کے بغیر چین نہیں آتا میں خاک اور خون میں پھنسا ہوا ہوں۔ میں اب کیا کروں؟ میرے دل کی حالت جب اس طرح ہو گئی ہے میں اب کیا کروں؟

ہدہد کا اسے جواب دینا

ہدہد نے اسے جواب دیا کہ اے پرندے! تم ظاہری صورت پر عاشق ہو چکے ہو اور سر سے پاؤں تک کدورت اور میل کچیل میں پھنسے ہوئے ہو۔ ظاہری صورت کا عشق اور چیز ہے جبکہ عشق معرفت اور چیز ہے۔ اے حیوانی صفت والے! تمہارا عشق دراصل تمہاری شہوت پرستی ہے۔ جو حسن زوال پذیر ہوتا ہے اس کے عشق سے مرد کے لئے گھاٹا ہی گھاٹا ہے اسی طرح جو جمال زوال پذیر ہوتا ہے ایسے جمال سے مست ہونا کفر کے مترادف ہوتا ہے۔ یہ ظاہری صورت تو محض اخلاط اور خون سے آراستہ ہوتی ہے اس کا نام ماہ ناکاستہ (وہ چاند جو زوال پذیر نہ ہو) رکھا ہوا ہے حالانکہ وہ زوال پذیر ہوتا ہے اگر یہ اخلاط اور خون کم ہو جائیں تو دنیا میں اسے زیادہ بدصورت اور کوئی نہیں ہوتا جس محبوب کا حسن اخلاط اور خون کا مرہون منت ہو کیا تم جانتے ہو کہ ایسے حسن کا انجام کیا ہوتا ہے؟ اے عیب نکالنے والے! تم کب تک ظاہری صورت کے متوالے بنے رہو گے؟ حقیقی حسن تو پردۂ غیب میں ہے۔ اگر تم نے حسن کی تلاش کرنی ہے تو پھر اسے پردۂ غیب سے ہی تلاش کرو۔ اگر اس حسن حقیقی کا پردہ ہٹ جائے تو نہ کوئی مکان رہے گا نہ مکین۔ تمام آفاق کی شکل و صورت ہی مٹ جائے گی اور یہ تمام ظاہری عزتیں، ذلتوں میں تبدیل ہو جائیں گی۔ ان ظاہری صورتوں کی دوستی آخرکار دشمنی میں تبدیل ہو جائے گی اور جس کو پردۂ غیب کے حسن سے دوستی ہو گی اصل دوستی تو وہی ہے اور وہی بے عیب دوستی ہے۔ جو بھی اس حقیقی دوستی کے بغیر کسی اور راستہ پر چلے گا اسے اچانک پشیمانی اور ندامت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

حکایت ایک نوجوان کا لونڈی پر عاشق ہو جانا اور اس ضمن میں معلم کی تدبیر

ایک بڑا اعقل مند، ذہین و فطین، زیرک اور سمجھدار نوجوان تھا ہمیشہ بڑے ذوق و شوق سے تحصیل علم میں مصروف رہتا تھا اور سال میں صرف دو دن (عید اور بقر عید) میں چھٹی کیا کرتا تھا۔ اسے کسی سے کوئی تعلق اور واسطہ نہ تھا تعلیم اور سبق کی دہرائی کے بغیر اس کا اور کوئی کام نہ تھا۔ اس سے استاد بھی خوش تھا کیونکہ فی الواقع وہ ایک ہونہار شاگرد تھا۔ اسی وجہ سے استاد دوسرے شاگردوں سے اسے اپنے قریب تر رکھتا تھا اور اس سے اچھے طریقے سے بات چیت کرتا تھا۔ استاد کے گھر میں ایک خادمہ لونڈی تھی جو حسن و جمال میں خورشید کی طرح تھی۔ بڑی خوبصورت آنکھوں والی، بڑی دلکش، جان پرور، دنیا کی سجاوٹ اور عجیب و غریب محبوبہ تھی۔ اس کی شکل و صورت سر تا پا روح، پاکیزگی، مسرت اور خوشی کا پیکر تھی وہ اتنی میٹھی تھی کہ شکر کو اس نے اپنے لبوں میں بند کر رکھا تھا اور اپنی میٹھی ہنسی سے وہ ہمیشہ شکر ریزی کرتی تھی۔ اس کی دونوں زلفیں زمین تک لٹکی رہتی تھیں لیکن وہ ارادتاً ایسا نہیں کرتی تھی یعنی اس کے ناز و انداز قدرتی تھے۔ اس کے دونوں لبوں سے شکر گرتی تھی جس سے طوطیوں کے بال و پر بھی جھڑ جاتے تھے۔ یعنی اس کے عاشق اس پر اپنا دل و جان قربان کرتے تھے اس کی دونوں آنکھوں سے تیر چلتے تھے جس سے عاشق، خون آلودہ ہو جاتے تھے۔ اتفاقاً اس شاگرد کی نظر اس پر پڑ گئی بس شاگرد نے کہا کہ میں اب اس کا شاگرد ہوں اور یہ میری استاد ہے آج اس کے بغیر میرا اور کوئی استاد نہیں ہے اور اب اس کی شاگردی میرے لئے کافی ہے چنانچہ وہ اس محبوبہ کے عشق میں سرگردان رہتا تھا حتیٰ کہ اس نے اپنے استاد سے سبق پڑھنا بھی چھوڑ دیا اس کے غم میں وہ زعفران کی

شاخ کی طرح کمزور ہو گیا اور اس کا گلاب جیسا چہرہ زرد پڑ گیا عشق آ گیا اور اس نے عقل کو مغلوب کر دیا۔ اس کا دل زندگی سے اچاٹ ہو گیا، آخرکار لونڈی کے ساتھ اس کے معاملہ کا استاد کو پتہ چل گیا اور اس نے عقل مندی سے اس کے لئے ایک تدبیر سوچی۔ پہلے اس نے لونڈی کے دونوں ہاتھوں کی فصد لے کر اس کا کافی خون نکال لیا پھر اسے زوردار جلاب دے دیا جس سے اسے خوب خوب دست آئے۔ چنانچہ کمزوری کی وجہ سے وہ بیچاری لونڈی گل لالہ کی ٹہنی کی طرح کمزور ہو گئی اور اس کا انار جیسا رنگ زعفران کی طرح پیلا پڑ گیا۔ اب اس کے دیدار میں وہ مٹھاس نہ رہی اور نہ اس کے رخساروں میں وہ تازگی رہی بلکہ اس کے حسن و جمال کا ذرہ بھی باقی نہ رہا۔ اور اب وہ پہلے کی طرح چنچل نہ رہی، چونکہ اسے سخت مسہل دیا گیا تھا اس لئے اسے تیس کے قریب قریب دست آ گئے تھے جنہیں استاد کے حکم پر ایک بڑے برتن میں محفوظ کر لیا گیا تھا۔ پھر استاد نے اس عقل مند شاگرد کو بلایا اور پردہ کے پیچھے سے لونڈی کو بھی بلایا استاد نے چونکہ پہلے شاگرد کو بٹھار کھا تھا پھر اوپر سے لونڈی آئی۔ جونہی نوجوان شاگرد نے لونڈی کو اس کمزور حالت میں دیکھا تو پھر دوبارہ اس کی طرف نظر نہ اٹھائی۔ اس کا سارا عشق ٹھنڈا پڑ گیا اور وہ نئے سرے سے تحصیل علم میں سرگرمی دکھانے لگا۔ شاگرد کی تمام بیماری نکل گئی اور وہ لونڈی سے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے بیزار ہو گیا جب استاد نے دیکھا کہ اب شاگرد مکمل طور پر لونڈی کے عشق سے بیزار ہو گیا ہے تو استاد کا غم بھی دور ہو گیا اور اس نے خوشی محسوس کی۔ اس ذہین اور فطین شاگرد کی سرگرمی بھی ٹھنڈی پڑ گئی اور اس کے دل سے لونڈی کے عشق کی حرارت نکل گئی استاد کے ملازم (خادم) جب دستوں سے بھرا ہو لگن (برتن) اٹھا کر لائے اور اس کا سرپوش اٹھا کر لڑکے کے سامنے رکھا تو استاد نے کہا اے نوجوان شاگرد کیا بات ہے؟ اب تیری ساری بیقراری ختم ہو گئی

ہے اور اب تجھے چین و قرار حاصل ہو گیا ہے۔ اس تیرے دل میں وہ عشق کی سرگرمی کہاں گئی؟ تو رات دن اس لونڈی کی آرزو میں رہتا تھا ذرا سر کو اٹھا کر ادھر برتن کی طرف دیکھو کیا یہی تمہاری آرزو تھی۔ تیرا چہرہ اسکے عشق میں اب کیوں زرد پڑ گیا ہے؟ اور تمہارا پہلے والا عشق اب کیوں ٹھنڈا پڑ گیا ہے؟ تو بھی وہی ہے لونڈی بھی وہی ہے صرف صرف یہی ایک چیز (پاخانہ) کم ہے۔ دیکھو تو سہی جس چیز کی وجہ سے تمہارا دل اب لونڈی سے بھر چکا ہے وہ یہی تو ہے جس سے یہ برتن بھرا ہوا ہے۔ جب لونڈی کے اندر یہ چیز نہ رہی تو تیرا عشق بھی ٹھنڈا پڑ گیا۔ اسے لے لو۔ معلوم ہوتا ہے تو لونڈی سے تو بے فائدہ عشق کرتا تھا۔ دراصل تو عاشق اسی پر خانے کا تھا۔ شاید اب تو لاشعوری طور پر صحیح راستہ پر آ گیا ہے اور تمہیں پتہ چل گیا ہے کہ دراصل تو اسی خون اور غلاظت کا ہی عاشق تھا۔ چنانچہ اسی وقت وہ شاگرد پہلے کی طرح کام کا آدمی بن گیا اس نے توبہ کی اور از سر نو تحصیل علم اور پڑھائی میں مصروف ہو گیا الغرض جو بھی ظاہری صورت کی پرستش کرے گا وہ صفات ذات کے بارے میں کیا سوچ سکے گا؟ تیرا نفس شہوانی، اہل صورت میں سے ہے یعنی یہ صرف ظاہری حسن کو دیکھتا ہے۔ تیرا روحانی دل اہل معنی سے تعلق رکھتا ہے یعنی یہ طالب حقیقت ہوتا ہے لہٰذا صورت کے عشق کو چھوڑو اور صفات ذات سے عشق پیدا کرو تاکہ تجھ پر معرفت کا سورج روشن ہو۔ صورت کا حسن تو اخلاط اور خون کے بغیر اور کچھ نہیں ہوتا۔ اس لئے دور اندیش آدمی صورت کا طالب نہیں ہوتا۔ جو چیز اخلاط اور خون کی وجہ سے خوبصورت دکھائی دیتی ہے اس پر عاشق ہونا تو محض سودا ہے۔

حکایت ایک عاشق کا حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے رونا اور حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ کا اسے جواب دینا

ایک دردمند عاشق حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ کے سامنے رو رہا تھا۔ شیخ حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا کہ کیوں رو رہے ہو؟ اس نے کہا کہ جناب میرا ایک دوست تھا جس کو دیکھ کر میں زندہ تھا وہ فوت ہو گیا ہے اب میں اس کے غم میں مرتا ہوں۔ اس کے غم میں مجھے سارا جہان تاریک نظر آتا ہے۔ شیخ نے کہا جب تیرا دل اس کی جدائی سے تیرے قابو میں نہیں رہا تو پھر تیرا یہ غم بہت کم ہے تجھے تو اس کی زیادہ سزا ملنی چاہئے۔ اب تم ایسا دوست بناؤ جس کے عشق میں تم فنا ہو جاؤ مگر وہ فانی نہ ہو بلکہ وہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہو۔ جو دوست اپنی موت سے غم دے جائے ایسے دوست کی دوستی بھی جان کے لئے باعث غم ہے۔ جو شخص بھی صورت کے عشق میں مبتلا ہو گیا وہ سینکڑوں مصیبتوں میں گرفتار ہو جاتا ہے آخر کار ایک دن وہ صورت اس کے ہاتھ سے نکل جائے گی اور اس کا غم اسے خون میں نہلا دے گا۔

حکایت ایک تاجر کا اپنی لونڈی کو بیچ دینا اور پھر پچھتانا

ایک بہت بڑا تاجر تھا اور کافی مال و متاع کا مالک تھا اس کی ایک لونڈی تھی جس کے لب شکر کی طرح میٹھے تھے اچانک اس نے اس لونڈی کو بیچ دیا مگر چند ہی دنوں کے بعد وہ پچھتانے لگا اور بہت پریشان ہو گیا آخر کار وہ بے قرار ہو کر لونڈی کے نئے مالک کے پاس گیا اور اس سے دوبارہ اسی لونڈی کو ہزاروں دینار زیادہ دے کر خریدنا چاہا۔ اگرچہ لونڈی کے عشق میں اس کا جگر جل رہا تھا مگر لونڈی کے نئے مالک نے ہزاروں گنا زیادہ قیمت پر بھی اس لونڈی کو بیچنے سے انکار کر دیا اس پر پہلا مالک بہت غمناک ہوا اور وہ اپنے سر پر مٹی ڈالتا ہوا واپس لوٹا وہ رو رو کر یہ کہہ رہا تھا کہ میرے لئے یہی غم کافی ہے

اور یہی داغ مجھ جیسے کیلئے ایک سزا ہے کہ میں نے اپنی حماقت سے اور اپنی عقل کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اپنی محبوبہ کو چند دیناروں میں فروخت کر ڈالا پھر وہ اپنے آپ سے کہنے لگا کہ تو نے دن دیہاڑے اپنے ہاتھوں سے اپنا نقصان کر ڈالا۔ اے مخاطب! تیری زندگی کے سانسوں میں سے ہر سانس ایک قیمتی موتی ہے تیرا ہر ایک ذرہ حق کی طرف رہبری کر رہا ہے۔ سر سے پاؤں تک تجھ پر اللہ کے احسانات ہیں۔ اس کے احسانات کا شکریہ ادا کرو تاکہ تمہیں پتہ چلے کہ تم کونسی ذات سے جدا ہو گئے ہو اور اس کی جدائی کو کیسے برداشت کر رہے ہو؟

بادشاہ کا شکاری کتے کو اس وجہ سے ہانک دینا کہ وہ ہڈی کی طرف متوجہ ہو گیا

ایک بادشاہ جنگل میں شکار کے لئے جا رہا تھا دوران شکار اس نے سگبان (کتے کے نوکر) سے کہا کہ تازی کتا لاؤ۔ وہ کتا بادشاہ کا سدھایا ہوا تھا کتے کے اوپر سیاہ ریشمی اور سادا ریشمی سلا ہوا کپڑا تھا اس کے گلے میں موتیوں سے جڑاؤ شدہ طوق تھا جو کتے کی گردن میں لٹکا ہوا تھا اس کے پاؤں میں سونے کے خلخال اور بازو بند تھے اور ریشمی دھاگہ اس کی گردن میں تھا بادشاہ نے کتے کو سگبان سے لے کر اس کی رسی اپنے ہاتھ میں تھام لی۔ آگے آگے بادشاہ اور پیچھے پیچھے وہ کتا دوڑا ہوا جا رہا تھا اچانک راستہ میں کتے کو ہڈی کا ایک ٹکڑا نظر آ گیا۔ یعنی راستہ میں ہڈی پڑی ہوئی تھی جسے کتے نے دیکھ لیا تھا اس لئے کتا وہیں رک گیا بادشاہ نے مڑ کر دیکھا کہ کتا کھڑا ہو گیا ہے بادشاہ کے دل میں غیرت کی آگ بھڑک اٹھی کیونکہ اس نے حریص کتے میں حرص کی آگ دیکھ لی تھی۔ بادشاہ نے غصہ سے کہا کہ مجھ جیسے بادشاہ کے سامنے کتے کو کسی دوسری چیز یعنی ہڈی کی طرف دیکھنے کی جرات کیوں ہوئی؟ بادشاہ نے اس کی رسی کو ہاتھ سے چھوڑ دیا

اور کہا اس بے ادب کتے کو جہاں جانا چاہتا ہے جانے دو۔ بادشاہ نے مزید کہا خواہ میرے دل میں اس کا بہت شوق تھا۔ اگرچہ میرے دل میں اس کی جلش تو ضرور ہو گی مگر ایسے بے وفا کتے کی رسی پکڑنے سے مجھے اس کی جدائی کی جلش کو برداشت کرنا بہتر ہے سگبان نے کہا بادشاہ سلامت کتنا قیمتی لباس اس پر ہے جو کہ موتیوں سے بھی آراستہ ہے جن سے کتے کے تمام اعضاء خوبصورت نظر آتے ہیں اگرچہ اس کتے کے لئے اب جنگل اور صحرا ہی مناسب ہیں مگر اس کا سنہری لباس اور اس کے زر وجواہرات بہرحال بہت ہی قیمتی ہیں بادشاہ نے کہا اسے اسی حالت میں جیسا بھی ہے چھوڑ دو اور آگے چلو۔ اس کے سونے چاندی کو خاطر میں نہ لاؤ۔ جب اس کا دماغ درست ہو جائے گا اور یہ اپنے ریشمی لباس اور زرِ وجواہرات کو دیکھے گا تو اسے میری پرانی دوست یاد آ جائے گی اور اسے مجھ جیسے بادشاہ کی جدائی بھی یاد آ جائے گی۔ اے مخاطب! تو نے پہلے تو اپنے محبوب حقیقی کو اپنا دوست بنایا پھر اس سے جدا ہو گئے۔ لہٰذا اب عشق حقیقی میں مضبوط قدم رکھو اور مردوں کی طرح نفس کے اژدھا کے ساتھ جام پیو، اس راستہ میں نفس کا اژدھا مستقل طور پر ساتھ رہتا ہے اور عاشقوں کا سر، خون بہا کے طور پر کٹتا ہے جو چیز مرد کو حیات ابدی عطا کرتی ہے وہی نفس کے اژدھا کو چیونٹی کی شکل دے دیتی ہے۔ اس کے عاشق خواہ ایک (۱) ہو یا سو (۱۰۰) ہوں اس کے راستہ میں سب کے سب اپنے خون کے پیاسے ہیں یعنی اس راستہ میں اپنی جان کی قربانی دینی پڑتی ہے۔

حکایت حضرت شیخ منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کا سولی پر چڑھنا

حضرت شیخ منصور حلاج کو جس گھڑی سولی پر چڑھایا جانے لگا تو اس وقت اس کی زبان سے صرف "انا الحق" کی آواز آ رہی تھی چونکہ شیخ کے یہ کلمات لوگوں کی سمجھ سے بالاتر تھے اس لئے سولی پر چڑھانے سے پہلے انہوں نے اس کے دونوں ہاتھ اور

دونوں پاؤں کاٹ ڈالے تھے۔ جب زیادہ خون بہ جانے سے شیخ کا چہرہ زرد ہونے لگا اور ظاہر ہے ایسی حالت میں چہرے کا رنگ سرخ کیسے رہ سکتا تھا؟ تو اس نے اپنے کٹے ہوئے ہاتھ کو اپنے چاند جیسے مکھڑے پر مل دیا۔ اور کہا چونکہ مرد کے لئے اس کا خون ہی ابٹنا ہوتا ہے اس لئے میں نے اپنے خون کو چہرہ پر مل کر اسے گلاب کی طرح سرخ کر دیا ہے تاکہ میں لوگوں کی نظروں میں زرد رنگ کا نظر نہ آؤں بلکہ یہاں بھی میرا چہرہ سرخ نظر آئے۔ اگر کسی کو میرا چہرہ زرد نظر آیا تو وہ سمجھے گا کہ میں ڈر گیا ہوں چونکہ اس وقت میرے دل میں بال کے برابر بھی ڈر یا خوف نہیں ہے اس لئے میرے لئے اپنے چہرے پر خون کو ابٹنے کے طور پر ملنے کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

ایک گردن زدنی جب سوئے دار جاتا ہے تو فقط بہادری ہی اسے کام آتی ہے جب سارا جہان میرے لئے "م" کے حلقے کی مانند ہے تو پھر مجھے ڈر کاہے کا؟ جس شخص کو شدت گرما میں سات سر والے اژدھا (عشق) کے ساتھ سونا اور کھانا پڑے تو اس کو بہر حال ایسے کھیل سے واسطہ پڑ جاتا ہے جس میں اسے سولی پر چڑھایا جانا سب سے کمتر سزا ہوتی ہے۔

حکایت حضرت شیخ جنید رحمتہ اللہ علیہ اور اس کے بیٹے کا قتل کیا جانا

حضرت جنید بغدادیؒ جو کہ دین کے پیشوا اور معرفت کے گہرے سمندر تھے ایک رات بغداد میں ایسی پر مغز اور پراسرار باتیں کر رہے تھے جن کی رفعت اور بلندی سے آسمان بھی ان کے آستانے پر پیاسے کی طرح اپنا سر جھکاتا تھا۔ اسی دوران حضرت جنیدؒ کا سورج کی طرح ایک خوبصورت نوجوان بیٹا تھا جسے اُچکے لوگوں نے ناحق قتل کر ڈالا پھر اس کی لاش کو ان کے سامنے لا کر پھینک گئے۔ جب حضرت جنیدؒ نے اپنے نوجوان بیٹے کا کٹا ہوا سر دیکھا تو اف نہ کی اور بیٹھے ہوئے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

میں نے آج رات اسرار قدیم کے مشاہدہ میں (خواب میں) جو ایک بہت بڑی دیگ اٹھائی تھی اس کی یہی تعبیر تھی اس لئے اس بڑی دیگ کے اٹھانے میں پست ہمت نہیں ہونا چاہئے بلکہ سرگرمی اور ہمت دکھانی چاہئے۔

ایک اور پرندے کا اپنی جانب سے محبت رکھنے اور موت سے ڈرنے کا سوال کرنا

ایک اور پرندے نے کہا کہ میں موت سے ڈرتا ہوں۔ سیمرغ تک جانے والی وادی بہت دور ہے اور میں بالکل بے توشہ اور بے زادِ راہ ہوں اس لئے میرا دل موت سے ڈرتا ہے اور پہلی منزل میں ہی میری جان جاتی ہے۔ آخر ایک دن موت سے میرا واسطہ پڑتا ہے اور جب مجھے موت یاد آتی ہے تو میں زار و قطار رونے لگ جاتا ہوں۔ جس شخص پر موت نے تلوار کا وار کر دیا تو اس کی تلوار بھی کٹ جاتی ہے اور اس کا ہاتھ بھی ٹوٹ جاتا ہے مجھے اپنے ہاتھ کے ٹوٹنے اور اپنی تلوار کے کٹنے پر افسوس آتا ہے لیکن میں بغیر افسوس کے اور کیا کر سکتا ہوں؟

ہدہد کا اسے جواب دینا

ہدہد نے اسے کہا اے کمزور اور ضعیف پرندے! کب تک تم ہڈیوں کا ڈھانچہ بنے رہو گے؟ تیری صرف ہڈیاں ہی ہڈیاں باقی رہ گئی ہیں اور ان کے اندر کا مغز گل سڑ گیا ہے تجھے کیا خبر تیری عمر کتنی ہے؟ تجھے کیا خبر ہے کہ تیری عمر زیادہ ہے یا کم اور جو باقی ہے وہ کب ختم ہو گی؟ تو نہیں جانتا کہ جو بھی پیدا ہوا موت اس کے لئے ضروری ہے آخر ایک دن مٹی میں مل کر وہ مٹی ہو گا اور اس کی مٹی کو ہوا اڑا لے جائے گی۔ مرنے کے لئے تو تجھے پیدا کیا گیا ہے اور تجھے یہاں سے لے جانے کے لئے یہاں لائے ہیں۔

یہ آسمان ایک الٹی طشتری کی مانند ہے اور شفق کی وجہ سے یہ طشتری ہر شام کو خون میں ڈوبی ہوتی ہے۔ سورج اپنی تلوار سے ہر ایک کو قتل کرتا ہے اور سر کو کاٹ کر اسی طشتری میں ڈال دیتا ہے۔ خواہ تو پاک ہے یا ناپاک۔ بہر حال تو ایک پانی کا قطرہ ہے جو مٹی کے ساتھ مل کر اس دنیا میں آیا ہے۔ پانی کا یہ ایک قطرہ سر سے پاؤں تک بھی زور لگائے تو دریا کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ خواہ تم عمر بھر دنیا میں بادشاہ ہی بن جاؤ آخر کار تجھے بڑی دلسوزی اور غم والم کے ساتھ اپنی جان کو جان آفرین کے حوالے کرنا ہی ہے۔

حکایت ققنس اور اس کی لمبی عمر اور اس کے احوال کے ضمن میں

ققنس ایک عجیب وغریب اور دلکش پرندہ ہے یہ پرندہ ہندوستان میں ہوتا ہے اس کی چونچ سخت اور لمبی ہوتی ہے اور بنسری کی طرح اس میں بہت سے سوراخ ہوتے ہیں اس کی چونچ میں کوئی سو کے قریب سوراخ ہوتے ہیں اس کی مادہ نہیں ہوتی وہ ہمیشہ مجرد (غیر شادی شدہ) ہی رہتا ہے اس کی چونچ کے ہر سوراخ میں الگ الگ ساز ہوتے ہیں اس کی ہر آواز کے نیچے ایک اور دردوسوز والی آواز ہوتی ہے جب وہ اپنے ہر ایک سوراخ سے گریہ وزاری کرتا ہے تو تمام پرندے اور مچھلیاں اس سے بیقرار ہو جاتی ہیں تمام پرندے بھی خاموش ہو جاتے ہیں اور اس کی آواز کی خوشی میں بیہوش ہو جاتے ہیں ایک فلسفی اس کا دوست تھا جس نے اس کی آواز سے علم موسیقی ایجاد کیا۔ اس کی عمر ہزار سال کے لگ بھگ ہوتی ہے اپنی موت کے وقت کا اسے پتہ چل جاتا ہے۔ موت کے وقت جب اس کا دل اپنے آپ سے بھر جاتا ہے تو وہ اپنے اردگرد بہت سی لکڑیاں اکٹھی کر لیتا ہے وہ ان کے درمیان میں سخت بے قرار ہو کر بیٹھ جاتا ہے اور بڑی دردناک آواز سے گریہ وزاری کرتا ہے۔ چنانچہ اس کی چونچ کے ہر سوراخ سے دردناک قسم کے نالے نکلنے شروع ہو جاتے ہیں جب ہر سوراخ سے الگ الگ سروں میں

نوحے نکلتے ہیں تو اس دوران موت کے غم سے اس پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے اس کی یہ دردناک آواز سن کر تمام پرندے اور تمام درندے اسے دیکھنے کے لئے آجاتے ہیں اور ان کا دل دنیا کی زندگی سے بیزار ہو جاتا ہے اس دن اس کے غم میں بہت سے جانور مر جاتے ہیں۔ گویا ققنس کو گریہ وزاری میں دیکھتے ہوئے وہ بھی پریشان ہو کر رونے لگ جاتے ہیں اور کچھ تو کمزوری سے بے جان اور مردہ بھی ہو جاتے ہیں۔ اس کی زندگی کا یہ دن ایک عجیب و غریب دن ہوتا ہے اس کے جانسور ناموں سے خون ٹپکنے لگ جاتا ہے پھر جب اس کی زندگی میں سے صرف ایک سانس باقی رہ جاتا ہے تو وہ اپنے پروں کو آگے پیچھے جھاڑتا ہے۔ اس اثنا میں اس کے پروں سے آگ بھڑک اٹھتی ہے اور پھر یہ آگ اسے اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے پھر یہ آگ لکڑیوں کو لگ جاتی ہے اور وہ خوشی خوشی لکڑیوں کے ساتھ جل جاتا ہے۔ ققنس اور لکڑیاں جب جل کر کوئلہ ہو جاتے ہیں اور کوئلے راکھ بن جاتے ہیں حتیٰ کہ راکھ میں ایک چنگاری بھی باقی نہیں رہتی تو عین اس وقت اس راکھ میں سے ایک نیا ققنس ظاہر ہو جاتا ہے۔ یعنی آگ جب لکڑیوں کو خاکستر بنا دیتی ہے تو پھر اس میں سے ایک ققنس کا بچہ نکل آتا ہے۔ کیا کسی شخص کے ساتھ اس جہان میں ایسی صورت پیش آئی ہے کہ مرنے کے بعد وہ دوبارہ پیدا ہو جائے یا جنم لے؟

اگر قضا و قدر تجھے ققنس کی طرح لمبی عمر بھی دیں تو آخر کار تمہیں موت سے ہمکنار ہونا ہے جب ایک پریشان حال ہزار سال کی عمر والا ققنس اپنی حالت پر زار و قطار روتا ہے اور درد اور نالے میں مبتلا رہتا ہے۔ حالانکہ نہ اس کا کوئی بیٹا نہ کوئی بیوی ہوتی ہے بلکہ وہ بالکل تنہا اور اکیلا ہی ہوتا ہے زمانے میں وہ کسی سے تعلق اور رشتہ داری نہیں رکھتا وہ اپنی مادہ سے ملنے اور اپنے فرزند سے بے نیاز ہوتا ہے۔ آخر کار جب موت اس پر آجاتی ہے تو اس کی راکھ بھی اڑ جاتی ہے۔

تمہیں معلوم ہونا چاہیئے کہ کوئی شخص کسی بھی حیلے سے موت سے جان نہیں بچا سکتا۔ زمانہ میں کوئی بھی بے موت نہیں ہے اور پھر تعجب تو اس بات پر ہے کہ مرنے والے کا کچھ نشان بھی باقی نہیں رہتا موت اگرچہ بڑی سخت اور ظالم چیز ہے مگر موت کے ذریعے معزوروں کی اکڑفوں مٹائی جاتی ہے اگرچہ ہمیں اور بھی کئی مشکل کام درپیش ہیں مگر موت ان سب میں مشکل کام ہے۔

حکایت ایک لڑکے کی جو ایک صوفی مرد کے ساتھ باپ کے جنازے کے آگے آگے جارہا تھا

ایک بیٹا اپنے باپ کے تابوت کے آگے آگے روتا ہوا اور آنسو بہاتا ہوا جارہا تھا اور یوں کہہ رہا تھا۔ "اے باپ! آج کے دن جس قدر میرا دل زخمی ہوا ہے ایسا غم کا دن میں نے اپنی ساری زندگی میں کبھی نہیں دیکھا۔ ایک صوفی نے اسے کہا آج غم کا دن تو تیرے باپ کے لئے ہے۔ ایسا مصیبت والا دن تیرے باپ نے کبھی نہیں دیکھا آج بیٹے کے لئے مصیبت درپیش نہیں ہے بلکہ بڑی مشکل تو باپ کو درپیش ہے اے انسان! تم جو دنیا میں یونہی غفلت کی وجہ سے ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہو گویا اپنے سر پر خاک ڈال رہے ہو اور بے فائدہ ہوا کھا رہے ہو خواہ تم صدر مملکت بھی بن جاؤ پھر بھی اپنی زندگی کو برباد کر رہے ہو۔

حکایت ایک شخص کا نئے نواز سے بوقت نزع سوال کرنا

ایک نئے نواز (بنسری بجانے والے) پر جب نزع کا وقت آیا تو اس سے کسی نے بڑے رازدارانہ طریقہ سے پوچھا کہ اس وقت تیرا کیا حال ہے؟ اس نے کہا کہ میری اس وقت ایسی حالت ہے جو بتائی نہیں جاسکتی۔ میں ساری عمر بنسری میں ہوا بھرتا رہا ہوں اور آخر کار اب مٹی میں جارہا ہوں۔ موت کا علاج موت کے سوا اور کچھ نہیں

ہے! آخر ایک دن چہرے کے پتوں نے زمین پر گرنا ہی گرنا ہے ہم سب مرنے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ ہم نے خواہ مخواہ بے فائدہ امیدیں باندھ رکھی ہیں حالانکہ ایک دن ہم نے مرنا ہی ہے۔ جو شخص تمام دنیا کو اپنے زیر نگین رکھتا تھا آخر اس نے بھی ایک دن نیلے تو تیا کی طرح زمین میں چلے ہی جانا ہے جس شخص نے آسمان پر اپنے غرور و نخوت کا جھنڈا گاڑا ہے وہ بھی بہت جلدی قبر کی مٹی میں نیست و نابود ہو جائے گا۔ سب لوگ زمین کے نیچے سوئے پڑے ہیں۔ نہیں، نہیں سونے نہیں پڑے بلکہ پریشان پڑے ہیں۔ دیکھو موت کا راستہ کتنا مشکل راستہ ہے جب کہ اس راستہ میں قبر اس کی پہلی منزل ہے۔ اگر تمہیں موت کی تلخی کا پتہ چل جائے تو تیری یہ میٹھی جان تباہ و برباد ہو کر رہ جائے گی۔

حکایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک پانی کے مٹکے کے ساتھ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ایک دفعہ ایسی نہر سے پانی پیا جس کا پانی بہت ہی میٹھا تھا بلکہ وہ پانی گلاب سے بھی زیادہ خوش ذائقہ تھا وہاں کسی شخص نے اس نہر کے پانی سے مٹکا بھر کر رکھا ہوا تھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس مٹکے سے بھی پانی پیا مگر اس مٹکے کا پانی اتنا کڑوا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا منہ بھی تلخ ہو گیا آپ مٹکے کے پاس آئے اور کہنے لگے یہ بات کیا ہے کہ نہر کا پانی اور مٹکے کا پانی ایک ہی ہے مگر مٹکے کا پانی اتنا کڑوا ہے کہ میرا منہ بھی تلخ ہو گیا جبکہ نہر کا پانی شربت کی طرح میٹھا تھا۔ آخر یہ راز کیا ہے؟ اللہ کے حکم سے مٹکے نے جواب دیا اور کہا اے عیسیٰ میری مثال ایک بوڑھے آدمی کی طرح ہے۔ جسے ہر وقت موت کا ڈر رہتا ہے میرے پیالے کو نیچے رکھ دو کیونکہ میں کبھی کوزہ کی شکل میں کبھی مٹکے کی شکل میں اور کبھی کونڈے کی شکل میں ہوتا ہوں خواہ مجھے ہزار بار مٹکا ہی بنایا جائے پھر بھی مجھے موت کی تلخی یاد رہتی ہے موت کی تلخی کو یاد رکھ کر میری یہ حالت ہو گئی ہے کہ میرا پانی بھی کڑوا ہو گیا ہے اے غافل انسان! تم مٹکے سے ہی یہ راز حاصل کرو اور غفلت کی وجہ سے خود کو مٹکا نہ بناؤ تو نے اپنے آپ کو

غفلت میں الجھا رکھا ہے۔ اے راز معلوم کرنے والے! موت آنے سے پہلے سنبھل جاؤ اور اس حقیقت کو پالو۔ جب تم اپنی زندگی میں اپنی حقیقت کو نہیں پہچانو گے تو مرنے کے بعد اس راز کو کیسے معلوم کرو گے؟ نہ تو اس زندگی میں تجھے اپنے آپ کی کچھ خبر ہے اور نہ ہی تیرے وجود پر موت کا کچھ اثر معلوم ہوتا ہے۔ جو شخص زندگی میں غافل ہو گیا ہو وہ درحقیقت مردہ اور گم گشتہ ہے اولاد آدم ہونے کے باوجود اس میں آدمیت نہیں ہے اور جس درویش پر ہزاروں پردے پڑے ہوئے ہوں وہ اپنی حقیقت کو کیسے معلوم کر سکتا ہے؟

حکایت سقراط اور اس کا شاگرد بوقت نزع

حکیم سقراط پر جب نزع کا وقت قریب آیا تو اس کا ایک شاگرد پاس بیٹھا تھا اس نے کہا اے استاد! آپ کی وفات کے بعد آپ کی تجہیز و تکفین کا کیا انتظام کیا جائے؟ آپ اپنے کفن دفن کے متعلق ہماری مکمل رہنمائی کریں اور یہ بھی بتائیں کہ آپ کو کہاں دفن کیا جائے؟ اس پر حکیم سقراط نے کہا کہ اگر تم اس وقت موجود ہو تو جہاں چاہیں مجھے دفن کر دینا۔ والسلام۔ میں اتنی لمبی عمر میں اپنی حقیقت کو نہ پا سکا تو تم میرے مرنے کے بعد مجھے کہاں پاؤ گے؟ میں یوں اس جہان سے جا رہا ہوں کہ مجھے اپنی حقیقت کے متعلق ایک بال برابر بھی خبر نہیں ہو سکی۔

حکایت شیخ بصرہ ایک مردہ کی قبر پر

ایک آدمی کو لوگ قبر میں دفن کر رہے تھے کہ حضرت شیخ بصری قبر کے گڑھے کے پاس آئے۔ قبر اور لحد کو دیکھ کر اپنی حالت پر رونے لگے۔ پھر یوں کہنے لگے یہ بڑی کٹھن منزل ہے اس جہان کی یہ آخری منزل ہے اور اگلے جہان کی یہ پہلی منزل ہے گویا پہلی اور آخری منزل قبر ہی ہے۔ اے انسان! تو اس جہان رنگ و بو پر کیوں فریفتہ ہو رہا

ہے؟ جب اس کی آخری منزل یہی تنگ قبر ہی ہے تو پھر تم اگلے ہیبت ناک جہان سے کیوں نہیں ڈرتے؟ جس کی پہلی منزل خاک کے نیچے جانا ہے۔ کب تک تم اس جہان رنگ و بو میں دل لگائے رکھو؟ جس کی آخری منزل قبر ہے اور ہائے افسوس! اگلے جہان کے لئے یہی قبر پہلی منزل ہو گی کسی شخص کو کچھ پتہ نہیں ہے کہ اس پردے کے پیچھے کیا ہے؟ بھلا اسے کیا خبر ہو سکتی ہے جو ابھی مرا نہیں ہے؟ جب مرے گا تو اس منزل کا پتہ چلے گا۔ اس پردے کے پیچھے کا حال وہ کیا بتا سکتا ہے جو ابھی مرا نہیں ہے؟ جس چراغ کے آگے آندھی چل رہی ہو وہ بجھنے سے کیسے بچ سکتا ہے؟ تو خواہ مخواہ اس دنیا میں خیالی پلاؤ پکا رہا ہے حالانکہ تیرے چراغ کو آندھی سے واسطہ ہے اور تجھے ذرہ بھی اس کا فکر نہیں ہے کہ تیری زندگی کا چراغ بہت جلد بجھ جائے گا۔ اگر سنبھل سکتے ہو تو سنبھل جاؤ۔ جب اچانک یہ چراغ بجھ جائے گا تو تم اندھیرے راستہ میں اچانک کنوئیں میں گر پڑو گے۔ اے بے دماغ! ابھی سے اپنا سامان کر لو آخر کار موت کی تیز آندھی سے تیری زندگی کا چراغ بجھ جائے گا۔ اے بے خبر! جب یہ چراغ بجھ جائے گا تو پھر تیرا کوئی نام و نشان باقی نہیں رہے گا۔ اگر تم بجھے ہوئے چراغوں کا اتہ پتہ معلوم کرنا چاہتے ہو تو سارے عالم میں تمہیں ان کا کوئی نام و نشان نہیں بتائے گا بجھے ہوئے چراغ کا کسی کو کچھ پتہ نہیں ہوتا جب وہ بجھ گیا تو اس کا ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہیں جس چراغ کو ایک دفعہ موت کی آندھی نے بجھا دیا ہو پھر اسے دوبارہ روشن کرنے کا کیا فائدہ؟ جب زندگی کا چراغ اس جہان رنگ و بو سے دوسرے جہان میں چلا جائے تو وہ گم اور روپوش ہو جاتا ہے۔ اس جہان رنگ و بو سے دوسرے جہان میں جانے کا وقفہ صرف ایک سانس کے برابر ہی تو ہے جب تیرے جسم سے سانس نکل جائے گا تو پھر تیرے لئے یہ جہان رنگ و بو اگلا جہان بن جائے گا۔ ان دونوں جہانوں میں کوئی زیادہ فاصلہ نہیں ہے درمیان میں صرف سانس کی ایک دیوار ہی تو حائل ہے۔ جب تیرا یہ سانس تیرے وجود

سے نکل جائے گا تو تمہیں الٹا کر مٹی میں ڈال دیں گے۔ موت ایک امر واقعہ ہے اور ایک یقینی چیز ہے اور ہر ایک کے لئے خاک میں سونا ایک لازمی امر ہے۔ موت احمق یا عقل مند آدمی کسی کو نہیں چھوڑتی یہ کسی نیک یا برے کو معاف نہیں کرتی خواہ تم کسی قوم سے تعلق رکھتے ہو بہر حال تمہیں بھی اگلے مرنے والوں کی طرح ایک دن مرنا ہی ہے۔ جب آدمی مر جائے اور خاک کے نیچے چلا جائے تو ہر ایک یہی کہتا ہے کہ چلو اچھا ہوا وہ بیچارہ دنیا کی مصائب سے نجات پا گیا۔ گویا لوگ موت کو نجات پانے کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور مرنے کا نام آسائش اور آرام رکھ دیتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ جب آدمی بالآخر اس دنیا کے تمام ساز و سامان کو جھاڑ دے گا اور پھینک دے گا تو اس کے لئے موت ایک سکون نہیں تو اور کیا ہے؟ اے مخاطب اٹھو تا کہ ہم آسمان پر جائیں اور اپنے سر سے خون سے بھری ہوئی دنیا کی دیگ اتار پھینکیں ذرا غور تو کرو کہ مرتے وقت بھی رونا پڑتا ہے اور اس دنیا میں آنے کے وقت (بوقت پیدائش) بھی رونا پڑتا ہے یعنی اس دنیا میں آنا بھی افسوسناک ہے اور یہاں سے جانا بھی افسوسناک ہے۔

حکایت ایک دیوانے کا بوقت نزع رونا

ایک دیوانہ جو اہل راز میں سے تھا بوقت نزع لمبا ہو گیا اور اپنی کمزوری اور پریشانی سے خونفشان بادل کی طرح زار و قطار رونے لگا پھر اس نے کہا اے خدا! جب تو نے یہ جان عطا کی ہے تو اب کس لئے اسے واپس لیتے ہو جبکہ خود ہی عنایت فرمائی ہے۔ اگر مجھے جان نہ ملتی تو میں آرام میں ہوتا اور اس جان کنی کی تکلیف سے بچ جاتا۔ اور مجھے جینے کے بعد مرنے سے واسطہ نہ پڑتا۔ نہ تو جان عطا کرتا اور نہ واپس لیتا۔ کاش کہ دنیا میں آنے اور دنیا سے جانے کی تکلیف نہ ہوتی یعنی اگر یہ جان کا آنا جانا نہ ہوتا تو بہتر ہی تھا اگرچہ موت بھی ایک فرض ہے مگر میں یہ تکلیف برداشت نہیں کر سکتا۔

حکایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا موت سے ڈرنا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب اپنی موت کو یاد کرتے تو ان پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی باوجودیکہ انہیں روح اللہ کا اعزاز حاصل تھا پھر بھی ان کے دل میں اتنا خوف پیدا ہو جاتا کہ پسینہ سے ان کی جگہ تر ہو جاتی در حقیقت ان کا یہ پسینہ سر تا پا خون ہی تو تھا۔ جب روح اللہ کا یہ حال تھا تو بوقت مرگ ہمارا کیا حال ہو گا۔ افسوس

حکایت خداوند جلیل کا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے پوچھنا کہ کونسی چیز تمہیں بہت سخت نظر آتی ہے

جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی روح قبض ہوئی تو رب جلیل نے ان سے پوچھا "اے ابراہیم! تو جو تمام مخلوق سے زیادہ نیک بخت ہے تو نے جہان میں کونسی چیز سخت تر دیکھی ہے؟" انہوں نے فرمایا "اے اللہ! اگرچہ بیٹے کا ذبح کرنا بھی سخت تھا۔ اسی طرح باپ کو یعنی مجھے آگ میں دیکھنا بھی سخت تھا۔ یعنی جب مجھے آگ میں ڈالا گیا تو یہ بھی ایک بڑی آزمائش اور مصیبت تھی اسی طرح میں نے اور بھی بہت سی مصیبتیں دیکھی ہیں مگر موت کی تکلیف کے مقابلہ میں سب تکلیفیں ہیچ تھیں۔ حق تعالیٰ نے خطاب فرمایا تجھے اپنی جان میرے حوالے کرنے سے بہت تکلیف ہوئی ہے حالانکہ جان دینے اور فوت ہو جانے کے بعد انسان کو بے اندازہ اور بے حساب مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے موت کے بعد کے حالات اور مصائب اس قدر سخت ہوتے ہیں کہ ان کے مقابلہ میں جان دینا تو انسانی روح کے لئے ایک قسم کا آرام ہوتا ہے۔ اے مخاطب! تمہیں جب موت کے بعد کی وادی کا سامنا کرنا ہے تو پھر تو رات اور دن کیوں غفلت میں پڑا ہوا ہے؟ موت کے بعد کی مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے کوئی چارۂ کار

اپنالو۔ راستہ بہت لمبا ہے۔ اپنی منزل کی طرف ابھی سے چل پڑو۔ دنیاداری کو خیر باد کہو اور موت کا سامان تیار کرو تمہارا راستہ موت سے ہو کر گزرے گا اس لئے اس راستہ کا کچھ ساز و سامان تیار کر لو۔ اس ضمن میں لمبی عمر ایک بہترین چیز ہے اس لئے اپنی زندگی کو برے طریقے سے یعنی دنیاداری میں ضائع نہ کرو۔ تم نے جان جیسی قیمتی چیز کو جو کے برابر سونے کے بدلے بیچ دیا ہے جبکہ جان ایک یوسف ہے اور تم نے یوسف کو بہت ہی سستا بیچ دیا ہے تو نے اس یوسف کو جان کے بدلے یعنی بہت مہنگے داموں خریدا ہے لہٰذا اس کی قدر کرو۔ جان کے یوسف کو وہی شخص بادشاہ بناتا ہے جو اپنی جان دے کر اسے خریدتا ہے اے بیٹے جان کا یوسف بہت ہی عزیز چیز ہے۔ بھلا یوسف سے بہتر اور کونسی چیز ہے؟ اندھا آدمی یوسف کی قدر کیا جانے؟ یوسف کی قدر تو اس دل میں ہوتی ہے جو عشق سے پر ہے۔

حکایت ایک غریب آدمی کی وزارت

ایک غریب آدمی کو بادشاہ نے وزارت پر سرفراز فرمایا چنانچہ اس نے اپنی عمر عزیز میں وزارت کے عہدہ پر متمکن ہو کر خاصی مال و دولت حاصل کر لی جب وہ بہت بوڑھا ہو گیا تو بادشاہ نے اس کی جگہ نیا وزیر مقرر کرنا چاہا۔ اس نے کہا اے بادشاہ میں بھی معزول ہونا چاہتا ہوں کیونکہ اب میری موت قریب ہے میری یہی خواہش ہے کہ میں آپ کی اجازت سے واپس اپنے گھر چلا جاؤں اب میں اپنی بقیہ زندگی عبادت میں گزاروں گا اور آپ کے لئے دعا گو رہوں گا بادشاہ نے اسے کہا کہ جب تم میرے پاس آئے تھے تو بالکل غریب اور تہیدست تھے۔ جو کچھ تم نے وزارت میں کمایا ہے سب میرے حوالے کرو اور وزارت سے معزول ہو کر گھر چلے جاؤ۔ اے نادان! تم اب یہ ساری دولت اور خزانہ اپنے ساتھ کیسے لے جاسکتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ اگر میں

ساری عمر آپ کا وزیر رہا ہوں تو میں نے اپنی ساری زندگی تیری خدمت کرنے میں قربان بھی کی ہے آپ میری عمر رفتہ مجھے واپس کر دیں اور اپنی دولت اور خزانہ مجھ سے واپس لے لیں۔ اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو پھر خاموش ہو جاؤ اور مجھ درویش کے پیچھے نہ پڑو۔ کسی کو کیا خبر ہے؟ کہ میں اپنی قیمتی عمر کی نقدی کو تمہاری خدمت اور تمہارے ملک کی خدمت کرنے میں صرف کر چکا ہوں۔ جب زندگی کا سرمایہ میرے ہاتھ سے نکل گیا ہے تو یہ دنیاوی دولت بھی ایک دن میرے پاس نہیں رہے گی۔

اے پگلے! تجھے عمر کی کیا قدر ہے؟ عمر کی قدر تو انہیں ہے جو مر چکے ہیں اور بس۔ جب تیرے پاس عمر کا سرمایہ موجود تھا تو نے اپنی عمر کو یونہی بیکار کاموں میں اتنی جلدی کیوں برباد کیا؟ ذرا قبرستان والوں سے پوچھو تا کہ وہ تجھے بتائیں کہ عمر کتنی قیمتی چیز ہے؟

حکایت ایک شخص کا کسی بزرگ کو خواب میں دیکھنا اور سلام کہنا مگر سلام کا جواب نہ ملنا

کسی شخص نے ایک بزرگ کو خواب میں دیکھا اور اسے سلام کہا مگر آگے سے اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ "اس شخص نے کہا اے نیک بزرگ آپ نے میرے سلام کا جواب کیوں نہیں دیا؟ جبکہ آپ جانتے ہیں کہ سلام کا جواب دینا ضروری ہوتا ہے تو پھر میرے سلام کا جواب دیں اور مجھ سے روگردانی نہ کریں۔" اس بزرگ نے کہا "میں جانتا ہوں کہ سلام کا جواب دینا ضروری ہوتا ہے لیکن عالم برزخ میں ہم پر یہ دروازہ مکمل طور پر بند ہے۔ اگر میں تیرے سلام کا جواب دوں تو پھر مجھے عبادت بھی ادا کرنی پڑے گی حالانکہ ابد تک ہم پر نہ اب عبادت فرض ہے نہ رکوع اور نہ سجود۔ ہم جب تیری طرح دار دنیا میں تھے تو خدا کی عبادت کرتے تھے۔ پہلے ہم اپنی زندگی کی قدر و قیمت سے بے خبر تھے مگر اب پتہ چلا ہے کہ زندگی بہت قیمتی چیز ہے افسوس کہ عالم

برزخ میں اب عبادت کا راستہ ہم پر بند کر دیا گیا ہے کیونکہ ہمارا سانس جسم سے نکل گیا اور ہم ہمیشہ کے لئے غم میں مبتلا ہو گئے ہیں اور اب نہ عبادت کرنے کی اجازت ہے اور نہ ہی آہ کرنے کی مجال ہے افسوس عمر عزیز گزر گئی اب صرف غم ہی غم باقی رہ گیا ہے جو بیان نہیں کیا جا سکتا ہر سانس ایک قیمتی موتی کے برابر تھا لیکن ہم نے اس قیمتی موتی کی کوئی قدر نہ کی۔ افسوس اب اس رونے دھونے کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ عمر گزر گئی اور عبادت کرنے کا زمانہ یعنی عمر بیت گئی جو ہونا تھا ہو گیا۔ افسوس! ہم نے اس وقت زندگی کی کوئی قدر نہ پہچانی جو کام کرنے کے لائق تھے وہ ہم نہ کر سکے۔ اب ہم حیران اور پریشان پڑے ہیں اور پشیمانی کی وجہ سے قبر کے قید خانہ میں بند ہیں۔ پرندے کو اپنے بال و پر کی قدر و قیمت کا اس وقت پتہ چلتا ہے جبکہ اس کے بال و پر جل جاتے ہیں۔ تجھے اندھے پن کی وجہ سے راستے اور کنوئیں میں کوئی تمیز نہیں ہے اٹھ اور اللہ سے دیکھنے والی آنکھ مانگ۔ جب اللہ تعالیٰ تیرا کام سیدھا کرے گا تو پھر خواہ تم اندھے بھی ہو تو وہ تمہیں بینا کر دے گا تو اپنی زندگی کو یونہی برباد کرتا رہا اور یونہی ہوا پر عمارت کھڑی کرتا رہا۔ تیرے اندر غرور کی ہوا بھری ہوئی ہے اور تجھے کچھ خبر نہیں ہے۔ ذرا صبر کرو۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ ہوا نکل جائے گی یعنی مر جاؤ گے اگرچہ اس وقت تو نے غرور و تکبر سے اپنے سر کو آسمان تک اٹھا رکھا ہے مگر بہت جلدی آسمان کی طرف زمین پر الٹے ہو جاؤ گے۔ اس وقت تو دنیاوی کاروبار میں لگا ہوا ہے جب تو مر جائے گا یہ سب کچھ تجھے ماتم ہی ماتم نظر آئے گا۔

جب ہمیشہ کے لئے کسی کو یہاں رہنا نصیب نہیں ہے تو اس دنیا کی دشمنی اور دوستی کا بھی کوئی فائدہ نہیں آسمان کی چکی کا پھرنا اور نہ پھرنا دونوں برابر ہیں۔ اسی طرح اس دنیا کے مال و متاع کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ جب کسی کا بھی چہرہ اس دنیا میں باقی نہیں رہے گا تو پھر خوبصورت اور بدصورت دونوں چہرے ایک دن ختم ہو جائیں گے۔ اسی

طرح جب ایک بال کے باقی رہ جانے کی بھی امید نہیں ہے تو پھر خواہ بال سفید ہوں یا سیاہ اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

حکایت ایک شخص کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کہنا کہ آپ اپنے لئے گھر کیوں نہیں بناتے؟

ایک آدمی نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ آپ کی مثال اس جہان سورج کی مانند ہے تو پھر آپ اپنے لئے گھر کیوں نہیں بناتے؟ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا میں کوئی دیوانہ تو نہیں ہوں جو چیز ابد تک میرا ساتھ نہ دے وہ میرے لائق کیسے ہو سکتی ہے؟ جو چیز تیرے پاس نہیں رہتی تو پھر اس کے ہونے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ خواہ کوئی بادشاہ ہو خواہ کوئی گدا ہو دونوں برابر ہیں۔ اے بے خبر! تو نے اپنے آپ کو گیند کی طرح ہمہ تن متحرک بنا رکھا ہے آخر اس سرگردانی کا کیا فائدہ ہے؟ تو خود ہی اپنے آپ کو تمام مخلوق جہاں سے آزاد کر لے، پیشتر اس کے کہ موت کا فرشتہ تمہیں یہاں سے لے جائے۔

ایک اور پرندے کا سوال دنیا کی نامرادی کے بارے میں

ایک اور پرندے نے ہدہد سے کہا "اے نیک اعتقاد والے میری ایک بھی دنیاوی مراد پوری نہیں ہوئی میں نے اپنی ساری عمر غم میں گزار دی ہے۔ میں سارے جہان میں بہت ہی درد مند ہوں میرے پرخون دل میں اس قدر غم ہیں کہ میرے غم میں دنیا کا ہر ذرہ ماتم کر رہا ہے میں ہمیشہ جوان اور عاجز رہا ہوں اگر مجھے کبھی خوشی نصیب ہوئی ہو تو میں کافر ہوں۔

میں جب اس قدر غموں میں گھرا ہوا ہوں تو پھر میں سیمرغ کے پاس جانے کا راستہ

کس طرح طے کر سکتا ہوں؟ اگر مجھے اس قدر غم نہ ہوتے تو اس سفر کو طے کرنے میں میرا دل بہت خوش ہوتا لیکن چونکہ میرا دل غم کی وجہ سے خون خون ہے اس لئے میں اب کیا کر سکتا ہوں؟ میں نے اپنا سارا حال آپ کو سنا دیا ہے اب آپ ہی بتائیں میں کیا کروں؟

ہدہد کا اسے جواب دینا

ہدہد نے اسے کہا اے مغرور اور دیوانے! تو سر تاپا اپنے وہم میں غرق ہے۔ تم نامراد ہو کیونکہ اس جہان کی تمام مرادیں تمہارے مرنے سے خود بخود مر جائیں گی جو چیز ایک دم میں فنا ہونے والی ہو اس کی لالچ کے بغیر بھی عمر گزر جاتی ہے۔ جب یہ سارا جہان فانی ہے اور تو بھی فانی ہے تو پھر اس کو چھوڑ دے اور اس کی طرف بھی نہ دیکھ۔ کیونکہ جو چیز پائیدار نہ ہو اس کے طالب کا دل بھی زندہ نہیں ہوگا بلکہ اس کا دل مردہ ہی ہوگا۔

حکایت ایک دانا آدمی کی جو کسی کے ہاتھ سے شربت نہیں پیتا تھا

ایک دانا آدمی جو بہت ہی نیک اور پرہیزگار تھا وہ کسی کے ہاتھ سے شربت نہیں پیتا تھا کسی نے اس سے پوچھا "اے اللہ کے نیک بندے آپ کو شربت پینے کا بالکل شوق نہیں ہے اس کی کیا وجہ ہے؟" اس نے کہا "میں ہر وقت موت کو اپنے سامنے کھڑے ہوئے دیکھتا ہوں اور مجھے یہی خدشہ رہتا ہے کہ موت میرے ہاتھ سے شربت چھین لے گی۔ جب موت سر پر کھڑی ہو تو اس صورت میں شربت پینا میرے لئے زہر کے برابر ہے۔ موت کے فرشتے کے سامنے شربت پینا اچھا نہیں لگتا۔ مجھے یہ گلاب کی خوشبو والا شربت آگ نظر آتا ہے۔ جس چیز نے ایک لمحہ کے لئے ہی رہنا ہو خواہ وہ پورا جہان ہی کیوں نہ ہو میرے نزدیک اس کی قیمت آدھے جو کے برابر ہے۔ ایک لمحہ کا وصل کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ میں ایسی چیز پر انحصار کیوں کروں؟ جس کی کچھ حقیقت ہی نہیں ہے اگر تو بامراد ہے تو پھر ایک لمحہ کی وقتی اور عارضی مراد پر غرور

نہ کر۔ اگر نامرادی کی وجہ سے تیرا برا حال ہو چکا ہے تو مت رو اور غم نہ کر کیونکہ یہ نامرادی بھی ایک عارضی اور فانی چیز ہے۔ یہ محض ایک لمحہ کے لئے ہی ہو گی۔ اگر تجھے کوئی تکلیف پہنچے یا کوئی صدمہ تو اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی کوئی حکمت پوشیدہ ہوتی ہے یہ تکلیف اور یہ صدمہ تیری ذلت کے لئے نہیں ہوتا بلکہ اس میں تیری عزت کا راز پوشیدہ ہوتا ہے۔ دیکھو انبیائے کرام پر کیسی کیسی تکلیفیں آئیں اور انبیاء کرام کو بھی کربلا کی طرح کے صدمات پہنچے۔ تو جو چیز تجھے بظاہر مصیبت نظر آئی وہ در حقیقت چشم بینا کے لئے معرفت کا ایک خزانہ تھا۔ ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کے احسانات تیرے شامل حال رہتے ہیں تم اللہ کے احسانات کو تو یاد نہیں کرتے مگر اس کی طرف سے آتی ہوئی تھوڑی سی تکلیف سے بلبلا اٹھتے ہو۔ یہ دوستی کا طریقہ نہیں ہے۔ شاید تم دیوانے ہو اور سر سے پاؤں تک پوستی ہو۔

حکایت ایک بادشاہ کا اپنے غلام کو میوہ دینا اور غلام کا اسے کھالینا

ایک بہت ہی نیک بادشاہ تھا اس نے ایک دن اپنے غلام کو کھانے کے لئے میوہ دیا۔ غلام خوشی خوشی اس میوہ کو کھانے لگا اور کہنے لگا اے بادشاہ! آج تک میں نے ایسا میٹھا میوہ کبھی نہیں کھایا چونکہ غلام بہت ہی شوق اور خوشی سے وہ میوہ کھا رہا تھا اس لئے بادشاہ نے بھی اس سے کچھ میوہ لینے کی خواہش ظاہر کی اور کہا اے غلام! تم جو اس میٹھے میوے کی تعریف میں اتنے رطب اللسان ہو تو مجھے بھی اس میں سے کچھ دے دو چنانچہ غلام نے تھوڑا سا میوہ بادشاہ کو بھی دے دیا چونکہ وہ میوہ بہت ہی کڑوا تھا اس لئے بادشاہ نے اسے چکھا اور تھو تھو کر کے پھینک دیا اور ناک بھوں چڑھایا اور کہا اے غلام یہ میوہ کھانے کے قابل نہیں ہے یہ بہت سخت کڑوا ہے مگر تم اسے میٹھا سمجھ کر کھائے جا رہے ہو۔ غلام نے کہا "اے بادشاہ! جب میں نے آپ کے ہاتھوں سے ہزاروں میٹھے تحفے کھائے ہیں تو اگر آپ کے ہاتھ سے ایک کڑوا میوہ مجھے کھانا پڑا ہے تو کونسی تعجب کی

بات ہے میں اسے واپس کرنے کو وفاداری نہیں سمجھتا اگر آپ کے ہاتھ سے ہمیشہ میٹھے میٹھے میوے ملتے رہے ہیں تو ایک کڑوے میوہ کے کھانے میں کیا حرج ہے؟ اگر میں تیری بیشمار نعمتوں کی وجہ سے تیرا احسان مند ہوں تو پھر تیرے ہاتھ سے دی گئی ایک تلخی مجھے کڑوی معلوم نہیں ہونی چاہئے۔" اے مخاطب! اگر اللہ کی راہ میں تجھے کچھ تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں تو یقین رکھو کہ اس کے اندر رازوں کے کئی خزانے پوشیدہ ہوں گے۔ اللہ کی حکمتوں میں کئی اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں وہ ظاہری طور پر کچھ اور ہوتے ہیں اور اندر سے کچھ اور ہوتے ہیں یہی قدرت کا اصول ہے اس میں تم کیا کر سکتے ہو؟ راہ حقیقت کے پختہ کار جب اس راہ پر چلتے ہیں تو انہیں خون دل کے ساتھ غم والم کا یہ لقمہ کھانا ہی پڑتا ہے۔ جو اللہ کے دستر خوان پر کھانا کھانے کے لئے بیٹھتے ہیں تو وہ صرف سوکھی روٹی ہی نہیں کھاتے بلکہ سوکھی روٹی کے ساتھ انہیں خون جگر بھی بطور سالن کے کھانا پڑتا ہے۔

حکایت ایک شخص کا صوفی سے پوچھنا کہ وقت کیسے گزر رہا ہے

ایک مشہور آدمی نے کسی صوفی سے پوچھا کہ اے بھائی! تمہارا وقت کیسے گزر رہا ہے؟ صوفی نے جواب دیا میں آگ کی بھٹی میں خشک بہی اور تردامنی کی حالت میں پڑا ہوا ہوں۔ میں اس بھٹی مین اس وقت روٹی کھاتا ہوں جب غم والم سے میری گردن کو اچھی طرح توڑا جاتا ہے۔ اے مخاطب! تم اس دنیا میں خوشی چاہتے ہو؟ معلوم ہوتا ہے تم سوئے ہوئے ہو یا خواب دیکھ رہے ہو۔ اگر خوشی کی جستجو ہے تو پھر بڑی احتیاط سے کام لو تب مردانہ وار اس پل سے پار ہو سکو گے۔ اس دنیا میں خوشی نام کی کوئی چیز نہیں ہے کیونکہ خوش دل تو ایک بال سے بھی حقیر چیز کا نام ہے یہاں نفس سے واسطہ پڑتا ہے جو آگ کی مانند ہے زمانے میں کوئی ایسا دل نہیں ہے جو خوش ہو اگر تم پرکار کی

طرح بھی ساری دنیا میں چکر لگاؤ تو پھر بھی تمہیں خوش دلی کا کہیں نام و نشان نہیں ملے گا۔

حکایت ایک بوڑھی عورت کی حضرت شیخ ابو سعید مہنہ رحمتہ اللہ علیہ سے درخواست

ایک بوڑھی عورت نے حضرت شیخ مہنہؒ سے کہا کہ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے خوشی عطا فرمائے۔ میں نے بہت مصیبتیں اٹھائی ہیں اب مجھ میں مصیبتوں کو برداشت کرنے کی طاقت نہیں ہے اگر آپ مجھے خوشی نصیب ہونے کا کوئی ورد وظیفہ بتائیں گے تو میں ہر روز وہ وظیفہ بھی پڑھتی رہوں گی شیخ ابو سعیدؒ نے اس عورت کو جواب دیا کہ ایک مدت گزر چکی ہے کہ میں خود خوشی کی تلاش میں مارا مارا پھر رہا ہوں جو چیز یعنی خوشی تم چاہتی ہو میں نے بھی اس کی بڑی تلاش کی ہے مگر مجھے کہیں بھی خوشی کا ایک ذرہ بھی نظر نہیں آیا جب اس درد و غم کی دوا ہی نہیں ہے تو پھر کسی کو خوشی کہاں اور کیسے ملے گی؟

حکایت ایک سائل کا حضرت جنید بغدادیؒ سے خوش دلی کے بارے میں سوال کرنا

ایک شخص حضرت جنید بغدادیؒ کے پاس آ کر بیٹھا اور کہا اے واصل باللہ! یہ بتائیں کہ مرد کو خوش دلی کب حاصل ہوتی ہے؟ انہوں نے جواب دیا جب وہ اصل باللہ ہو جائے۔ جب تک تجھے بادشاہ کا وصال حاصل نہ ہو گا اس وقت تک تجھے مستقل مزاج نہیں سمجھا جائے گا بلکہ اسے تیری ناکامی سمجھا جائے گا جب تک ذرہ پریشان اور سرگشتہ نہیں ہو گا اس وقت تک اسے راہ صواب پر نہیں سمجھا جائے گا یعنی جب تک ذرے میں تڑپ پیدا نہیں ہو گی اسے راہ راست پر گامزن نہیں سمجھا جائے گا کیونکہ ابھی اسے

آفتاب کی روشنی حاصل نہیں ہوئی۔ ذرہ جب تک ذرہ رہے گا تو وہ ذرہ ہی ہے جو اسے ذرہ نہیں کہے گا وہ فریب خوردہ ہی ہو گا۔ یعنی جب تک وہ آفتاب کی جستجو میں سرگردان رہے گا اسے ذرہ ہی سمجھا جائے گا۔ کیونکہ اسے آفتاب کا وصل نصیب نہیں ہوا وہ اپنے ذرہ ہونے سے کیسے انکار کر سکتا ہے؟ جب کہ اس کی حقیقت یہی ذرہ ہی تو ہے اگر وہ خورشید کی جستجو کرتے کرتے مٹی میں گم ہو جائے تو پھر بھی وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ذرہ ہی رہے گا۔ ذرہ خواہ نیک ہو یا برا اگر وہ ساری عمر آفتاب کی تلاش میں مصر گردان رہے گا تو کہا جائے گا کہ ابھی وہ آپے سے باہر نہیں ہوا اے ذرے! تم ہمیشہ مست اور پریشان ہو کر اڑتے رہو تاکہ کبھی تمہیں آفتاب کا وصال نصیب ہو جائے اے ذرہ کی طرح بے قرار ہونے والے! دیکھنا یہ ہے کہ تم خود اپنے عجز کو واضح طور پر دیکھ سکو۔

حکایت چمگادڑ اور اس کی ملاقات

ایک رات چمگادڑ نے کہا کہ مجھے ایک لحظہ کے لئے بھی سورج کی روشنی نصیب نہیں ہوئی۔ میں ساری عمر ایسی بیچارگی کے عالم میں پھر رہی ہوں تاکہ میں سورج میں بالکل گم ہو جاؤں۔ میں اپنی آنکھوں کو بند کر کے ہر سال اور ہر مہینہ سفر کرتی رہتی ہوں تاکہ کبھی سورج تک پہنچ سکوں۔ کسی تیز آنکھوں والے پرندے نے اسے کہا اے مغرور اور مست چمگادڑ سورج تک پہنچنے کے لئے تجھے ہزاروں سال تک راستہ طے کرنا پڑے گا۔ تم جیسے سرگشتہ حال وہاں تک کیسے پہنچ سکتے ہیں؟ بھلا کنوئیں میں پڑی ہوئی چیونٹی چاند پر کیسے جا سکتی ہے؟ چمگادڑ نے کہا کوئی فکر نہیں ہے۔ میں بہرحال ہمیشہ اڑتی ہی رہوں گی میں یہ دیکھنا چاہتی ہوں کہ میری اس تگ و دو کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟ وہ سالہا سال تک مست اور بے خبر ہو کر رواں دواں رہی حتی کہ اس کی طاقت نے جواب دے دیا اور اس کے بال و پر بھی جھڑ گئے آخر کار وہ جلے ہوئے اور تھکے ماندہ جسم کے ساتھ

بے بال و پر ہو کر اور عاجز ہو کر بیٹھ گئی جب اسے سورج کا کچھ اتہ پتہ نہ چل سکا تو اس نے کہا کہ میں اب سورج کا خیال ہی چھوڑتی ہوں۔ ایک عقل مند نے اسے کہا تو بہت سوچکی ہے تو نے ابھی یہ راستہ دیکھا ہی نہیں کیونکہ ابھی تو تُو ایک قدم ہی چلی ہے۔ اور کہتی یہ ہو کہ میں نے سورج کا خیال اب چھوڑ دیا ہے اور اس کی تلاش میں مجھے بے بال و پر ہونا پڑا ہے۔ یہ بات سن کر چمگادڑ نے بالکل ہمت ہار دی اور وہ خستہ و ماندہ ہو کر گر پڑی پھر اس نے بڑی عاجزی سے دل کی زبان سے سورج کو کہا تجھے تیز آنکھوں والا پرندہ مل گیا ہو گا اس لئے مجھ سے تیرا دور رہنا ہی بہتر ہے۔

حکایت ایک اور پرندہ فرماں برداری اور امتثال امر کے ضمن میں

ایک اور پرندے نے ہدہد سے پوچھا کہ اگر میں فرمان خداوندی کو بجالاؤں تو کیسے رہے گا؟ مجھے اس کی قبولیت یا عدم قبولیت سے کوئی غرض نہیں ہے بس میں تو ہمیشہ اس کے حکم کی انتظار میں رہتا ہوں کہ جو کچھ وہ مجھے حکم دے گا میں دل و جان سے اس پر عمل کروں گا۔ اگر میں نے اس کے فرمان سے سرکشی کی تو پھر میں سزا کا مستحق ہوں۔

ہدہد کا اسے جواب دینا

ہدہد نے اسے کہا اے پرندے! تو نے بہت اچھا سوال کیا ہے اس سے زیادہ مرد کے لئے اور کوئی کمال نہیں ہوتا جب تم اس کے دربار میں پہنچو گے تو کس طرح پہنچو گے؟ اگر تم اس کے حکم کی دل و جان سے تعمیل کرو گے تو تب ہی تمہاری نجات ہو گی۔ جس نے حکم کی تعمیل کی وہ ذلت سے بچ گیا اور تمام مصیبتوں سے بڑی آسانی کے ساتھ نجات پا گیا۔ شریعت کی نہ بتائی ہوئی ساری عمر کی عبادت سے۔ شریعت کی بتائی ہوئی ایک ساعت کی عبادت بہتر ہے۔ شریعت کی نہ بتائی ہوئی عبادت کرنے والے کی مثال آوارہ کتے کی سی ہے۔ جو نہ گھر کا نہ گھاٹ کا ہوتا ہے۔

کتا اگر چہ بہت تکلیف برداشت کرتا ہے مگر اس سے کیا فائدہ؟ جو کام حکم شرع کے بغیر کیا جائے گا اس سے نقصان ہی ہو گا۔ اور جو شخص شرع کے حکم کے مطابق تھوڑی سی بھی ریاضت کرے گا اس کے ثواب سے سارا جہان معمور ہو جاتا ہے کام وہی اچھا ہے جو حکم شرع کے مطابق کیا جائے اس لئے تم شریعت کا حکم ملتے ہی تعمیل کے لئے فوراً جلدی کرو۔ تم اپنے مالک کے بندے ہو اپنی طرف سے دخل در معقولات کی کوشش نہ کرو۔ اور حکم کی بجا آوری میں لیت و لعل سے کام نہ لو۔

حکایات ایاز کا سلطان محمود کے حکم کی تعمیل میں لعل کے پیالے کو توڑ دینا

ایاز کے ہاتھ میں لعل کا ایک جام تھا جس کی قیمت بے حد وحساب تھی۔ بادشاہ نے اسے حکم دیا کہ اسے زمین پر پٹخ دو چنانچہ ایاز نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے اسے زمین پر پھینک دیا اور وہ جام ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ تمام درباریوں اور لشکریوں نے اس قیمتی جام کو ٹوٹتے ہوئے دیکھا تو ان میں کھلبلی مچ گئی ہر ایک لشکری ایاز کو مطعون کرنے لگا کہ اے سر پھرے! یہ جام اتنا قیمتی تھا کہ اس کی قیمت خدا کے سوا اور کوئی نہیں جانتا اس کو توڑتے ہوئے تجھے ذرا شرم نہ آئی یہ جام تو تیرے لئے باعث عزت تھا مگر تو نے اسے یوں ہی توڑ کے رکھ دیا۔ بادشاہ ان کی باتیں سن کر مسکرانے لگا اور بالکل مطمئن نظر آیا پھر ایک درباری نے ایاز سے کہا کہ یہ جام تو سارے جہاں میں ایک مثالی قسم کا جام تھا۔ اے غلام! تو نے اسے کیوں ٹکڑے ٹکڑے کر دیا؟ ایاز نے جواب دیا کہ بادشاہ کے حکم کی تعمیل کرنا مجھے آسمان و زمین کی ہر چیز سے بالاتر ہے۔ تمہاری نظروں میں جام سمایا ہوا ہے لیکن میں صرف بادشاہ کے حکم کا غلام ہوں۔ غلام وہی اچھا ہے جو

بادشاہ کے حکم کی تعمیل کرے۔ جام تو جام ہے اگر مجھے خود اپنی جان بھی دینی پڑے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

حکایت ایک بادشاہ کا قیدیوں کی طرف التفات کرنا جو اس کے حکم کی تعمیل میں مصروف تھے

ایک بادشاہ کسی مہم سے واپس اپنے شہر میں آیا تو تمام شہریوں نے سارے شہر کو بادشاہ کی خوشی میں دلہن کی طرح سجایا جو چیز بھی شہر کی آرائش کے لئے ان کے پاس تھی انہوں نے بادشاہ پر اسے قربان کر دیا مگر قیدیوں کے پاس بغیر ہتھکڑیوں اور جولانوں کے اور کچھ نہ تھا۔ ان کے پاس کچھ کٹے ہوئے سر تھے یا کچھ پھٹے ہوئے جگر تھے اور کچھ کٹے ہوئے ہاتھ پاؤں بھی پڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے ان تمام اشیاء سے اپنے قید خانہ کو آراستہ اور پیراستہ کر دیا۔ اور جب بادشاہ شہر میں داخل ہوا تو اس نے اپنے شہر کو دلہن کی طرح سجا ہوا پایا۔ جب وہ قید خانے کے پاس آیا تو اپنے گھوڑے سے اتر کر پیدل ہو گیا۔ تمام قیدیوں کو اپنے پاس بلایا ان سے ہمدردی کرنے کا وعدہ کیا اور انہیں بہت ساز رومال بھی انعام دیا۔ بادشاہ کا ایک ہمراز حاشیہ نشین ساتھ تھا اس نے پوچھا اے بادشاہ! مجھے یہ راز بتائیں؟ کہ آپ نے شہر کے اندر بہت سی آرائش اور زیبائش دیکھی اور شہر کو ریشمی کپڑوں اور جھنڈوں سے سجا ہوا بھی دیکھا۔ لوگوں نے آپ کی خوشی میں زر و جواہر لٹایا اور فضا کو کستوری اور عنبر سے بھی مہکا دیا۔ آپ نے یہ سب کچھ دیکھا مگر کوئی اہمیت نہ دی اور کسی چیز کو آنکھ بھر کے بھی نہ دیکھا مگر آپ قید خانے کے دروازے پر آکر ٹھہر گئے اور چند کٹے ہوئے سروں کو غور سے دیکھنے لگے آخر یہ کیا راز ہے؟ وہاں کوئی دلکش اور دلآویز چیز نہیں تھی ماسوا اس کے کہ چند کٹے ہوئے سر اور کچھ کٹے ہوئے ہاتھ پاؤں پڑے تھے جبکہ یہ کٹے ہوئے ہاتھوں والے سب خونی لوگ

تھے پھر آپ ان کے پاس کیوں بیٹھے؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ دوسرے لوگوں کا آرائش کرنا مداریوں اور بازیگروں کا میدان لہو و لعب تھا۔ ہر شخص نے اپنی اپنی بساط اور اپنی اپنی شان کے مطابق شہر کی سجاوٹ اور آرائش کا مظاہرہ کیا۔ ان سب لوگوں نے سرمائے کا نقصان کیا اور بس۔ البتہ جو کام کرنے کا تھا وہ قیدیوں نے کیا ہے اگر میرے حکم کی یہاں تعمیل نہ ہوتی تو سر تن سے اور تن سر سے کیسے جدا ہوتے؟ میں نے دیکھا کہ میرا حکم یہاں بھی نافذ العمل ہے اس لئے میں نے یہاں اپنی لگام کو پھیر لیا اور میں پیدل ہو گیا۔ دوسرے لوگ اپنی اپنی عیش و عشرت اور اپنے اپنے ناز و غرور میں مست اور خوش ہیں البتہ قید خانے کے قیدی ہی پریشان ہیں اور میرے حکم اور میرے قہر سے حیران ہیں میرے حکم کی تعمیل میں بعض نے اپنے ہاتھوں کو قربان کیا اور بعض نے اپنے سر کی قربانی دی گویا انہوں نے اپنا سب کچھ قربان کر دیا ان کی اور کوئی تمنا نہیں ہے صرف اس انتظار میں پڑے ہیں کہ کب انہیں قید خانے کے کنوئیں سے تختہ دار کی طرف لے جایا جائے گا؟ لہٰذا یہ قید خانہ مجھے باغ کی طرح پسند آیا۔ یہی وجہ ہے کہ میں کبھی قیدیوں کو دیکھتا تھا اور اور کبھی قیدی مجھے دیکھتے تھے۔ عقل مندوں کا کام حکم کی تعمیل کرنا ہوتا ہے۔ آخر کار بادشاہ کو قید خانہ دیکھنے کے لئے جانا پڑتا ہے۔

حکایت خواجہ اکاف کا حضرت بایزیدؒ اور ترمذیؒ کو خواب میں دیکھنا

زین سازوں کی اولاد میں سے ایک خواجہ گزرے ہیں جو قطب عالم تھے اور بہت ہی پاک و صاف بزرگ تھے انہوں نے کہا ہے کہ میں نے ایک دفعہ حضرت بایزید بسطامیؒ اور حضرت ترمذی کو خواب میں دیکھا کہ انہوں نے مجھے اپنا رہبر بنایا اور خود میرے پیچھے پیچھے ہو گئے۔ میں نے اس خواب کی تعبیر یہ نکالی کہ ان دو بزرگوں نے اس قدر میرا احترام کس لئے کیا؟ تعبیر یہ تھی کہ صبح کے وقت میرے دل سے بیخودی میں

ایک جگر سوز آہ نکلی۔ میری آہ سے میرا راستہ کھل گیا گویا میری آہ ایک دستک تھی جس سے درگاہ ایزدی کا دروازہ کھل گیا۔ میں نے دروازہ کو کھلا دیکھا تو بغیر زبان کے یوں مجھ سے خطاب کیا گیا کہ دوسرے سب پیر اور مرید مجھ سے بایزید کا فیض چاہتے ہیں مگر اصل جواں مرد بایزید ہے کہ وہ صرف ہمیں چاہتا ہے ہم سے اور کوئی چیز نہیں مانگتا الغرض جب میں نے رات کو ہاتف کا یہ خطاب سنا تو میں نے بھی دنیا کی ہر چیز سے لاتعلقی کا فیصلہ کیا اور کہا اے خدا! میں تجھ سے صرف یہی چاہتا ہوں کہ تو مجھے مل جائے اور بس۔ کیونکہ اگر میں تجھ سے تیرے بغیر اور کوئی چیز مانگوں تو پھر میں تیرا طالب کیسے بن سکتا ہوں؟

جو کچھ بھی تیرا فرمان ہو گا وہی میری حاجت ہے کیونکہ تیرے فرمان کے مطابق عمل کرنا ہی میرا کام ہے اور بس۔ مجھے غلط یا صحیح سے کوئی تعلق نہیں ہے میں کون ہوں جو تجھ سے تیرے بغیر کوئی اور چیز مانگوں؟ بندے کے لئے اپنے آقا کے فرمان پر عمل کرنا ہی کافی ہے جو کچھ آپ فرمائیں گے میرے لئے بس وہی کافی ہے۔

چنانچہ بارگاہ ایزدی میں میرا جواب پسند آیا اور میرے اس جواب سے دونوں بزرگوں (بایزید بسطامیؒ اور ترمذیؒ) نے مجھے اپنا رہبر بنا لیا۔ جب بندہ ہمیشہ فرمان ایزدی کے مطابق چلتا ہے تو پھر وہ پراسرار طریقے سے اللہ پاک سے ہم سخن اور ہمکلام ہو جاتا ہے۔ وہ بندہ نہیں جو از راہ غرور و تکبر اپنی بزرگی کی لافیں مارے۔ دراصل امتحان کے وقت ہی بندے کا پتہ چلتا ہے۔ لہٰذا امتحان میں پورے اترو تاکہ تمہارا بھی کچھ پتہ چلے کہ تم کس باغ کی مولی ہو؟

حکایت شیخ خرقانیؒ بوقت نزع اور اس کے مقالات

شیخ خرقانیؒ نے بوقت نزع فرمایا۔ کاش میری جان کو پھاڑ دیا جاتا پھر اندر سے میرا جلا بھنا دل باہر نکالا جاتا پھر میرا یہ دل دنیاداروں کو دکھایا جاتا اور لوگوں کو بتایا جاتا کہ میں اس وقت کتنی مشکل میں ہوں؟ تاکہ لوگوں کہ پتہ چلتا کہ رازوں کو جاننے والے

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں بت پرستی سے کام نہیں چلتا۔ وہاں سچائی اور راستی ہی کام آتی ہے۔ کجی کام نہیں آتی۔ بندگی تو اسی کو کہتے ہیں اور اس کے علاوہ سب کچھ حرص ہی حرص ہے۔ اے بندہ خدا! اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے آگے ڈال دینے کا نام ہی بندگی ہے۔ تم بندگی کا حق ادا نہیں کرتے بلکہ غرور اور تکبر میں خدا بنے بیٹھے ہوئے لہٰذا تمہیں یہ مقام بندگی کیسے حاصل ہو سکتا ہے؟ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی سپردگی میں دے دو اور صحیح بندے بنو۔ جب اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دینے والے بندہ بنو گے تو پھر زندہ ہو جاؤ گے۔ جب تم اللہ کے بندہ کہلاتے ہو تو اپنی زندگی کو اسی کی خدمت کے لئے وقف کر دو۔ ادب کے راستہ میں باہمت ہو جاؤ اگر کوئی اس راستہ پر بے ادبی سے چلے گا تو بادشاہ یعنی اللہ تعالیٰ اسے بہت جلدی اپنی بارگاہ سے نکال دے گا۔ کیونکہ بے ادب کے لئے اس بارگاہ کی چار دیواری میں قدم رکھنا حرام ہے اگر باادب رہو گے تو تمام نعمتیں حاصل کر لو گے۔

حکایت ایک بادشاہ کا غلام کو خلعت بخشنا

ایک بادشاہ نے اپنے ایک غلام کو شاہی لباس عطا فرمایا غلام وہ لباس پہن کر باہر آیا اس کے چہرے پر گرد و غبار پڑی ہوئی تھی اس نے شاہی لباس کی آستین سے اپنے ناصاف چہرے کو صاف کیا اس غلام کے ایک مخالف آدمی نے بادشاہ سے شکایت کی کہ آپ کے عطا کردہ شاہی لباس سے اس نے راستہ کے گرد و غبار کو صاف کیا ہے بادشاہ کو اس غلام کی گستاخی اور بے قدری پر غصہ آیا اور اس بے ادب کو سولی کے تختہ پر چڑھا دیا اس بات کو اچھی طرح سمجھ کہ جو بھی بے ادب اور گستاخ ہوتا ہے شاہی دربار میں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔

ایک دوسرے پرندے کا پاکبازی اور بے قیدی کے بارے میں سوال کرنا

ایک دوسرے پرندے نے ہدہد سے پوچھا اے پاکیزہ رائے والے! خدا کے راستہ میں پاکبازی کا کیا مقام ہے؟ میری حالت یہ ہے کہ میں دل کو کسی اور کام میں مشغول رکھنے کو حرام سمجھتا ہوں جو کچھ میرے ہاتھ میں آئے میں اسے خرچ کر دیتا ہوں اور اسے اپنے پاس نہیں رکھتا کیونکہ اسے ہاتھ میں رکھنا میرے لئے بچھو کی طرح تکلیف دہ ہے۔ میرے دل میں کسی دنیاوی چیز کی محبت نہیں ہے میں تمام دنیاوی چیزوں کو ہاتھ سے جھٹک دیتا ہوں میں محبوب حقیقی کے کوچے میں بالکل پاک وصاف ہو کر جاتا ہوں شاید اس طرح مجھے اس کا دیدار حاصل ہو جائے۔

ہدہد کا اسے جواب دینا

ہدہد نے اسے کہا یہ راستہ ہر کسی کا راستہ نہیں ہے اس راستہ کے لئے پاکبازی کا سفر خرچ ہی کافی ہے۔ جو آدمی اس راستہ میں سب کچھ قربان کر دیتا ہے وہی پاک وصاف رہتا ہے اور کل آخرت میں وہی فائدہ میں رہے گا جو سلے ہوئے کپڑے پھٹ چکے ہیں انہیں مت سیو بلکہ اگر تمہارے پاس بال کے برابر بھی دنیاوی چیز ہو تو اسے جلا دو۔ جب تم اپنا سب کچھ آہ آتشیں سے جلا دو گے تو اس کی راکھ کو اکٹھا کر کے اس راکھ کے اندر بیٹھ جاؤ۔ جب تم نے ایسا کر لیا تو پھر ہر خرخشے سے نجات پا جاؤ گے ورنہ تو پھر خون جگر پیتے رہو شاید اس طرح تمہاری جان بچ جائے اور تم خلاصی پا سکو۔ جب تک تم ہر ایک چیز سے دل برداشتہ نہیں ہو جاؤ گے اس وقت تک تم اس بارگاہ کی دہلیز پر کیسے قدم رکھ سکو گے؟ جب دنیا کے قید خانے میں تجھے زیادہ دیر تک ٹھہرنا ہی نہیں ہے

تو پھر ابھی سے دنیا کی ہر چیز سے بے نیاز ہو جاؤ۔ کیونکہ موت کے وقت دنیا کی ایک ایک چیز تیرے لئے بوجھ بن جائے گی۔ اور تیری خونریزی کا سبب بنے گی۔ پہلے اپنے آپ سے بے نیاز ہو جاؤ پھر اٹھو اور اس راستہ پر چلتے بنو جب تک تم پہلے دنیاوی جنجالوں سے پاک نہیں ہو جاؤ گے۔ اس وقت تک تمہارے لئے اس سفر پر جانا خطرے سے خالی نہیں ہے۔

حکایت پیر ترکستان کے احوال کے بیان میں

پیر ترکستان نے اپنے متعلق بتایا اور کہا کہ مجھے دو چیزیں بہت ہی پیاری لگتی ہیں ایک تو یہ چتکبرا گھوڑا جس پر میں سوار ہوتا ہوں اور دوسرا یہ میرا اکلوتا بیٹا ہے اگر مجھے کوئی بیٹے کی وفات کی خبر دے تو میں اسے اس خبر کے شکریہ میں یہ گھوڑا بخش دوں گا کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میرے دل کو یہی دو بت بہت عزیز اور پیارے ہیں جب تک تم اپنا سب کچھ شمع کی طرح جلا نہیں دو گے اس وقت تک لوگوں کے سامنے اپنی پاکبازی کی ڈینگیں نہ مارو جو شخص اپنی پاکبازی کی لافیں مارتا ہے وہ اپنے کام کو ہمیشہ درہم برہم ہی دیکھے گا جو پاکباز آدمی شوق اور اشتہا سے روٹی کھاتا ہے اسی وقت اسے گدی پر سزا کے طور پر تھپڑ بھی لگتا ہے۔

شیخ خرقانی رح کا بینگن کھانا اور اس کے بیٹے کا سر کٹ جانا

شیخ خرقانی رح کہ عرش جن کی رہائش گاہ تھی ایک دن ان کے دل میں بینگن کی ترکاری کھانے کا شوق پیدا ہوا ان کی والدہ نے شیخ کے شوق کے پیش نظر بینگن کا سالن تیار کیا اور بینگن کا آدھا سالن ان کے آگے لا کر رکھا جب انہوں نے یہ آدھا بینگن کھایا تو بعض اچکوں نے اس کے بیٹے کا سر قلم کر دیا رات ہوئی تو ایک بد بخت آدمی ان کے بیٹے کا کٹا ہوا سر ان کے دروازے پر پھینک گیا شیخ نے مریدوں سے کہا کہ میں پریشان

حال تمہیں ہزار بار کہہ چکا ہوں کہ اگر میں نے شوق نفس سے آدھا بینگن کھایا تو مجھے ایک تھپڑ لگے گا چنانچہ اس وقت ہر لمحہ میری جان جل بھن رہی ہے محبوب حقیقی کے ساتھ میری دوستی کچھ آسان کام نہیں ہے وہ جس شخص کو اپنی محبت میں لگا دیتا ہے اسے اف تک کہنے کی بھی اجازت نہیں ہوتی ایک سخت آزمائش سے ہمارا واسطہ پڑا ہے یہ آزمائش جنگ اور صلح سے بالاتر ہے یعنی نہ جنگ کی جا سکتی ہے اور نہ صلح ہوتی ہے۔

ع نے تاب وصل دارم نے طاقت جدائی

کسی بھی دانا اور عقل مند آدمی کو باوجود عقل مندی کے میرے جیسی آزمائش سے گزرنا نہیں پڑا۔ ہر لمحہ نئی سے نئی مصیبت مہمان بن کر مجھ پر نازل ہوتی ہے۔ گویا آزمائشوں اور امتحانوں کا ایک قافلہ میرے پاس آ پہنچا ہے میری جان کو پہلے ہی سینکڑوں غم چمٹے ہوئے ہیں ابھی پہلا غم موجود ہوتا ہے کہ اوپر سے دوسرا غم آ جاتا ہے۔ دیکھیں اب اس کا کیا انجام ہوگا۔ جو حادثہ بھی پردۂ عدم سے ظاہر ہوتا ہے وہ میرا خون ہی بہاتا ہے۔ سینکڑوں اور ہزاروں سر پھرے عاشق ہیں جو اپنی جان کو قربان کر دیتے ہیں مگر وہ خون بہانے والا صرف ایک ہی ہے۔ تمام جانیں اسی لئے معرض وجود میں آتی ہیں کہ وہ محبوب حقیقی ان کا خون بہائے۔

حکایت حضرت ذوالنون مصری رحمتہ اللہ علیہ اور راستہ میں چالیس مرقع پوشوں کو دیکھنا

حضرت ذوالنون مصریؒ نے کہا ہے کہ میں ایک دفعہ بغیر عصا اور بغیر پانی کے مشکیزے کے محض متوکل علی اللہ جنگل میں جا رہا تھا کہ میں نے راستہ میں چالیس گدڑی پوشوں کو دیکھا جو ایک ہی جگہ فوت ہوئے پڑے تھے میرے دل اور دماغ میں ابال سا پیدا ہو گیا اور میرے پرجوش دل میں آگ بھڑک اٹھی۔ بالآخر میں نے کہا اے

باری تعالیٰ! یہ کیا راز ہے؟ اپنے خاص بندوں کی تو نے یہ حالت بنائی ہے۔ غیب سے آواز آئی کہ ہم سب اس واقعے سے واقف ہیں ہم خود ہی قتل کرتے ہیں اور خود ہی ان کا خون بہا ادا کرتے ہیں۔ میں نے کہا آخر آپ کب تک اپنے عاشقوں کو اس طرح قتل کرتے رہیں گے؟ ہاتف نے جواب دیا جب تک خون بہا ہمارے پاس ہو گا ہم اسی طرح کرتے رہیں گے یعنی میرے خزانہ میں جب تک خوں بہا موجود ہو گا میں اسی طرح قتل کرتا رہوں گا اور پھر خود ہی تعزیت کرتا رہوں گا۔ میں خود ہی پہلے قتل کرتا ہوں پھر خون میں اسے لت پت کرتا ہوں اور خود ہی سارے زمانہ میں اسے الٹا کر کے گھسیٹتا ہوں۔ جب اس کے تمام اجزاء ملیا میٹ ہو جاتے ہیں حتیٰ کہ اس کے سر اور پاؤں مکمل طور پر نیست و نابود ہو جاتے ہیں تو پھر میں اس کے چہرے کے سورج کو سامنے لاتا ہوں اور اسے اپنے حسن و جمال کی خلعت پہناتا ہوں۔ اس کے خون کو اس کے چہرے کے لئے ابٹنا بناتا ہوں پھر اسے اپنے کوچہ کی خاک پر اعتکاف میں بٹھاتا ہوں پھر اسے اپنے کوچہ میں سایہ کی طرح ہیچ بنا دیتا ہوں پھر اس پر اپنے چہرے کا سورج چمکاتا ہوں۔ جب میرے چہرے کا سورج نکلتا ہے تو پھر میرے کوچہ میں سایہ نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ جب آفتاب کے سامنے سایہ ناپید ہو جاتا ہے تو پھر وہ سب کچھ ہو جاتا ہے واللہ اعلم بالصواب۔

جو بھی اللہ کے عشق میں مٹ گیا وہ خود سے بیخود ہو گیا کیونکہ وصال کے بعد خود پرستی باقی نہیں رہتی اس کی ذات میں محو ہو جاؤ اور اس سے زیادہ محویت کے راز نہ بتاؤ۔ بس اپنی جان کو قربان کر دو اور کسی چیز کا مطالبہ نہ کرو۔ میں اس سے بڑی اور کوئی سعادت نہیں جانتا۔ مرد کو کہو کہ بس تم بیخود ہو جاؤ۔ اللہ اللہ خیر سلا۔

اس سعادت کا اشارہ جو فرعون کے جادوگروں نے حاصل کی

میں نہیں جانتا کہ کسی شخص نے ایسی سعادت حاصل کی ہو جو فرعون کے جادوگروں نے حاصل کی تھی۔ وہ کون سی دولت اور سعادت تھی وہ ایمان کی دولت تھی اور ایمان کی سعادت تھی، فرعون نے ایک لمحہ میں ان کو قتل کر ڈالا تھا۔ ایسی سعادت اور کون حاصل کر سکتا ہے؟ کہ ایک ہی قدم انہوں نے دین میں رکھا اور دوسرا قدم اس جہان سے باہر جار کھا یعنی ادھر ایمان لائے اور ادھر فرعون نے ان کو سولی پر چڑھا دیا کسی نے ایسا اچھا منظر نہیں دیکھا ہو گا کہ ایک لمحہ میں وہ ایمان سے مشرف ہوئے اور دوسرے لمحے میں اس جہان سے رخصت بھی ہو گئے کسی بھی شاخ نے آج تک اتنا اچھا پھل نہیں دیا ہو گا۔

ایک اور پرندے کا ہمت کی بلندی کے بارے میں سوال کرنا

ایک اور پرندے نے ہدہد سے کہا کہ اے صاحب نظر! اس معاملہ میں ہمت کی بڑی تاثیر ہے۔ میں اگرچہ ظاہری صورت کے اعتبار سے بہت ہی ضعیف اور کمزور ہوں لیکن میں حقیقت میں بلند ہمت رکھتا ہوں۔ اگرچہ میں نے زیادہ عبادت اور ریاضت نہیں کی تاہم اتنی بات ضرور ہے کہ میری ہمت بہت ہی بلند ہے۔

ہدہد کا اسے جواب دینا

روز الست کے عشاق کے مقناطیس (ہدہد) نے کہا کہ بلند ہمت کو ہی تمام کائنات کے لئے کشف کی حیثیت حاصل ہے یعنی اسی سے تمام راز منکشف ہوتے ہیں جسے بلند ہمتی مل جاتی ہے وہ جس چیز کی جستجو کرتا ہے اسے پالیتا ہے۔ جس کو ایک ذرہ بھی ہمت عطا ہو جاتی ہے وہ اس ذرہ سے خورشید کو بھی پست کر دیتا ہے۔ باہمت آدمی ہی سارے

جہان اور ملک کا نقطہ اور مرکز ہے اور تمام جانوں کے پرندوں کے لئے ہمت ہی پر و بال کی حیثیت رکھتی ہے۔

حکایت ایک بوڑھی عورت کا حضرت یوسف علیہ السلام کا خریدار بننا

کہتے ہیں جب بازار مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کو فروخت کیا جا رہا تھا تو اس کے عشق میں مصری لوگ جل رہے تھے چونکہ بہت زیادہ لوگ حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدنے کے گاہک بن گئے تھے اس لئے ان کی قیمت پانچ گنا کستوری مقرر ہوئی۔ ایک بوڑھی عورت جو حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدنے کے لئے تڑپ رہی تھی سوت کی چند کاتی ہوئی ککڑیاں (اٹیاں) لے آئی وہ خریداروں کے مجمع میں گھس آئی اور بڑے جوش و خروش سے کہنے لگی اے دلال! کنعان کا غلام میرے ہاتھوں میں بیچ دو میں اس لڑکے کو خریدنے کے لئے بہت ہی پریشان ہوں اسی لئے میں سوت کی کاتی ہوئی دس ککڑیاں (اٹیاں) لائی ہوں۔ یہ مجھ سے لے لو اور اسے میرے ہاتھ فروخت کر دو۔ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھما دو اور مزید ٹال مٹول نہ کرو۔ دلال ہنسنے لگا اور اس نے کہا اے بھولی بھالی اور سادہ عورت اس قیمتی لعل کو خریدنا تیرے بس کا روگ نہیں ہے۔ مارکیٹ میں سینکڑوں خزانے اس کی قیمت لگ چکی ہے یہاں تیری اور تیری ان ککڑیوں کی کوئی جگہ نہیں۔ بوڑھی عورت نے کہا میں یہ اچھی طرح جانتی ہوں کہ یہ لڑکا میرے ہاتھ میں کوئی نہیں بیچے گا لیکن میرے لئے اتنا فخر ہی کافی ہے کہ سب دوست اور دشمن یہ تو کہیں گے کہ یہ بڑھیا بھی یوسف کے خریداروں میں سے ہے الغرض جس نے بلند ہمت حاصل کر لی گویا اسے بے حد و حساب دولت مل گئی۔ ہمت کی آنکھ جب خورشید کو دیکھنا چاہتی ہو تو پھر وہ ذرہ سے ہم نشیں نہیں ہوتی بقول شاعر

ہمت بلند دار کہ مردانِ روزگار
از ہمت بلند بجائے رسیدہ اند

حکایت ایک درویش کا اپنی درویشی کی شکایت کرنا اور حضرت ابراہیم ادھمؒ کا اسے جواب دینا

ایک درویش ہمیشہ اپنی مفلسی کا رونا روتا رہتا تھا اور اپنی درویشی سے بیزار تھا۔ حضرت ابراہیم ادھمؒ نے اسے کہا اے بیٹے! چونکہ تو نے یہ درویشی سستی خریدی ہے اس لئے اس سے نالاں ہو۔ اس نے آگے سے کہا اے ابراہیم ادھمؒ! ایسی باتیں نہ کرو کیا درویشی کوئی خریدنے کی چیز ہے؟ جو اسے کوئی خریدے کچھ تو شرم کرو۔ حضرت ابراہیم ادھمؒ نے کہا میں نے اپنی جان دے کر درویشی لی ہے۔ میں نے پورے ملک کی بادشاہی دے کر یہ درویشی خریدی ہے۔ اب میں ایک لحظہ میں سینکڑوں جہان خرید سکتا ہوں کیونکہ مجھے یہ جہان بہت ہی سستے معلوم ہوتے ہیں۔ چونہ مجھے یہ درویشی سستی مل رہی تھی اس لئے میں نے اپنی ساری بادشاہی کو الوداع کہہ کر درویشی کو لے لیا اس لئے میں درویشی کی قدر کرتا ہوں نہ کہ تم۔ اہل ہمت نے اپنی جان اور اپنے جسم کو اس کی خاطر قربان کر دیا اور سالہا سال تک سوزش اور جلن کو منظور کر لیا۔ تب ان کی ہمت کا پرندہ حق سے واصل ہوا۔ کیونکہ وہ لوگ دنیا اور دین دونوں سے آگے نکل گئے اگر تم ایسے باہمت مرد نہیں ہو تو پھر دور ہو جاؤ کیونکہ تم اس نعمت اور سعادت کے لائق ہی نہیں ہو۔

حضرت شیخ احمد غوریؒ کے سلطان سنجر کے ساتھ مقالات کے بارے میں

شیخ غوریؒ جو کلی صفات میں کل تھے ایک دفعہ چند دیوانوں کے ساتھ ایک پل کے نیچے چلے گئے۔ اتفاق سے اس پل پر سے سلطان سنجر کا اپنے لشکر کے ساتھ گزر ہوا۔ اس نے پوچھا یہ پل کے نیچے کون لوگ بیٹھے ہیں؟ شیخ غوریؒ نے بے سروسامانی کی

حالت میں جواب دیا کہ ہمارا حال دو صورتوں سے خالی نہیں ہے پہلی صورت تو یہ ہے کہ اگر تو ہمیشہ کے لئے ہمارا دوست بننا چاہتا ہے تو ہم تجھے دنیا سے کلیۃً نکال لیتے ہیں اور اگر تو ہمارا دشمن ہے دوست نہیں ہے تو پھر ہم تمہیں دین سے خارج کر دیتے ہیں۔ ہماری دوستی اور دشمنی دیکھ لو۔ اور سوچ کر فیصلہ کرو کہ تو ہمارا دوست بننا چاہتا ہے یا دشمن؟ یونہی اپنے آپ کو رسوانہ کرو۔ اگر تو تھوڑی دیر کے لئے ہمارے پاس پل کے نیچے آئے گا تو اس دنیاوی شان و شوکت اور ہوس سے آزاد ہو جائے گا سلطان سنجر نے اسے جواب دیا کہ ہم آپ کی سوسائٹی کے آدمی نہیں ہیں اور ہمیں آپ سے نہ محبت ہے اور نہ دشمنی۔ کچھ بھی نہیں ہے۔ یعنی نہ میں آپ کا دوست ہوں اور نہ ہی دشمن۔ یہ لو میں جا رہا ہوں تاکہ میرا سارا مال و متاع کہیں جل ہی نہ جائے۔ نہ آپ کی ذات سے مجھے فخر ہے اور نہ ہی آپ سے مجھے کوئی عار ہے مجھے آپ کے اچھا یا برا ہونے سے کوئی سروکار نہیں۔ ہمت کی مثال ایک تیز پروں والے پرندے کی سی ہے جو ہمیشہ محو پرواز رہتا ہے اور خوب تیز اڑتا ہے۔ آخر اسے کوئی چیز نظر آتی ہے اسی لئے وہ خوب اڑ رہا ہے اگر اسے کوئی چیز نظر نہ آتی تو وہ بے مقصد کیوں اڑتا؟ اور پھر مخلوقات میں اس کی کیا حیثیت ہوتی؟ اس باہمت پرندے کی پرواز کائنات کے آفاق سے بالاتر ہوتی ہے اور وہ عقل مندی اور مستی میں سب سے برتر ہوتا ہے۔

ایک دیوانے کا رونا اور اس کے مقالات

آدھی رات کے وقت ایک دیوانہ رو رہا تھا ایک دفعہ اس نے کہا کہ میں تمہیں بتاتا ہوں کہ یہ دنیا کیا چیز ہے؟ اس کی مثال ایک ڈبہ کی طرح ہے جس کا منہ ڈھکنے سے بند ہے اور لوگ اس ڈبے میں اپنی جہالت کی وجہ سے خیالی پلاؤ پکاتے رہتے ہیں جب موت اس ڈبے کا ڈھکنا اتارے گی تو جس کے پر ہونگے وہ ازل یعنی سوم الست کے مقام تک

اڑتا چلا جائے گا اور جس کے پر نہیں ہوں گے وہ اس ڈبے کے اندر ہی سینکڑوں مصیبتوں میں مبتلا ہو جائے گا۔ اے مخاطب! تم اپنی ہمت کے پرندے کو معنوی بال و پر سے آراستہ کرو اپنی عقل کو دل عطا کرو اور اپنی جان کو معنوی حالت سے مزین کرو۔ اس ڈبے کے کھلنے سے پہلے یعنی موت کے آنے سے پہلے تم معرفت کے راستہ کے پرندے بنو اور اپنے بال و پر کو پرواز پر آمادہ کرو کہیں اپنے بال و پر کو جلانہ دینا بلکہ انہیں صحیح حالت میں رکھنا تاکہ بوقت پرواز تم سب سے آگے ہی آگے رہو۔

حکایت ایک سائل کی چمگادڑ سے بات چیت کے بارے میں

کسی پوچھنے والے نے ایک چمگادڑ سے پوچھا اے کمزور پرندے! تو ہمیشہ سورج سے بے خبر رہتی ہے تمام روز روشن تیرے لئے تاریک رات کی مانند ہے اور سورج کی روشنی سے تیری آنکھیں چندھیا جاتی ہیں تو تاریک رات میں ادھر ادھر گشت لگاتی ہے حتی کہ تجھے تاریکی میں دھاگہ بھی نظر نہیں آتا اگر تو سورج کے ساتھ گھل مل جاتی تو اس کی روشنی سے اس طرح نہ بھاگتی۔ تو کب تک سوراخوں میں اپنا گھر بناتی رہے گی تم لہریں مارنے والے سورج کو دیکھو تاکہ تمہیں آگ کا سورج نظر آئے اور تو ذرے کی طرح اس کے ساتھ خلوت نشیں ہو جائے چمگادڑ نے جواب دیا اے بے خبر میں چاند اور سورج کو کیا کروں گی؟ سورج تو آخر کار شام کو سیاہ ہو جاتا ہے اور اس کے غروب ہوتے ہی اس کی شعاعیں غائب ہو جاتی ہیں۔ اس کا چہرہ زرد ہو جاتا ہے اور اسکا لباس بھی ماتمی یعنی سیاہ ہو جاتا ہے اور وہ خود دربدر کی ٹھوکریں کھانے لگتا ہے وہ دوسروں سے کہیں زیادہ پیاسا ہو جاتا ہے اور شفق کی لالی کی وجہ سے خون میں لت پت ہو جاتا ہے اگر یہ سورج مجھے نظر نہیں آتا تو کوئی بات نہیں میرے سامنے ایک اور سورج تو موجود ہوتا ہے۔

اے راتوں کو عبادت کرنے والے! رات کو نہ سو تاکہ رات کو تمہیں سورج نظر آئے۔

اے غافل آدمی! یہ رات میرے لئے روز روشن کی طرح ہے کیونکہ جس سورج کو اللہ تعالیٰ نازل فرماتا ہے وہ رات کو ہی روشن ہوتا ہے۔ جب رات کو یہ سورج ظاہر ہوتا ہے تو کائنات کی تمام مخلوق مست اور بے خود ہو جاتی ہے اور اس سورج کی روشنی میں آسمان کا ظاہری سورج شرم و حیا کی چادر میں اپنا منہ چھپا لیتا ہے جو میری طرح اس راز کا محرم ہوتا ہے اس کا سورج سیاہ رات میں چمکتا ہے۔ معرفت کا سورج رات کو چمکتا ہے جبکہ تم اپنی نادانی کی وجہ سے رات کو سوئے رہتے ہو اسی لئے وہ تمہیں نظر نہیں آتا۔ مشکل تو یہی ہے۔ مگر میں رات بھر بالکل نہیں سوتا بلکہ آتش عشق کی سوزش سے اس خورشید معرفت کے ارد گرد اڑتا رہتا ہوں اور جب مجازی سورج اپنا منہ دکھاتا ہے تو اس وقت میں پھر تاریکی میں اپنے گھونسلے میں چلا جاتا ہوں۔ چونکہ اللہ کا سورج رات کو نظر آتا ہے اس لئے اس سورج کو دیکھنا ہر ایک کا کام نہیں ہے۔ اگر تم باز کی طرح بلند ہمت بنو گے تو پھر تمہاری جگہ بادشاہ کے ہاتھ پر ہی ہو گی اور تمہیں بادشاہ کے ہاتھ پر بیٹھنا نصیب ہو گا۔ جو بھی صاحب ہمت بنے گا وہی جوانمرد ہو گا اور سورج کی طرح بلندی میں یگانہ ہو گا۔

اگر کوئی لعل کی طرح عالی ہمت ہو گا تو پھر سونے کی انگوٹھی میں اس کے لئے جگہ خالی رکھی جائے گی اور اگر تم ہرجائی بنو گے تو پھر بادشاہ کے ہاتھ سے تم کس طرح جام حاصل کر سکو گے۔ جو بھی اس راستہ پر بلند ہمتی کے ساتھ چلے گا تو اگر گداگر بھی ہو گا تو بادشاہ ہو جائے گا۔

ایک اور پرندے کا انصاف اور وفا کے بارے میں سوال

ایک دوسرے پرندے نے ہدہد سے کہا کہ بادشاہ حقیقی کی بارگاہ میں انصاف اور وفا کا کیا مقام ہے؟ اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت ہی انصاف کا جذبہ عطا فرمایا ہے میں نے آج تک کسی سے بے وفائی نہیں کی اگر کسی شخص میں وفا کی صفت پائی جاتی ہو تو معرفت میں اس

کا کیا مرتبہ ہوتا ہے؟

ہدہد کا اسے جواب دینا

ہدہد نے اسے کہا انصاف ہی نجات کا بادشاہ ہے جو شخص منصف ہو جاتا ہے وہ بیہودہ باتوں سے نجات پا جاتا ہے۔ اگر تیری وجہ سے انصاف کا دور دورہ ہوگا تو تیری یہ نیکی عمر بھر رکوع و سجود کرنے سے بہتر ہوگی پوشیدہ طور پر انصاف کرنے سے بڑی جواں مردی دونوں جہان میں اور کوئی نہیں ہے۔ اور جو ڈنکے کی چوٹ سے انصاف کرتا ہے وہ ریاکاری سے شاید ہی خالی ہوتا ہے یعنی اکثر اس میں ریاکاری پائی جاتی ہے اللہ کے نیک بندے کسی سے انصاف نہیں چاہتے البتہ دوسروں کو انصاف دیتے ہیں یعنی دوسروں سے انصاف کرتے ہیں گویا وہ داد گر ہوتے ہیں مگر داد خواہ نہیں ہوتے۔

حضرت احمد بن حنبلؒ کا حضرت بشر حافیؒ کی خدمت میں جانا

حضرت امام احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ وقت کے امام تھے ان کے علم و فضل کا چرچا بے حد و بے حساب تھا۔ جب وہ درس و تدریس اور علم و فکر سے فارغ ہوتے تو حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس آ جاتے اگر کوئی شخص حضرت احمد بن حنبلؒ کو حضرت بشر حافیؒ کے پاس بیٹھا دیکھتا تو اسے طعن و ملامت کرتے ہوئے کہتا آپ خود جہان کے رہبر ہیں آپ سے زیادہ اور کوئی عقل مند شخص نہیں ہے دوسرے لوگوں کی باتیں تو آپ نہیں سنتے مگر حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ کے پاس ننگے سر اور ننگے پاؤں بھاگے بھاگے چلے جاتے ہیں اس پر حضرت احمد بن حنبل رحمتہ اللہ علیہ فرماتے یہ ٹھیک ہے کہ میں احادیث و سنن میں زیادہ ورک رکھتا ہوں اور علم حدیث اس سے بہتر جانتا ہوں لیکن وہ (بشر حافی) خدا کو مجھ سے زیادہ بہتر جانتا ہے۔ اے مخاطب! تو اپنی بے انصافی سے بے خبر ہے ایک لحظہ کے لئے اللہ کے نیک بندوں کا انصاف دیکھو۔

حکایت ہندوؤں کے بادشاہ کا سلطان محمود کے لشکر کے ہاتھوں قید ہو جانا

قوم ہنود کا ایک بوڑھا بادشاہ تھا جو سلطان محمودؒ کے لشکر کے ہاتھوں قید ہو گیا۔ سپاہی اسے سلطان محمود کے پاس لے گئے اور بالآخر وہ مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ چنانچہ وہ درویش اور پارسا ہو گیا اور ہر دو عالم سے بے نیاز ہو گیا پھر وہ تنہا ایک خیمہ میں رہائش پذیر ہو گیا اور دنیا جہان سے قطع تعلق کر کے ذکر و فکر میں مشغول ہو گیا رات دن گریہ وزاری کرتا رہتا تھا اس کا دن، رات سے اور اس کی رات، دن سے دشوار تر تھی یعنی وہ رات دن روتا رہتا تھا جب اس کی گریہ وزاری حد سے زیادہ ہو گئی تو سلطان محمود کو اس کی خبر پہنچ گئی۔ چنانچہ سلطان محمود نے اسے اپنے پاس بلایا اور کہا شاید تم بادشاہی کے چھن جانے کے غم سے روتے رہتے ہو اس لئے میں تمہیں پہلے سے سو گنا زیادہ مملکت دینا چاہتا ہوں۔ آخر تم بادشاہ ہو اور تمہارے لئے اس طرح رونا دھونا ٹھیک نہیں ہے اس (سابقہ) ہندو بادشاہ نے کہا اے بادشاہ! میں حکومت کے چھن جانے کی وجہ سے نہیں روتا بلکہ میں اس لئے روتا ہوں کہ اگر کل بروز قیامت مجھ سے یہ سوال کیا گیا کہ ”اے بدعہد! اور بے وفا آدمی! تو نے میری خدائی میں ظلم کا بیج کیوں بویا؟ اور جب تک ہم نے سلطان محمود کو لشکر دے کر تجھ پر حملہ آور نہیں کیا اس وقت تک تو نے ہمیں کبھی یاد نہیں کیا تھا یہ تیری وفاداری تو نہیں ہے اگر تو اس وقت میری یاد کر لیتا تو لشکر تیرا ہی ہوتا اور تو خدا کے لئے ہوتا اور اب مجھے یاد کرتے ہو جبکہ میں نے تم پر سلطان محمود کی فوج کو حملہ آور بنا کر بھیجا۔ اے بندے! بتا میں تجھے اپنا دوست کہوں یا دشمن۔ میں کب تک تجھ سے وفا کرتا رہوں گا اور تو مجھ سے بے وفائی کرتا رہے گا۔ حالانکہ وفاداری کا تقاضا یہ نہیں ہے جو تو نے مجھ سے کیا ہے۔“ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھ سے اس

طرح خطاب فرمایا اور یوں مجھ سے سوال کیا تو پھر میں اپنی بے وفائی کا کیا جواب دونگا؟ اور اس وقت میں اپنی ندامت اور شرمساری کا کیا علاج کروں گا؟ الغرض اے جوان بادشاہ مجھ بڈھے کا رونا دھونا اس وجہ سے ہے اور بادشاہی کے چھن جانے کی وجہ سے نہیں ہے۔ اے مخاطب! انصاف اور وفاداری کی باتوں کو سنو اور نیکی کے دیوان سے سبق حاصل کرو اگر تم وفادار ہو تو راستے پر چلنے کا پکا ارادہ کرلو ورنہ بیٹھ جاؤ اور یونہی ٹامک ٹوئیاں نہ مارو۔ جو وفا کی فہرست سے خارج ہو جاتا ہے اسے جوانمردی کے باب میں درج نہیں کیا جاتا۔

حکایت اللہ تعالیٰ کا ایک بے وفا غازی کو ایک وفادار کافر کے مقابلہ میں عتاب کرنا

دوران جنگ ایک بہادر غازی نے مدمقابل کافر سے نماز ادا کرنے کی مہلت مانگی۔ کافر نے مہلت دے دی چنانچہ غازی نماز سے فارغ ہو کر واپس آیا اور دونوں باہم نبرد آزما ہو گئے پھر کافر نے اپنے مذہب کے مطابق غازی سے عبادت کرنے کی مہلت مانگی۔ اور اپنے طریقہ پر عبادت کرنے میں مصروف ہو گیا چنانچہ وہ کافر ایک گوشہ میں چلا گیا اور اپنے بت کے آگے سجدہ ریز ہو گیا۔ جب غازی نے اسے بت کو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا تو اس نے دل میں سوچا کہ اب اس کافر کو قتل کرنے کا بہترین موقعہ ہے چنانچہ وہ اسے چھپ کر تلوار مارنے ہی لگا تھا کہ آسمان سے ہاتف کی آواز آئی۔ ”اے غازی! تم سر تا پا بد عہد واقع ہوئے ہو۔ خبردار! وفا اور عہد پر پکے رہو جب یہ کافر تجھے پہلے مہلت دے چکا ہے اور اس نے تجھ پر تلوار نہیں چلائی تو اب اگر تم اس پر تلوار چلاؤ گے تو سب سے بڑے جاہل اور بد عہد بنو گے کیا تو نے حکم خداوندی ”وَاَوْفُوْا

بِالْعَهْدِ" (اپنے عہد پر پکے رہو) نہیں پڑھا۔ لہٰذا تو اپنے عہد سے پھر گیا اور عہد پر پکا نہیں رہا۔ کافر پہلے تجھ سے اچھا معاملہ کر چکا ہے اب تجھے بھی بے مروتی نہیں کرنی چاہئے۔ اس نے تیرے ساتھ نیکی کی مگر تو اس کے ساتھ بدی کرنا چاہتا ہے جو چیز اپنے لئے پسند کرتے ہو اس کے لئے بھی وہی پسند کرو۔ کافر نے تیرے ساتھ وفا اور صلح کا معاملہ کیا ہے اگر تم سچے مومن ہو تو تم بھی اس کے ساتھ وفاداری کرو۔ اے مسلمان! تم غیر معتبر نکلے ہو اور کافر تم سے وفاداری میں بڑھ گیا ہے اور تم اس سے کم تر ہو۔" الغرض تف کی آواز سن کر غازی میدان جنگ سے کنارہ کش ہو کر ایک طرف بیٹھ گیا وہ اپنے پسینہ میں سر تاپا ڈوب چکا تھا اور رو رہا تھا کافر نے جب اسے روتے ہوئے دیکھا کہ تلوار کو ہاتھ میں لئے ہوئے وہ حیران و پریشان بیٹھا ہوا ہے تو اس نے غازی سے پوچھا کہ کیوں رو رہے ہو؟ اس نے سچ سچ بتا دیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے میری جواب طلبی ہوئی ہے اور تیری وجہ سے مجھے بے وفا کہا گیا ہے اور مجھ پر ناراضگی کا اظہار کیا گیا ہے اور اسی لئے میں رو رہا ہوں۔

کافر نے جب یہ ساری بات سنی تو اس نے بھی زور سے نعرۂ تکبیر مارا اور زار و قطار رونے لگا اور کہنے لگا کہ وہ اللہ جو اپنے دشمن اور معتوب کی خاطر اپنے ماننے والے پر بے وفائی کی وجہ سے ناراض ہو رہا ہے اب میں اس اللہ کے ساتھ مزید بے وفائی کیسے کر سکتا ہوں؟ اے مسلمان غازی! مجھے اسلام پیش کرو تاکہ میں بھی مشرف بہ اسلام ہو جاؤں اور شرک کو جلا کر شریعت کے آئین کو اپنا لوں۔ افسوس اتنے عرصہ تک میرے دل پر گرہ لگی رہی اور میں آج تک خدا تعالیٰ سے بے خبر رہا ہوں۔ اے شخص تم اپنے مطلوب کے ساتھ خواہ مخواہ بے وفائی کرتے رہے ہو لہٰذا تم بے ادب ہو آخر ایک دن آسمان کا طاس تیرے سامنے تیرے تمام اعمال کو یک بہ یک بتائے گا۔

حکایت حضرت یوسفؑ کے بھائیوں کا قحط کے سال مصر میں آنا

حضرت یوسف علیہ السلام کے دس بھائی قحط سے تنگ آکر اور دور دراز کا سفر طے کر کے حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس آئے اسے اپنی پریشانی اور غربت کا حال سنایا اور حضرت یوسف علیہ السلام سے امداد کی درخواست کی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا چہرہ برقع میں پوشیدہ تھا اور ان کے سامنے اس وقت ایک طاس (بڑا برتن) پڑا تھا حضرت یوسف علیہ السلام نے اس پر ہاتھ مارا اس کے بجنے کی آواز آنے لگی عقل مند حضرت یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے کہا کہ کیا تم اس طاس کی آواز کو پہچانتے ہو؟ کہ یہ کیا کہتا ہے؟ بھائیوں نے عجز و انکسار سے جواب دیا کہ اے حق پسند عزیز مصر! کون کیا جانتا ہے کہ یہ طاس کیا کہتا ہے؟ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ میں اس کی زبان سمجھتا ہوں۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ یہ طاس تمہیں کہہ رہا ہے کہ کچھ عرصہ پہلے تمہارا ایک بھائی اور بھی تھا جو بہت ہی حسین و جمیل تھا اس کا نام حضرت یوسف علیہ السلام تھا۔ اور وہ نیکی میں تم سب سے آگے تھا۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے دوبارہ طاس پر ہاتھ مارا اور کہا کہ طاس اب یہ کہہ رہا ہے کہ تم سب نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈال دیا تھا اور پھر ایک بے گناہ بھیڑیئے کے ذمہ لگا دیا کہ وہ اسے پھاڑ کر کھا گیا ہے اس کے کرتے پر تم نے جھوٹ موٹ کا خون بھی لگایا تھا جس کو دیکھ کر تمہارے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کا دل غم سے خون خون ہو گیا تھا پھر تیسری بار حضرت یوسف علیہ السلام نے طاس پر ہاتھ مارا اور کہا اب یہ کہہ رہا ہے کہ تم نے اپنے باپ کو حضرت یوسف علیہ السلام کے غم میں جلا کر رکھ دیا کیونکہ تم نے اس ماہرو حضرت یوسف علیہ السلام کو فروخت کر دیا تھا۔ ایسا کام اپنے بھائی کے ساتھ تو کافر بھی نہیں کرتے تمہیں خدا سے کچھ شرم کرنی چاہیے۔ یہ باتیں سن کر وہ سب حیران و پریشان ہو گئے۔ روٹی لینے کے لئے آئے تھے مگر اب شرم کی وجہ سے پانی

پانی ہو گئے تھے۔ اگرچہ انہوں نے اپنی نگاہوں میں صرف حضرت یوسف علیہ السلام کو بیچا تھا مگر در حقیقت انہوں نے سارے جہان کو بیچ دیا تھا جب سب بھائیوں نے اسے کنوئیں میں ڈالنے پر اتفاق کر لیا تو وہ سب ایک آزمائش کے کنوئیں میں گر پڑے تھے۔

وہ شخص اندھا ہے جو اس قصہ کو سن کر کوئی سبق حاصل نہ کرے۔ تم اس قصہ پر یونہی سرسری نظر نہ دوڑاؤ۔ بلکہ اے خبر! در حقیقت یہ سب تیرا ہی قصہ ہے۔ تو نے جو اپنے اللہ سے بے وفائی کی ہوئی ہے دراصل تمہارے اندر دوستی اور محبت کی روشنی نہیں ہے۔

اگر کوئی زید، عمر، بکر طاس پر ہاتھ مارے تو تیری بداعمالیاں اسے زیادہ سامنے آجائیں گی۔ ذرا صبر کرو۔ آخر کار تجھے نیند سے بیدار کیا جائے گا یعنی ایک دن تجھ پر موت طاری کی جائے گی پھر تمہارے اعمال تمہارے سامنے آجائیں گے۔

ٹھہرو! کل قیامت کو تیرے تمام مظالم، تیری تمام کافری اور تیرے تمام کرتوت سب کے سب تیرے سامنے پیش کئے جائیں گے اور ایک ایک کر کے تیرے سامنے لائے جائیں گے جب تم نے طاس کی بار بار آواز سنی اور اپنے کرتوت سنے تو تیرے ہوش ٹھکانے لگ جائیں گے۔ تو ابھی ایک لنگڑی چیونٹی کی طرح طاس کی تہ میں پھنسا ہوا ہے آخر تم کب تک اس الٹے طاس (آسمان) کے ارد گرد چکر کاٹتے رہو گے؟ غور سے دیکھو تمہارے کرتوتوں سے ساری طشتری خون خون ہو چکی ہے۔ اے حق شناس! ذرا سوچو اور غور کرو ورنہ طاس کی آواز سے رسوا ہو جاؤ گے۔

ایک اور پرندے کا بارگاہ حق میں گستاخی کے بارے میں سوال کرنا

ایک اور پرندے نے ہدہد سے پوچھا کہ اے ہمارے رہبر! کیا اس کی بارگاہ میں گستاخی جائز ہے؟ اگر کوئی گستاخی کا مرتکب ہو جائے تو کیا اسے خوف، ڈر اور خطرہ لاحق ہو گا یا نہیں! گستاخی کیا ہوتی ہے؟ ذرا وضاحت سے بتائیں معانی کی گوہر افشانی کریں اور ہمیں راز کی بات بتائیں۔

ہدہد کا اسے جواب دینا

ہدہد نے جواب دیا۔ جس میں اہلیت ہوتی ہے وہ الوہیت کے راز کا محرم ہوتا ہے۔ اگر وہ کوئی گستاخی بھی کرتا ہے تو اس کے لئے روا ہے آخر بادشاہ کا راز بادشاہ کا راز ہی ہوتا ہے تاہم اصل بات یہ ہے کہ راز جاننے والا اور رازدار جو بھی ہوگا وہ عام گستاخوں کی طرح گستاخی نہیں کرے گا چونکہ ادب ہی محبت کا تقاضا ہے اس لئے ادب اور حرمت و عزت کی پاسداری کرنی ہی چاہیے۔ ہاں اگر جوش عشق میں کبھی کوئی گستاخی ہو جائے تو صرف استثنائی اور اضطراری حالت میں روا ہے۔ ایک اونٹ والا جو ہمیشہ باہر کنارے پر ہی رہتا ہے وہ بادشاہ کا رازدار کیسے ہو سکتا ہے وہ شتربان اگر اہل راز کی طرح گستاخی کرے گا تو اسے اپنی جان اور ایمان سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔ اسی طرح لشکر کی موجودگی میں ایک رند اور مست آدمی بادشاہ کے سامنے کیسے گستاخی کر سکتا ہے؟ ہاں اگر کوئی گونگا خدمتگار ایسی حرکت کر بیٹھے تو اس کی گستاخی کو ہنسی مذاق میں ٹال دیا جائے گا اور اگر کوئی فرط محبت میں گستاخی کرے گا تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

جب وہ عشق کے جوش میں دیوانہ ہو گیا ہے تو وہ عشق کی طاقت سے پانی کے اوپر بھی چل سکتا ہے حالانکہ کوئی عقل مند آدمی اگر پانی کے اوپر چلے گا تو وہ ڈوب جائے گا ایسے عاشق کی گستاخی بھی اچھی لگتی ہے کیونکہ دیوانے آدمی کی مثال ایک بھڑکتی ہوئی آگ کی طرح ہے چونکہ آگ کے اندر کوئی سلامت نہیں رہ سکتا اس لئے مجنوں کو ملامت نہیں کی جا سکتی۔ جب تم پر ایسی دیوانگی طاری ہو جائے تو پھر تم جو کچھ بھی کہو گے اسے سنا جائے گا۔

ایک دیوانے کا خراسان میں عمید بادشاہ کے غلاموں کو دیکھنا

خراسان میں حکومت کی بڑی شان و شوکت تھی اس وقت خراسان کی حکومت عمید بادشاہ کے ہاتھ میں تھی۔ اس کے پاس چاند جیسے چہرے والے سو غلام تھے جن کا قد سرو کی طرح جن کے بازو چاندی کی طرح اور جن کے بال کستوری کی طرح خوشبودار تھے۔ ہر ایک کے کان میں رات کو روشنی دینے والے جواہرات تھے۔ اور ان جواہرات کے عکس سے رات بھی دن کی طرح روشن ہو جاتی تھی۔ غلاموں کے سروں پر سنہری ٹوپیاں بھی تھیں اور گلے میں سونے کے ہار بھی تھے۔ وہ سب چاندی کی طرح سفید رنگ والے اور سنہری کمربند والے تھے۔ ان کی کمروں میں موتیوں سے جڑاؤ شدہ کمربند تھے اور ہر ایک غلام سفید رنگ کے گھوڑے پر سوار تھا۔ جو بھی ان سپاہیوں کے چہرہ کو دیکھتا وہ اپنا دل ہار بیٹھتا اور اپنی جان قربان کر دیتا تھا۔ اتفاق سے کہیں سے ایک بھوکا پیاسا دیوانہ آ گیا۔ اس نے گدڑی پہنی ہوئی تھی اس کے پاؤں ننگے تھے یعنی جوتا نہیں تھا۔ جب اس نے دور سے ان غلاموں کو آتے دیکھا تو اس نے کسی سے پوچھا یہ حور شمائل کون ہیں؟ شہر کے ایک سردار نے اسے جواب دیا کہ یہ ہمارے بادشاہ عمید کے غلام ہیں۔ جب اس دیوانے نے یہ بات سنی تو اس کے دماغ میں ایک جوش پیدا ہو گیا اور اس نے کہا اے عرش مجید کے مالک! بندہ پروری کا طریقہ عمید سے ہی سیکھ لے۔

اے مخاطب! اگر تم اسی طرح کے دیوانے ہو تو پھر گستاخ بن جاؤ۔ اگر تجھ میں دیوانگی یہ ساز و سامان اور برگ و بار موجود ہیں تو پھر اسی طرح کے گستاخ بن جاؤ۔ اور اگر تجھے دیوانگی کا یہ بلند مقام حاصل نہیں ہے تو پھر قطعاً گستاخی نہ کرنا۔ اور اپنا مذاق نہ اڑانا۔ دیوانوں کی گستاخی تو بہت دلچسپ اور مزیدار ہوتی ہے کیونکہ وہ پروانوں کی طرح آتش عشق میں خوشی خوشی جل جاتے ہیں۔

ایک ننگے جسم والے دیوانے کی گستاخی کے بارے میں

ایک ننگے جسم والا دیوانہ راستہ پر جا رہا تھا اور اسے بھوک بھی لگی ہوئی تھی، سردی کا موسم تھا اور موسلا دھار بارش بھی ہو رہی تھی وہ دیوانہ بارش اور برف میں بھیگ گیا تھا نہ کہیں پناہ لینے کی جگہ تھی اور نہ پناہ لینے کے لئے کوئی مکان تھا بالآخر وہ اس حالت میں بھی جنگل کی طرف جا رہا تھا جونہی اس نے جنگل میں قدم رکھا اس کے سر پر اوپر سے ایک اینٹ آ لگی۔ اس بیچارے کا سر پھوٹ گیا اور فوارے کی طرح خون بہنے لگا۔ اس پر اس نے آسمان کی طرف منہ کیا اور کہا "کب تک تم بادشاہی کا نقارہ پیٹتے رہو گے؟ کیا اس سے زیادہ اچھی اینٹ نہیں مار سکتے؟

حکایت ایک آدمی کا کسی سے گدھا مستعار لینا اور بھیڑیئے کا اسے پھاڑ ڈالنا۔ گدھے کے مالک کا استغاثہ کرنا

کسی نہر کے کنارے ایک غریب آدمی رہتا تھا اس نے مٹی ڈھونے کے لئے اپنے ہمسایہ سے عاریتہً گدھا لیا اور اسے پن چکی میں جوت کر خود سو گیا۔ جب وہ آدمی سو گیا تو گدھا وہاں سے رسی تڑوا کر جنگل میں نکل گیا جہاں ایک بھیڑیا اس کو چیر پھاڑ کر کھا گیا۔ دوسرے دن گدھے کے مالک نے اپنے گدھے کا تاوان مانگا آخر کار مدعی اور مدعا علیہ دونوں فیصلے کے لئے سردار کے پاس گئے انہوں نے سردار کو سارا حال بتایا پھر دونوں نے اسے کہا کہ آپ ہمارا فیصلہ کریں کہ تاوان کس پر ہونا چاہئے۔ سردار نے کہا کہ یہ تاوان تو بھیڑیئے پر عائد ہوتا ہے کہ وہ بھوکا تھا اور جنگل گیا اور وہاں گدھے کو چیر پھاڑ کر کھا گیا۔ لہٰذا تم دونوں (مدعی اور مدعی علیہ) جنگل میں جاؤ اور گدھے کا تاوان بھیڑیئے سے وصول کرو۔

یارب! کسی سے تاوان لینے کا کیا فائدہ؟ جو کچھ بھی ہوتا ہے تیرے حکم سے ہی ہوتا ہے۔

"مارے آپ تے چڑھاوے تاپ"

مصر کی عورتوں کی حالت بھی دگرگوں ہو گئی تھی کیونکہ وہ حضرت یوسف علیہ السلام کا اچانک حسن دیکھ کر بیخود ہو گئیں اور اپنی انگلیاں کاٹ بیٹھیں۔ اب یہ تاوان کس پر لاگو کیا جائے گا؟

حکایت مصر میں قحط کا پڑ جانا اور دیوانے کی بات

مصر میں ایک دفعہ زبردست قحط پڑ گیا لوگ بھوک سے مرنے لگے اور روٹی روٹی کی گردان ان کی زبان پر تھی۔ لوگوں کی لاشیں ایک دوسرے کے اوپر پڑی تھیں کوئی نیم زندہ تھا اور کوئی نیم مردہ تھا۔ جو ابھی سسک رہے تھے۔ اتفاق سے ایک دیوانہ وہاں آ گیا اس نے یہ حالت دیکھی کہ لوگ دھڑا دھڑ بھوک سے مر رہے ہیں اور روٹی کیلئے ترس رہے ہیں۔ تو وہ یوں کہنے لگا "اے دین دنیا کے مالک اگر تیرے پاس ان کے لئے رزق نہیں ہے تو ان کی پیدائش کم کر دے" الغرض جو شخص اس بارگاہ میں کوئی گستاخی کرتا ہے تو جب وہ ہوش میں آتا ہے تو اپنی گستاخی کی معذرت چاہتا ہے۔ لیکن اگر کوئی کج فہم ایسی گستاخی کرے گا تو وہ صحیح نہیں ہے۔ اور اس کا عذر قابل قبول نہیں ہو گا۔

حکایت ایک دیوانے کی جسے لڑکے پتھر مارتے تھے

ایک دیوانہ بیچارہ خون میں لت پت ہو رہا تھا۔ لڑکے اسے پتھر مار رہے تھے آخر وہ کسی چھپر کے نیچے آگ کی بھٹی میں چھپ گیا اس چھپر کی چھت کے کونے میں ایک سوراخ تھا اچانک اس سوراخ سے ایک موٹا سا ژالہ اس دیوانے کے سر پر آ لگا وہ یہ سمجھا کہ لڑکوں نے مجھے پتھر مارا ہے وہ دیوانہ بیہودہ دشنام طرازی پر اتر آیا اور لڑکوں کو بے

ایک اور پرندے کا عشق حق کی لاف مارنا

ایک اور پرندے نے کہا کہ ''میں جب تک زندہ ہوں اس سے عشق کرنے کے لائق ہوں۔ میں ہر چیز سے قطع تعلق کر کے بیٹھا ہوا ہوں اور ہمیشہ اس کے عشق کے نعرے مارتا ہوں۔ چونکہ میں نے تمام مخلوق جہاں کو دیکھ لیا ہے اس لئے میں نے ہر ایک سے اب تعلق منقطع کر دیا ہے اب میں کس سے وابستہ ہو سکتا ہوں؟ میرا کام اس کے عشق کا سودا ہے اور بس اور یہ سودا ہر ایک کے بس کا روگ نہیں ہے۔ مجھے دل و جان سے اپنے یار کا عشق مطلوب ہے اب میری جان اور کسی کام کی نہیں رہی۔ اب وہ وقت آگیا ہے کہ میں اپنی جان کو ختم کر دوں اور اپنے محبوب کے چہرہ کی شراب کا پیالہ پیوں۔ اور اس کے حسن و جمال کو دیکھ کر میں اپنی جان کی آنکھ کو روشن کروں تاکہ اس کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اس کے وصال سے لطف اندوز ہو سکوں۔''

ہدہد کا اسے جواب دینا

ہدہد نے اسے کہا کہ محض لاف زنی سے کوہ قاف میں سیمرغ کا ہم نشیں ہونا، ممکن نہیں ہے تمہیں ہر لمحہ اس کے عشق کی لاف زنی چھوڑ دینی چاہئے کیونکہ اس کا عشق ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا۔ اگر خوش قسمتی کی باد نسیم چلے گی یعنی اگر تجھے تائید غیبی حاصل ہو گی تو پھر تم لاف زنی سے باز آجاؤ گے۔ اور سیمرغ تجھے اپنی راہ پر گامزن کر دے گا اور اپنے خلوت خانہ میں تجھے اپنے پاس بٹھائے گا۔ اگر اس وقت تم دعویٰ کرو گے تو وہ بجا اور بامعنی ہو گا۔ اپنی ذلت کے ساتھ تیری دوستی رنج و غم اور تکلیف کا باعث ہو گی ہاں اگر تمہاری دوستی سیمرغ کے ساتھ ہو گی تو پھر یہ کام کی دوستی ہو گی۔

ایک مرید کا حضرت بایزید رحمتہ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھنا اور ان سے سوال کرنا

جب حضرت بایزیدؒ دنیا سے دار عقبیٰ میں منتقل ہو گئے تو ایک مرید نے انہیں خواب میں دیکھا اور ان سے سوال کیا کہ اے باوقار پیر! منکر اور نکیر سے سوال و جواب میں تمہاری کیسے گزری؟ حضرت بایزید نے فرمایا کہ جب منکر و نکیر نے مجھ مسکین سے اللہ تعالیٰ کے بارے میں (من ربک) کا سوال کیا تو میں نے کہا کہ تمہارا یہ سوال کرنا میرے لئے اور تمہارے لئے کوئی کمال نہیں ہے کیونکہ اگر میں جواب دوں کہ میرا رب وہی وحدہ لاشریک ہے تو یہ میرا محض ایک دعویٰ ہو گا اور بس، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے پاس جاؤ اور اس سے میرے متعلق پوچھو اگر وہ فرمادے کہ ہاں یہ میرا بندہ ہے تو پھر میرا بندہ ہونا ایک مصدقہ بات ہو گی جو میرے لئے قابل فخر ہو گی۔ اور اگر وہ مجھے اپنے بندوں میں شمار نہ کرے تو میرا زبانی دعویٰ کرنا میری ذاتی مفاد پرستی کے سوا اور کچھ نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی بندے کا تعلق پیدا ہو جانا کوئی آسان کام نہیں ہے اگر میں صرف زبانی طور پر اسے اپنا خدا کہوں تو اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے اور اگر میں اس کا بندہ ہونے کے قابل نہیں ہوں تو پھر میں اس کی خداوندی کی لاف کیوں ماروں؟ میں اپنے اللہ کے آگے اپنے سر کو نیہوڑائے بیٹھا ہوں اب دیکھنا تو یہ ہے کہ کیا وہ بھی مجھے اپنا بندہ کہتا ہے یا نہیں؟ اے مخاطب اگر اللہ کی طرف سے یہ آواز آئے کہ یہ میرا عاشق ہے تو پھر تم اس کے ساتھ عشق کرنے کے قابل ہو۔ لیکن اگر عشق کا دعویٰ صرف تیری طرف سے ہو گا تو اس کی حیثیت صرف اتنی ہو گی کہ یہ تمہارا دعویٰ ہے اور بس اور جب تک دعویٰ کی تصدیق نہ ہو وہ دعویٰ قابل اعتبار نہیں ہوتا اور اگر اللہ تعالیٰ تیرے دعویٰ کی تصدیق کریں گے تو پھر تمہیں خوش ہونا چاہیے

اصل بات تو یہی ہے جو میں نے تجھے بتائی ہے ہر بے خبر آدمی کو اس راز کا پتہ نہیں ہوتا۔

حکایت ایک پریشان درویش کی

ایک درویش فرط عشق سے بہت کمزور ہو چکا تھا اور یہ اللہ کے عشق سے آگ کی طرح سوختہ تھا۔ عشق کی حرارت سے اس کی جان جل چکی تھی اور دل کی جلن سے اس کی زبان بھی آگ بن گئی تھی۔ عشق کی اندرونی آگ اس کے دل تک پہنچ گئی تھی اور وہ بہت ہی مشکل حالت میں گرفتار تھا۔ وہ ایک دفعہ بڑی بے قراری کی حالت میں راستہ پر جا رہا تھا اور زار و قطار رو رو کر یہ کہتا جاتا تھا "میرے دل و جان کو آتش رشک نے جلا دیا ہے میں کب تک روتا رہوں گا؟ اب تو میرے آنسو بھی جل چکے ہیں"

غیب سے آواز آئی۔ زیادہ لافیں نہ مارو تم جھوٹ اور دروغ پر مبنی عشق کے دعویدار کیوں بنے ہوئے ہو؟ درویش نے کہا میں نے اس کے عشق کو اختیار نہیں کیا بلکہ اس نے خود ہی اپنا عشق میرے اندر ڈالا ہے۔ مجھ غریب کی کیا مجال ہے کہ اس کی ذات پاک کو دوست بناؤں؟ میں نے کچھ نہیں کیا جو کیا ہے خود اسی نے کیا ہے اور بس۔ جب میرا دل خون خون ہو گیا تو اس نے میرا خون لے لیا اور بس۔ اے مخاطب! جب اس کی ذات پاک نے تجھے اپنا بنا لیا ہے اور اپنی بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت دے دی ہے تو اس کا سہرا اپنے سر نہ ڈال بلکہ اسے اللہ تعالیٰ کی مہربانی سمجھو۔ تمہاری کیا مجال ہے کہ اتنے عظیم کام کو اختیار کر سکو؟ تم تو ایک لحظہ کے لئے بھی اس کمبل میں سے اپنے کو نہیں نکال سکتے۔ یہ کمبل تمہاری بساط سے بہت زیادہ ہے۔ اے غلام اگر وہ تجھ سے عشق کرتا ہے تو اپنی مخلوق ہی سے عشق کرتا ہے۔ تم بذات خود کچھ بھی نہیں ہو اور کسی کام کے لائق نہیں ہو۔ اپنے آپ کو درمیان سے مٹا دو اور مخلوق کے معاملہ کو اپنے خالق پر چھوڑ دو اگر تم اس دوران اپنے آپ کو نمایاں کرو گے تو پھر تمہیں ایمان سے بھی اور جان سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں گے۔

سلطان محمود کا ایک رند بھٹیارے کا مہمان ہونا

ایک رات سلطان محمود غزنوی گشت پر نکلا اور کسی رند بھٹیارے کا مہمان ہو گیا۔ رند نے اسے راکھ پر بٹھایا اور اسے آگ تاپنے کے لئے کہا۔ سوکھی روٹی اس کے آگے رکھی جسے بادشاہ نے ہاتھ بڑھا کر خوشی خوشی سے کھایا۔ بادشاہ نے کہا اگر آج بھٹیارہ مجھے مہمان بنانے میں معذوری پیش کرتا تو میں اس کا سر قلم کر دیتا الغرض جب بادشاہ نے اٹھ کر جانے کا ارادہ کیا تو بھٹیارے نے کہا کہ آپ نے میری جگہ تو دیکھ لی ہے میرا گھر بار، کھانا پینا اور میری رہائش بھی دیکھ لی ہے کیونکہ آپ میرے بن بلائے مہمان تھے، اگر پھر کبھی یہاں آنے کا اتفاق ہو تو بلا روک ٹوک اور بلا جھجک آ جانا آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہیں ہو گی مجھے کہہ دینا کہ آگ روشن کرو۔ میں ایک غریب آدمی ہوں اس لئے میں آپ کے دربار میں حاضر ہونے کے لائق نہیں ہوں نہ ہی آپ کے سامنے بیٹھ سکتا ہوں البتہ آپ جب چاہیں میرے پاس آ جایا کریں بادشاہ اس کی باتیں سن کر خوش ہو گیا پھر سات بار اس کا مہمان جا بنا۔ آخری بار بادشاہ نے اسے کہا کہ اے بھٹیارے! مجھ سے جو مانگنا چاہو مانگ لو۔ اس نے کہا اگر میں گداگر آپ سے کوئی حاجت مانگوں گا تو بادشاہ میری حاجت کو پورا نہیں کرے گا بادشاہ نے کہا کہ جو حاجت ہے مجھ سے مانگ لو میں تمہاری حاجت کو پورا کروں گا۔ بیشک یہ حاجت بھی مجھ سے مانگ سکتے ہو کہ ”مجھے بادشاہی دے دو تاکہ میں بھٹیارے پن کا کام چھوڑ کر بادشاہی کروں۔“

بھٹیارے نے کہا ”میری حاجت صرف یہ ہے کہ آپ اس طرح کبھی کبھی میرے مہمان بن جایا کریں اور بس آپ کا دیدار ہی میرے لئے بادشاہی ہے آپ کے پاؤں کی خاک ہی میرے سر کا تاج ہے اور بس۔ آپ نے کئی لوگوں کو سرداریاں عطا کی ہیں مگر میرے سوا کسی بھٹیارے کو یہ اعزاز حاصل نہیں ہوا کہ آپ اس کے مہمان بنے

نقط گالیاں دیتے ہوئے کہنے لگا مجھے پتھر اور اینٹیں کیوں مار رہے ہو؟ چونکہ اندھیرا تھا اس لئے وہ یہ سمجھا کہ لڑکے مجھے پتھر مار رہے ہیں بعد میں ہوا سے دروازہ کھلا تو اندر کچھ روشنی گئی اور اسے پتہ چلا کہ یہ پتھر نہیں تھا بلکہ ژالہ تھا چنانچہ وہ اپنی گندی گالیوں سے شرمندہ ہوا اور کہنے لگا اے رب! یہ بھٹی تاریک تھی مجھ سے غلطی ہو گئی میں یہ سمجھا تھا کہ مجھے کسی نے پتھر مارے ہیں چنانچہ میں انہیں غلیظ گالیاں دینے لگا۔ اگر غلطی سے مجھ دیوانہ سے یہ بیہودہ گالیاں نکل گئی ہیں تو تو مہربانی کر کے مجھ سے جنگ نہ کر۔ چونکہ میں پاگل اور دیوانہ ہوں اور پھر ژالہ لگنے سے بیقرار اور بے چین بھی ہو گیا تھا۔ چونکہ میری ساری عمر ناکامی میں گزری ہے اور ہمیشہ نئی سے نئی مصیبت سے مجھے واسطہ پڑتا رہا ہے اس لئے تو میری بدزبانی کو معاف کردے ایک پاگل عاشق کو معذور سمجھ۔ چونکہ تجھ پر تو دیوانگی طاری ہو ہی نہیں سکتی اس لئے تیری تمام باتیں اچھی ہوتی ہیں اور سننے کے قابل ہوتی ہیں اگر تو ہم دیوانوں کی حالت کو دیکھے گا تو تو ہمیں معذور سمجھے گا۔

حکایت حضرت واسطیؒ کا یہود کی قبر کو دیکھنا

حضرت واسطیؒ بڑی حیرانی و پریشانی اور بے سروسامانی کی حالت میں کہیں جا رہے تھے کہ اچانک ان کی نظر یہود کی کسی قبر پر پڑ گئی وہاں چند یہودی نظر آئے حضرت واسطیؒ نے فرمایا یہ یہودی بھی معذور ہیں لیکن یہ راز کسی کو بتانا نہیں چاہیے کوئی شخص ان کی یہ بات سن کر انہیں شہر کے قاضی کے پاس کھینچ کر لے گیا قاضی نے حضرت واسطیؒ کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ حضرت واسطیؒ نے کہا یہ ٹھیک ہے کہ تیری نظروں میں یہ معذور نہیں ہیں لیکن خداتعالیٰ کے حکم کے پیش نظر یہ سب معذور ہیں یعنی اگر خدا کا حکم نہ ہوتا تو یہ یہودی نہ ہوتے بلکہ مسلمان ہوتے۔

ہوں۔ کسی بادشاہ کے لئے تیرے بغیر گلشن میں بیٹھنے سے یہ زیادہ بہتر ہے کہ تیرے ساتھ ایک بھٹیارا اپنی بھٹی میں بیٹھے۔ چونکہ اس بھٹی میں ہی میری مراد بر آئی ہے اس لئے بھٹی کو چھوڑنا میرے لئے کفر کے برابر ہے۔ چونکہ اس بھٹی میں مجھے تیرا وصال نصیب ہوتا ہے اس لئے میں اس بھٹی کو دونوں جہان کی بادشاہی کے عوض بھی نہیں دینا چاہتا۔ میرے لئے یہ بھٹی ہی کافی ہے جو تیرے نور سے روشن ہے۔ اس سے اور کونسی چیز اچھی ہے جو میں تجھ سے مانگوں؟ میرے غمناک دل پر موت آجائے اگر میں تیرے بغیر کسی اور چیز کو چاہوں؟

میں نہ شاہی چاہتا ہوں اور نہ خسروی۔ میں تجھ سے صرف یہی چاہتا ہوں کہ تو میرا بن جائے اور بس۔

بادشاہی صرف آپ کے لئے ہی زیبا ہے۔ مجھے بادشاہ نہ بنائیں۔ بلکہ میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ آپ کبھی کبھی میرے پاس مہمان بن کر آجایا کریں اور بس۔ خواہ تو مجھے راکھ کی طرح جلا کر رکھ دے پھر بھی تیرے بغیر میری آنکھوں میں اور کوئی نہیں جچتا۔ میں صرف تجھے چاہتا ہوں۔ تجھے چاہتا ہوں اور تجھے چاہتا ہوں۔ تو ہی میری جان ہے اور میں اپنی جان تیرے حوالہ کرتا ہوں۔ میں صرف تجھے جانتا ہوں میں نہ دین کو جانتا ہوں اور نہ کافری کو جانتا ہوں۔ میں تجھے چھوڑ کر اور کہیں نہیں جانا چاہتا خواہ تو مجھے چھوڑ دے۔ تمام عالم میں میری حاجت تو ہی ہے اور اس جہان میں بھی میری حاجت تو ہی ہے۔" اے مخاطب! اس کا عشق ہی تیرا کام ہونا چاہئے۔ اس کا غم اور اس کا بوجھ اٹھانا ہی تیری شان ہے اگر تیرے دل میں اس کا عشق ہے تو اور بھی زیادہ سے زیادہ اس سے یہی عشق مانگ۔ اس کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔ اور نہ ہی کوتاہ دستی سے کام لینا۔ پرانا عشق مزید نئے عشق کا تقاضا کرتا ہے۔ اگر تیرے پاس یہ خزانہ پہلے سے موجود ہے تو دو جو کے برابر اور بھی مانگ لو۔ وہ عاشقوں کا دل اپنی مرضی سے لیتا ہے

اگر چہ وہ خود بحر ناپید اکنار ہے مگر عاشقوں کے عشق کا قطرہ بھی حاصل کرتا ہے۔

حکایت اس ماشکی کی جس کے پاس پانی تھا مگر وہ دوسرے ماشکی سے پانی مانگتا تھا

ایک ماشکی پانی کا مشکیزہ ہاتھ میں لئے ہوئے جا رہا تھا اس نے اپنے آگے ایک اور ماشکی کو دیکھا پہلے ماشکی نے حالانکہ اس کے ہاتھ میں پانی کا مشکیزہ موجود تھا دوسرے ماشکی سے پانی مانگا۔ اس نے اسے کہا کہ تم لال بجھکڑ معلوم ہوتے ہو جب تمہارے پاس پانی موجود ہے تو اسے مزے سے پیو۔ مجھ سے کیوں مانگتے ہو؟ پہلے ماشکی نے جواب دیا اے عقل مند! میرا دل اپنے پانی سے بھر گیا ہے اس لئے تم مجھے اپنا پانی پلاؤ۔ دیکھو آدم علیہ السلام کو بہشت میں رنگا رنگ کی نعمتیں ملی ہوئی تھیں مگر ان نعمتوں سے ان کا دل بھر گیا تھا اسی لئے گندم کھانے کا شوق پیدا ہو گیا تھا۔ اور بہشت کی تمام نعمتوں کو ایک گندم کے عوض میں فروخت کر ڈالا۔ اور ایک گندم سے جنت کی تمام نعمتوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ان پر گندم کھانے کا عشق غالب آ گیا چنانچہ عشق نے ان کے دروازہ کی کنڈی کھٹکھٹائی اور گندم کھانے کا دل میں ولولہ پیدا ہو گیا۔ گندم کے عشق نے انہیں نڈھال کر دیا چنانچہ جنت کی سب پرانی اور نئی نعمتیں انہیں بھول گئیں اور وہ خود اپنے مقام کو بھی بھول گئے۔ جب گندم کے عشق نے ان کے پاس کچھ نہ چھوڑا تو انہوں نے اعلیٰ کو چھوڑ کر ادنیٰ پر اکتفا کر لیا جو کچھ ان کے پاس تھا انہیں کوڑیوں کے بھاؤ بیچ ڈالا۔ اے مخاطب! اپنے آپ سے دل کو بیزار کر لینا نہ ہی ہمارے بس میں ہے اور نہ ہی کسی اور کے بس میں ہے۔ یہ سب اسرار خداوندی ہیں ان رازوں کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر طور پر جانتا ہے۔

ایک اور پرندے کا کمال کے غرور اور خود بینی کے بارے میں سوال کرنا

ایک دوسرے پرندے نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اپنا کمال حاصل کر لیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ میں نے بڑی بڑی ریاضتیں اور عبادتیں بھی کی ہیں چونکہ ان باتوں سے مجھے مقصد حاصل ہو جائے گا اس لئے یہاں سے چھوڑ کر جانا میرے لئے مشکل ہے۔ جو شخص اپنے خزانہ سے اپنی نظروں کو ہٹا لیتا ہے وہ پہاڑوں اور صحراؤں میں مصیبت اور غم کے اندر مبتلا ہو کر مارا مارا پھرتا رہتا ہے۔

ہدہد کا اسے جواب دینا

ہدہد نے اسے کہا "اے ابلیس کی طبیعت والے مغرور! تم اپنے غرور میں مست ہو اور اپنے مقصد سے بیزار ہو۔ خیالی دنیا میں مغرور بنے ہوئے ہو اور معرفت کی فضا سے بالکل دور ہو۔ نفس نے تجھ پر قابو پا رکھا ہے اور تیرے دماغ میں شیطان اپنی نشستگاہ بنا چکا ہے۔ تو غرور میں گرفتار ہو چکا ہے اور سر تاپا غرور بنا ہوا ہے۔ یہ جو راستہ میں تجھے نور نظر آتا ہے یہ دراصل تیری آگ ہے اور جس چیز کو تم اپنا ذوق شوق سمجھتے ہو یہ بھی دراصل تمہارا غرور ہے۔ یہ تیری وجدانی کیفیت اور تیری فقیری صرف تیرا خیال ہی خیال ہے جو کچھ تم کہتے ہو وہ ایک امر محال کے بغیر اور کچھ بھی نہیں ہے راستہ کی اس روشنی پر مغرور نہ ہو۔ تیرا نفس تیرے ساتھ ہے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لو ایسے دشمن سے تیرا مقابلہ ہے جبکہ تیرے ہاتھ میں تلوار بھی نہیں ہے۔ ایسے دشمن سے کوئی شخص کیسے بے فکر رہ سکتا ہے؟ اگر تجھے اپنے نفس کا نور نظر آتا ہے تو دراصل یہ بچھو کا زخم ہے جسے تم کرفس کا پھول سمجھتے ہو تم اس ناپاک نور پر مغرور نہ ہو جب تم

خورشید نہیں ہو تو اپنے آپ کو ذرہ ہی سمجھو راستے کی تاریکی کی وجہ سے ناامید بھی نہ ہو اور نہ ہی اس نور کو دیکھ کر اپنے آپ کو خورشید کا ہم پلہ سمجھو۔ اے پیارے! جب تک تم اپنے غرور میں پھنسے رہو گے تجھے اپنے پاس بلانا یا تجھے نکال دینا برابر ہے۔ ان کی ایک جو کے برابر بھی قیمت نہیں ہے۔ جب تم اپنے وجود کے غرور سے باہر نکل آؤ گے تو وجود کی پرکار تیرے ارد گرد گردش کرنے لگ جائے گی۔ اور اگر تجھ میں ذرا سا بھی اپنی ہستی کا غرور ہوا تو نیستی کے بغیر تیرے ہاتھ کچھ نہیں آئے گا۔ اگر تجھ میں اپنی ہستی کی ذرہ بھر بھی لذت ہوئی تو پھر تجھے کافری اور بت پرستی کے سوا اور کچھ نہیں ملے گا۔ اگر تو نے ایک لحظہ بھی اپنی ہستی کا گھمنڈ کیا تو پھر تجھ پر آگے اور پیچھے تیر ہی تیر برسیں گے جب تک تم زندہ ہو جان کے رنج و غم کو برداشت کرتے رہو۔ ہر لحظہ سینکڑوں تھپیڑوں کے لئے اپنی گردن کو تیار رکھو۔ اگر تم اپنی ہستی کی نمائش کرو گے تو زمانہ تجھے پیچھے سے سینکڑوں مکے مارے گا۔

حکایت حضرت شیخ ابو بکر نیشاپوری رحمتہ اللہ علیہ دوران سفر

حضرت شیخ ابو بکر نیشاپوریؒ اپنے مریدوں کے ساتھ خانقاہ سے نکل کر کہیں جا رہے ہیں شیخ موصوف اپنے گدھے پر سوار تھے۔ کہ اچانک گدھے کی پیچھے سے ہوا نکل گئی۔ شیخ پر حالت وجد طاری ہو گئی انہوں نے نعرہ بلند کیا اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ مریدوں نے پیر کی یہ حالت دیکھی تو انہوں نے پیر کی اس حالت وجد کو ناپسند کیا آخر ایک مرید نے سوال کیا کہ حضرت آپ پر کس وجہ سے وجد طاری ہوا؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے جب راستہ پر اپنے مریدوں کی کثرت کو دیکھا کہ میرے آگے بھی مرید تھے اور پیچھے بھی مرید تھے تو میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں فقر میں حضرت بایزید بسطامیؒ سے کم نہیں ہوں میں اپنے مریدوں کی کثرت کو دیکھ کر پھولا نہیں سماتا تھا اور

یوں میرے دل میں خیال آیا کہ کل بروز قیامت، میدان محشر میں بھی میں اسی طرح عزت اور ناز سے جاؤں گا۔ جونہی یہ خیال میرے دل میں آیا تو عین اسی لمحہ گدھے کے پیچھے سے ہوا نکل گئی۔ گویا میرے دل میں یہ جو غرور اور تکبر کا خیال آیا تو گدھے نے اپنے پیچھے سے ہوا نکال کر مجھے جواب دیا کہ زیادہ لاف زنی نہ کرو۔ چنانچہ میرے دل میں جوش سا پیدا ہوا اور مجھ پر اس وجہ سے وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ اے مخاطب! جب تک تم غرور اور تکبر میں مبتلا رہو گے حقیقت سے دور ہی رہو گے اپنے غرور کو دل سے نکال دو اور تکبر کو جلا دو۔ یہ تکبر محض تیرے نفس کا خیال ہے اس نفسانی خیال کو جلا دو۔ اے شخص ہر لمحہ تیرے رنگ بدلتے رہتے ہیں تیرے ہر بال کے نیچے ایک فرعون رہتا ہے جب تک تیرے غرور کا ایک ذرہ بھی تجھ میں ہو گا تو اس سے تجھ میں منافقت کی سینکڑوں علامتیں پائی جائیں گی اگر تو غرور اور تکبر سے اپنے آپ کو صاف کر لے گا تو پھر تو دو جہانوں سے الگ تھلگ ہو جائے گا۔ اگر تو اپنے غرور کو ختم کرنے میں اپنا دن صرف کرے گا تو پھر تیری رات بھی روشن ہو جائے گی۔ کبھی غرور اور تکبر سے "مَیں مَیں" کی رٹ نہ لگا اسی مَیں مَیں کرنے سے تم سینکڑوں مصیبتوں میں مبتلا ہو۔

خدا کرے تم "مَیں مَیں" کر کے "ابلسیت" میں مبتلا نہ ہو جانا بقول شاعر

بکری کرے "مَیں مَیں مَیں مَیں" گلے چھری پھرا وے
مینا کرے "میں نہ میں نہ" سب کے من کو بھاوے

حکایت موسیٰ علیہ السلام کی ابلیس سے خاص راز کی بات پوچھنا

اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بڑے رازدارانہ انداز میں کہا کہ ذرا ابلیس سے کوئی خاص راز کی بات پوچھو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے راستہ پر جاتے ہوئے ابلیس کو دیکھا تو اسے کہا کہ مجھے کوئی خاص راز کی بات بتاؤ۔ ابلیس نے کہا ہمیشہ میری یہ

ایک بات یاد رکھنا ”کبھی ”مَیں مَیں“ نہ کرنا ورنہ تم میری طرح ہی ہو جاؤ گے۔“

اگر ایک بال کے برابر بھی اپنی زندگی پر غرور کرو گے تو یہ کافری متصور ہوگی اسے بندگی نہیں کہا جائے گا غرور کے راستے کا انجام ناکامی ہے اور غرور کرنے سے مرد کی نیک نامی بدنامی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ اگر وہ اس راستہ میں کامیاب ہوگا تو وہ ایک دم ہر قسم کے غرور سے پاک ہو جائے گا۔

ایک نیک آدمی کی اس ضمن میں باتیں کہ مبتدی کے لئے تاریکی ہی بہتر ہوتی ہے

ایک نیک آدمی نے کہا کہ مبتدی کے لئے تاریکی میں رہنا ہی بہتر ہوتا ہے تاکہ وہ مکمل طور پر جود و سخاوت کے سمندر میں گم ہو جائے۔ اور اسے اپنے وجود کا کوئی شعور نہ ہو کیونکہ اگر اس حالت میں اس پر کوئی راز ظاہر ہو گیا تو وہ مغرور ہو جائے گا اور اس طرح غرور کی وجہ سے وہ کافر ہو جائے گا۔ تیرے اندر جو حسد اور غصہ چھپا ہوا ہے مردانِ حق کی آنکھ اسے دیکھ لیتی ہے، اگرچہ تیری آنکھ اسے نہیں دیکھ سکتی تم سانپوں سے بھری ہوئی ایک جھونپڑی میں پڑے ہوئے ہو اور اپنی غفلت کی وجہ سے تم نے ان سانپوں کو کھلا چھوڑ رکھا ہے تم رات دن ان کی پرورش میں لگے ہوئے ہو۔ یہ جو تم رات دن کھانے پینے اور سونے میں مشغول ہو اس طریق کار سے تم ان سانپوں کی گویا پرورش کر رہے ہو۔ تیری حقیقت تو بس خاک اور خون ہی ہے اور یہ دونوں چیزیں اپنی بے قدری کی وجہ سے حرام ہیں۔ جب یہ خون بالکل تیرے قریب آ گیا تو گویا ایک پلید اور بے حیثیت چیز تیرے پاس آ گئی تیرے حس کے قرب کی وجہ سے جو چیز بھی تیرے دل کی دوری کا سبب بنے گی بلا شک و شبہ وہ حرام بھی ہے اور پلید بھی ہے۔ جب تم اپنے اندر ایک پلید چیز کو دیکھ رہے ہو تو پھر اس طرح بے فکر کیوں بیٹھے ہو؟ کچھ تو فکر کرو۔

حکایت ایک آدمی کا کتے کو دیکھنا اور اپنا دامن نہ سمیٹنا

ایک بزرگ کے قریب سے ایک پلید کتا گزرا لیکن اس بزرگ نے کتے سے اپنے دامن کو نہ سمیٹا۔ ایک مرید نے کہا اے نیک بزرگ! آپ نے کتے سے پرہیز کیوں نہیں کیا؟ بزرگ نے جواب دیا کہ کتے میں ظاہری پلیدی تھی وہ پلیدی اس کے اندر نہ تھی۔ اور جو پلیدی اس کے ظاہری بدن میں تھی وہ پلیدی مجھ مسکین کے اندر چھپی ہوئی ہے۔ چونکہ میرا باطن کتے کے ظاہری جسم کی طرح ناپاک ہے اس لئے میں نے اس سے پرہیز نہیں کی۔ کیونکہ وہ بھی میری طرح ناپاک ہے۔ اگر تیرے اندر تھوڑی سی بھی پلیدی ہوگی تو وہ بہت سی ظاہری پلیدی کے برابر ہے کیونکہ ڈھانچہ تو ایک ہی ہے۔ اگر تھوڑی سی چیز بھی تیرے لئے راستہ کی رکاوٹ بن جائے تو وہ بڑی رکاوٹ کی طرح ہی ہے۔ گویا رکاوٹ کے لئے کوہ اور کاہ برابر ہیں۔

حکایت ایک عابد جو کہ حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے زمانہ میں اکثر اپنی داڑھی میں مشغول رہتا تھا

حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے زمانہ میں ایک عابد تھا جو رات دن عبادت میں مشغول رہتا تھا لیکن وہ ذرہ بھی عبادت میں لذت محسوس نہیں کرتا تھا اور دل کے سورج سے اسے کچھ روشنی حاصل نہ ہوتی تھی۔ اس بوڑھے آدمی کی بڑی لمبی داڑھی تھی اور وہ کبھی کبھی اس میں کنگھی دیا کرتا تھا۔ ایک دن اس عابد نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دور سے دیکھا تو بھاگ کر پاس آیا اور کہنے لگے اے طور کے سپہ سالار! خدا کے لئے خدا سے پوچھو کہ مجھے عبادت میں کیوں ذوق و شوق حاصل نہیں ہوتا؟ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب کوہ طور پر گئے تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہی سوال کیا۔

اللہ تعالیٰ نے جواب دیا وہ درویش ہمارے وصل کے درد سے محروم ہے۔ کیونکہ وہ ہر وقت اپنی داڑھی کی آرائش میں مصروف رہتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور سے واپس آکر اس شخص کو اللہ تعالیٰ کے جواب سے آگاہ کیا۔ اس درویش نے اپنی داڑھی کے بال نوچ ڈالے اور زار و قطار رونے لگا پھر حضرت جبرائیل علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جلدی جلدی آئے اور کہا کہ اب وہ شخص اپنی داڑھی کے بالوں کو نوچنے میں لگا ہوا ہے۔ جب وہ داڑھی میں کنگھی پھیرتا تھا تو اس وقت بھی وہ درویش تھا اور اب جو اس نے اپنی داڑھی کو نوچ ڈالا ہے تو پھر بھی وہ درویش ہے اصل بات تو یہ ہے کہ اللہ کے ذکر کے بغیر ایک سانس لینا بھی خطا ہے۔ اس صورت میں کجی اور راستی دونوں برابر ہیں۔ یعنی خواہ کوئی غلط کام کر کے تم اللہ کے ذکر سے محروم رہو یا کوئی صحیح کام کر کے اللہ کے ذکر سے محروم رہو دونوں صورتوں میں ذکر سے تو محرومی ہی ہوتی ہے۔ اے شخص! تم ہمیشہ اپنی داڑھی کی آرائش سے کبھی فارغ نہیں ہوتے۔ دریائے معرفت میں تیرا اترنا اس وقت درست ہوگا جب تم پہلے اپنی داڑھی کی آرائش سے فارغ ہو جاؤ گے۔ اور اگر تم اس داڑھی کے ساتھ دریائے معرفت میں کود و گے تو پھر اپنی داڑھی کی پرواہ نہیں کرنی ہوگی۔

حکایت لمبی داڑھی والے بزرگ کی جو دریا کے پانی میں ڈوبنے لگا تھا

ایک سیدھا سادا آدمی جس کی داڑھی بہت لمبی تھی اچانک دریا کے پانی میں ڈوبنے لگا۔ کنارے پر کھڑے ہوئے ایک آدمی نے اسے دیکھا تو از راہ ہمدردی اسے کہا کہ اپنے سر سے یہ توبرہ اتار کر پھینک دو تاکہ ڈوبنے سے بچ جاؤ۔ اس نے آگے سے جواب دیا کہ "یہ توبرہ نہیں ہے بلکہ یہ تو میری داڑھی ہے اور یہی داڑھی اب میری تشویش کا

سامان بنی ہوئی ہے۔" اس آدمی نے اس سے کہا کہ "اتنی لمبی تیری داڑھی ہے اور کام تیرا یہ ہے۔ اب یہی داڑھی تمہاری ہلاکت کا ذریعہ بنے گی۔" اے مخاطب! تو نے بکرے کی طرح داڑھی رکھی ہوئی ہے مگر تجھ میں ذرہ بھر شرم نہیں ہے۔ جب تک نفس اور شیطان تیرے ساتھ رہیں گے گویا فرعون اور ہامان تیرے ساتھ ہیں۔ پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح اپنی خواہشات نفسانی کو کچل دو پھر اس نفس کے فرعون کی داڑھی رکھو۔ نفس کے فرعون کی داڑھی رکھو تو ثابت قدم ہو کر رکھو اور مردوں کی طرح نفس کے ساتھ جنگ کرو۔ معرفت کے دریا میں اترنے سے پہلے نفس کی خواہشات کو کچل دو۔ کب تک تم اپنے نفسانی خواہشات کی داڑھی کو بڑھاتے رہو گے اگرچہ تجھے اس سے بجز تشویش کے اور کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ ایک لمحہ کے لئے بھی تم داڑھی کی لاج نہیں رکھتے اور داڑھی رکھ کر بھی اپنے نفس کی خواہشات کے درپے ہو۔ حالانکہ دین کے راستہ میں عقل مندوہی ہوتا ہے جس کے پاس داڑھی میں پھیرنے کے لئے کنگھی بھی نہ ہو۔ داڑھی کی لاج رکھو اور اسے راہ معرفت کے لئے رومال بنادو اس راستہ میں خالص خون کو پانی کی جگہ پیا جاتا ہے اور صرف دل کے کباب کھائے جاتے ہیں اس راستہ پر چلنے والا اگر دھوبی ہو تو وہ سورج کو نہیں دیکھتا۔ سورج نکلے یا نہ نکلے وہ کپڑے دھونے کے کام میں لگ جاتا ہے اور اگر وہ دہقان ہے تو وہ بارش کی طرف نہیں دیکھتا بارش ہو یا نہ ہو وہ عبادت الٰہی کی تخم ریزی کرتا رہتا ہے۔

حکایت اس صوفی کی جب وہ کپڑے دھوتا تو آسمان بادلوں سے سیاہ ہو جاتا تھا

ایک صوفی کا ذکر ہے کہ جب وہ کبھی کبھار کپڑے دھونے کے لئے تیار ہوتا تو گھنگھور گھٹائیں چھا جاتی تھیں اور کالے بادل فضائے عالم کو دھواں دھار کر دیتے تھے۔

ایک دفعہ اس کے کپڑے بہت ہی میلے کچیلے ہو گئے۔اگر چہ آسمان پر بادلوں کے ٹکڑے آوارہ پھر رہے تھے تاہم وہ کریانہ فروش کی دکان پر کپڑے دھونے کے لئے کھار لینے گیا۔ادھر سے موسلا دھار بارش بھی برسنے لگ گئی۔ صوفی نے بادلوں کی طرف رُخ کرتے ہوئے کہا اے بادلو! آپ تشریف لے جائیں۔ میں مویز منقی خریدنے جا رہا ہوں تم کیوں اُمڈ کر آ گئے ہو؟ میں کوئی کھار خریدنے تو نہیں جا رہا ہوں۔ بلکہ میں دکاندار سے صرف مویز منقی ہی خریدنے جا رہا ہوں۔ تمہیں دیکھ کر میں نے کھار لینے کا ارادہ ترک کر دیا ہے مجھے تجھ سے کسی اچھائی کی توقع نہیں ہے بلکہ میں نے اس قسم کی امید کو بھی صابون سے دھو ڈالا ہے۔اے بادلو! تمہارا کبھی کبھی برسنا تو اچھی بات ہے مگر روز کی بارش تو ہمیں گوارا نہیں ہے۔

ایک اور پرندے کا سوال کہ سفر میں کونسی چیز سے خوش ہونا چاہیے

ایک اور پرندے نے ہدہد سے کہا کہ اے نامور! مجھے یہ بتائیں کہ میں سفر میں کس چیز سے اپنے دل کو خوش رکھ سکتا ہوں؟اگر آپ میری پریشانی کو کم کرنا چاہتے ہیں تو مہربانی فرما کر اس سفر میں میری رہنمائی کریں۔ کسی بھی مرد کو لمبے سفر میں رہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ وہ تقویٰ کی راہ سے نہ ہٹے۔ چونکہ غیب سے میری رہنمائی نہیں ہوتی اس لئے میں لوگوں سے ان کے عیبوں کی وجہ سے دور رہتا ہوں۔

ہدہد کا اسے جواب دینا

ہدہد نے اسے کہا کہ جب تک تم زندہ ہو اسی کے ساتھ ہی اپنے دل کو خوش رکھو اور لوگوں کے طعنوں کی پرواہ نہ کرو۔ جب تیرا دل اس کے وصال سے خوش ہو جائے گا تو تم اپنے غمناک دل کو اس سے خوش کر لیا کرو گے۔ دونوں جہانوں میں ہر قسم کی

خوشی محبوب حقیقی کی وجہ سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ آسمان کے گنبد کی زندگی یعنی عالم بالا کی خوشی اسی کی بدولت ہی ملتی ہے۔ لہٰذا تم اس کے وصال کی خوشی میں زندہ رہو اور اس کے عشق میں آسمان کی طرح گردش کرتے رہو ارے نالائق! اس سے بہتر اور کونسی چیز ہے جس سے تم ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے دل کو خوش رکھ سکتے ہو؟

حکایت ایک کوہستانی دیوانہ اور اس کی حالت

ایک عجیب وغریب دیوانہ پہاڑوں میں رہتا تھا رات دن چیتوں اور بھیڑیوں کا ہم نشین رہتا تھا، کبھی کبھی اس پر عجیب حالت طاری ہو جاتی تھی اور وہ اپنے آپ میں نہیں رہتا تھا بلکہ بے خود ہو جاتا تھا اگر کوئی آدمی اس کی اس حالت میں اس کے پاس جاتا تو اسے بیس دن تک اس کی بیخودی کی حالت کو برداشت کرنا پڑتا تھا۔ ان بیس دنوں میں اس کی حالت بالکل غیر ہو جاتی تھی اور وہ ان بیس دنوں میں صبح سے شام تک رقص کرتا رہتا تھا اور اس سے کہتا تھا کہ ہم دونوں یہاں اکیلے ہیں یہاں کوئی جم غفیر بھی نہیں ہے۔ اب ہمیں یہاں خوشی ہی خوشی نصیب ہے اور غم کا کوئی نام ونشان بھی نہیں ہے۔ پھر کہتا کہ وہ آدمی کیسے مر سکتا ہے جس کا دل زندہ اس کے پاس ہو؟ اپنا دل دوست کو دے دو وہ ایسا دوست ہے جو ہمارے دل کو دوست رکھتا ہے اگر اس کے عشق میں تیرا دل مبتلا ہو گیا تو پھر موت تیرا کیا بگاڑ سکتی ہے؟

حکایت اس عاشق کی جو مرنے کے وقت رو رہا تھا

ایک عاشق مرنے کے وقت رو رہا تھا لوگوں نے اس سے پوچھا کیوں رو رہے ہو؟ اس نے کہا کہ میں اس لئے بہار کے بادل کی طرح رو رہا ہوں کہ موت میرے سر پر کھڑی ہے اور میں ابھی چند لمحوں میں مر جاؤں گا۔ شاید میری یہ گریہ وزاری کچھ اثر دکھائے جب میرا دل اس محبوب حقیقی کے ساتھ ہے تو میں اب کیسے مروں گا؟ اس

کے ایک ساتھی نے اسے کہا کہ جب تیرا دل اس کے ساتھ ہے تو اگر تم مر بھی جاؤ تو تیرا مر جانا ہی بہتر ہو گا۔ اس نے جواب دیا جس کا دل خدا کے ساتھ ہے وہ کیسے مر سکتا ہے؟ اور اس کے لئے مرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے؟ یعنی موت اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ چونکہ میرا دل اس کے وصال میں ڈوبا ہوا ہے اس لئے میرا حقیقی طور پر مرنا قطعی طور پر محال ہے۔ تمہیں وصال کی وہ خوشی نصیب ہو گی کہ تم اس خوشی سے سارے جہان میں بھی نہیں سما سکو گے یعنی پھولے نہیں سماؤ گے۔ جو محبوب کی ہستی سے خوش ہو گیا اسے اپنی ہستی کی کوئی پرواہ نہیں ہوتی بلکہ وہ آزاد ہو جاتا ہے دوست کے وصال میں تمہیں ہمیشہ کی خوشی نصیب ہو جائے گی حتیٰ کہ تم پھول کی طرح خوشی سے پھولے نہیں سماؤ گے۔

حکایت ایک صاحب عزت کی جو کہتا تھا کہ میں ستر سال سے اپنے حال میں مست رہا

ایک عزت والے شخص نے کہا کہ ستر سال سے مجھ پر ایک خاص حالت طاری ہے اور میں اسی حالت میں مست رہتا ہوں چونکہ میں ہمیشہ سوز و گداز میں رہتا ہوں اس لئے معذور ہوں۔ ہمارا خدا بہت ہی صاحب حسن و جمال ہے اور میں اس کی خداوندی پر مست ہوں۔ اے مخاطب! تم لوگوں کی عیب جوئی میں مشغول رہتے ہو اس لئے غیب کے حسن و جمال سے تمہیں کیسے خوشی حاصل ہو سکتی ہے؟ اے عیب جوئی کرنے والے! تم اپنی عیب جو آنکھ کے ساتھ غیب کو کیسے دیکھ سکتے ہو؟ پہلے تمہیں اپنے عیبوں سے پاک ہونا چاہئے۔ اس کے بعد غیب مطلق کے عشق سے خوشی حاصل کرو گے۔ تم دوسروں کے عیب نکالتے ہو اور بال کی کھال اتارتے رہتے ہو تمہیں اپنے عیب کیسے نظر آئیں گے؟ اپنے عیب دیکھنے کے لئے تم اندھے بن جاتے ہو اگر تم اپنے عیبوں کو

دیکھتے تو عیب دار ہونے کے باوجود اللہ کی بارگاہ میں تمہیں مقبولیت حاصل ہو جاتی۔

حکایت اس مست کی جسے لوگوں نے بوری میں بند کر دیا تھا

ایک دیوانہ جو بہت ہی مست ولایعقل آدمی تھا اور دیوانگی نے اس کی حالت کو بہت ہی خراب کر رکھا تھا۔ چونکہ اس نے تلچھٹ اور صاف شراب بہت زیادہ پی ہوئی تھی اس لئے اسے اپنے سر اور پاؤں کی بھی کچھ خبر نہ تھی یعنی وہ مکمل دیوانہ تھا۔ ایک عقل مند آدمی کو اس کی اس حالت کو دیکھ کر ملال ہوا۔ چنانچہ اس نے اسے بوری میں بند کیا اور پھر اسے اپنے سر پر اٹھا لیا تاکہ اسے اپنے گھر پہنچائے راستہ میں ایک اور دیوانہ مست آدمی انہیں مل گیا یہ دوسرا مست ہر وقت ہر ایک کے ساتھ ضرورت سے زیادہ بدمستی کرتا تھا الغرض پہلے مست نے جو بوری میں بند تھا جب دوسرے مست کو دیوانگی کی حالت میں دیکھا تو اس نے کہا "کہ اے بدبخت! دو جام کم پیے ہوتے تاکہ میری طرح تمہیں بھی کوئی بوری میں بند کر کے سر اٹھا لیتا۔"

اے مخاطب! تم محبوب کی شان کی طرف دیکھتے رہے اور اپنے گریبان میں جھانک کر نہ دیکھا کہ تم خود کیا چیز ہو؟ ہماری حالت اس سے زیادہ نہیں ہے کہ ہم سب پر "ایاز قدر خود بشناس کی ضرت المثل" صادق آتی ہے۔ چونکہ تم عاشق نہیں ہو اس لئے دوسروں کے عیب دیکھتے رہتے ہو۔ یہ طریق کار تمہارے شایان شان نہیں ہے۔ اگر تمہیں عشق کی ذرہ بھی خبر ہوتی تو دوسروں کے عیب تمہیں ہنر دکھائی دیتے۔

حکایت اس مرد کی جو پانچ سال تک کسی عورت پر عاشق بنا رہا

ایک بہت ہی بہادر اور شیر دل نوجوان تھا وہ کسی عورت کے عشق میں پانچ سال تک مبتلا رہا۔ اس خوبصورت عورت کی آنکھ میں ناخن کے برابر سفید داغ تھا جس سے وہ مرد قطعاً بے خبر تھا حالانکہ وہ اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اکثر اسے دیکھا کرتا

تھا۔ چونکہ وہ اس کے عشق میں مست اور دیوانہ تھا اس لئے وہ اس کی آنکھوں کے عیب سے بے خبر تھا۔ پھر مرض عشق کا داروا سے مل گیا (شاید اس کی کسی جگہ شادی ہو گئی) چنانچہ اس کے دل سے عشق کا جوش و خروش اور زور شور ٹھنڈا پڑ گیا چونکہ اس کی مشکل آسان ہو گئی تھی اس لئے اس کے دل میں اس عورت کا عشق سرد پڑ گیا۔ ایک دن اس نے اپنی محبوب کی آنکھ کا عیب دیکھ لیا اور اس سے پوچھا کہ تمہاری آنکھ میں یہ سفید داغ کب سے ہے؟ عورت نے جواب دیا "جب سے تیرا عشق کم ہوا ہے۔ اسی دن سے میری آنکھ میں یہ عیب رونما ہوا ہے۔ جب تیرا عشق زوال پذیر ہوا تو میری آنکھ کا یہ عیب بھی ظاہر ہو گیا۔"

اے مخاطب! تو نے اپنے دل کو مختلف قسم کے خیالات اور وساوس کی آماجگاہ بنا رکھا ہے۔ اے اندھے! کبھی اپنے عیبوں کو بھی دیکھ۔ کب تک تم دوسروں کے عیب دیکھتے رہو گے، کبھی اپنے گریبان میں بھی جھانک کر دیکھو۔ جب تمہیں اپنے بھاری عیوب نظر آ جائیں گے تو پھر تمہیں دوسروں کے عیبوں کو دیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی۔

حکایت ایک محتسب کا کسی مست کو مارنا اور مست کا اسے جواب دینا

ایک محتسب کسی مست کو زور زور سے پیٹ رہا تھا مست نے اسے کہا اے محتسب جوش کم دکھاؤ۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم حرام کی روٹی کھاتے ہو جس نے تمہیں بدمست بنا رکھا ہے اس لئے مجھے پیٹنے میں اپنا زور دکھا رہے ہو۔ تم مجھ سے زیادہ مست ہو لیکن تمہاری مستی لوگوں کو نظر نہیں آتی۔ مجھ پر ظلم کرنے میں حد سے آگے نہ بڑھو۔ کچھ تھوڑا سا اپنے ساتھ ہی انصاف کر لو۔

ایک اور پرندے کا سوال کہ میں سیمرغ سے کیا چیز طلب کروں؟

ایک اور پرندے نے ہدہد سے کہا کہ "اے رہنما! مجھے یہ بتایئے کہ جب میں سیمرغ کے پاس پہنچوں تو اس سے کیا چیز طلب کروں؟ جب اس کے پاس پہنچ کر مجھ پر سب جہان روشن ہو جائیں گے تو پھر مجھے سمجھ نہیں آتا کہ اس وقت میں اس سے کونسی چیز مانگوں گا؟ اگر مجھے سب سے اچھی چیز کا پتہ چل جائے تو میں اس کے دربار میں پہنچ کر اس سے وہی چیز طلب کروں۔"

ہدہد کا اسے جواب دینا

ہدہد نے جواب دیا "اے کم علم! ابھی تم سیمرغ کی ذات پاک سے واقف نہیں ہوئے اگر تم کوئی چیز مانگنا چاہتے ہو تو اس سے اسی کو ہی مانگو۔ اور یوں کہو کہ میں صرف تجھے طلب کرتا ہوں۔ یعنی تم میرے ہو جاؤ اور بس میں تیرے سوا تجھ سے اور کوئی چیز نہیں مانگتا مرد کے لئے سیمرغ سے اس کی معرفت طلب کرنا ہی سب سے بہتر مطالبہ ہے اور تمام مطلوبہ چیزوں میں سے یہی چیز مانگنا ہی بہتر ہے۔ اگر تمہیں اس کی معرفت حاصل ہو جائے تو اس سے اور کونسی چیز بہتر ہو سکتی ہے جسے تم مانگنا چاہتے ہو؟"
الغرض جسے اس کے دروازے کی خاک مل گئی وہ اس کے دروازے سے اس خاک کی بجائے اور کونسی رشوت لے گا؟

حضرت بو علی رودباریؒ کی بات چیت بوقت وفات

حضرت بو علی رودباریؒ وفات کے وقت کہنے لگے کہ میری جان محبوب کے انتظار میں لبوں پر آگئی ہے اور آسمان کے سب دروازے میرے لئے کھول دیئے گئے ہیں اور بہشت میں میرے لئے کرسی رکھ دی گئی ہے اور فرشتے بلبل کی طرح خوش کن آواز

سے مجھے کہنے لگے ہیں "کہ اے اللہ کے عاشق جلدی آؤ۔ اللہ کا شکر ادا کرو اور خوشی خوشی چل کر آؤ کیونکہ یہ عمدہ مقام جو تجھے مل رہا ہے یہ کسی نے نہیں دیکھا" اگر چہ یہ اللہ کا انعام ہے اور اسی کی توفیق سے مجھے یہ منصب دیا جارہا ہے لیکن میرا دل حق صرف محبوب حقیقی کو ہی چاہتا ہے۔ یہ فرشتے جو کچھ مجھے کہہ رہے ہیں مجھے ان چیزوں سے کیا واسطہ ؟ اے اللہ تو نے اپنے دیدار کے لئے مجھے اتنی لمبی انتظار میں رکھا ہے میں کوئی دنیادار نفس پرست نہیں ہوں کہ تھوڑی سی اس رشوت کو قبول کرلوں۔ اے اللہ تیرا عشق تو میری جان کے ساتھ گوندھا جاچکا ہے میں اب نہ تیری دوزخ کو جانتا ہوں اور نہ تیری بہشت کو۔ بلکہ میں تو صرف تجھے چاہتا ہوں اگر تو مجھے آگ میں جلا کر راکھ بنا دے تو پھر بھی میں تیرے بغیر اور کسی چیز کی جستجو نہیں کروں گا۔ میں صرف تجھے جانتا ہوں میں نہ دین کو جانتا ہوں اور نہ کافری کو جانتا ہوں۔ میں اپنے اس موقف سے دست بردار نہیں ہو سکتا آگے تیری اپنی مرضی ہے۔ میں تو صرف تجھے بلاتا ہوں اور صرف تجھے ہی جانتا ہوں۔ اور اپنی جان تجھ پر قربان کرنا چاہتا ہوں تمام عالم میں میری خواہش صرف تو ہی ہے اس جہان میں بھی اور اس جہان میں بھی میری خواہش صرف تو ہی ہے۔ میرے دل وارفتہ کی اس خواہش کو پورا کرتے ہوئے مجھے بال برابر اپنا جمال دکھادے اور صرف ایک لحظہ کے لئے مجھے اپنا آپ دکھادے اور میری جان لے لے۔ اگر میں اپنی جان کو تجھ پر قربان کرنے میں بال برابر بھی سستی یا بخل کروں تو مجھے اپنے آپ پر صدہا افسوس۔

حق تعالیٰ کا حضرت داؤد علیہ السلام کو خطاب کرنا

اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو فرمایا "اے داؤد! میرے بندوں کو کہہ دو کہ اے مشت خاک اگر میری دوزخ اور بہشت نہ ہوتی تو لوگ میری عبادت نہ کرتے

اور اگر میرے پاس بہشت کا نور اور دوزخ کی نار نہ ہوتی تو تم لوگوں کو مجھ سے واسطہ نہ پڑتا۔ لیکن چونکہ میں معبود برحق ہوں اس لئے میرے عاشقوں کا مقام یہ ہے کہ وہ بہشت کی امید اور دوزخ کے خوف سے بے نیاز ہو کر میری عبادت کریں اگر یہ امید و بیم نہ ہوتے تو پھر تم خود کو میرا محتاج نہ سمجھتے چونکہ میں ہی خدائی کے سزاوار ہوں اس لئے لوگوں کو دل و جان سے میری عبادت کرنی چاہیئے نہ کہ کسی خوف یا طمع سے۔ عبادت کرتے وقت اگر ہمارے بغیر کوئی اور چیز مدنظر ہو تو اسے دل سے نکال دینا چاہیئے۔ اور تمام دوسرے خیالات کو جلا کر ان کی راکھ کو جمع کر کے پھر اس سب راکھ کو اڑادے تاکہ بارگاہ رب العزت کی یاد محبت سے اس راکھ کا نام و نشان بھی باقی نہ رہے۔ جب تم اس طرح کرو گے تو اس راکھ میں سے تیری مطلوبہ چیز تجھے مل جائے گی اور اگر اس نے تجھے بہشت اور حوروں مین مشغول رکھا تو یقین جانو کہ اس نے تجھے اپنے آپ سے دور کر دیا۔"

حکایت سلطان محمود کا ایاز کو بادشاہی دینا اور اسے تخت پر بٹھانا

ایک دفعہ سلطان محمود غزنوی نے اپنے خاص غلام ایاز کو بلایا اس کے سر پر تاج رکھا اور اسے تخت پر بٹھایا۔ پھر اسے کہا "کہ اے ایاز میں نے اپنی بادشاہی بھی تیرے حوالے کی ہے یہ لشکر بھی تیرا ہے اب تم مزے سے بادشاہی کرو۔ یہ سب ملک اب تیرا ہے۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ تم بادشاہی کرو اور چاند اور زیر زمین مچھلی کو بھی اپنا حلقہ بگوش غلام بناؤ۔" اس پر شاہی لشکر میں سے جس نے بھی اس معاملہ کو سنا تو وہ سب غیرت سے لال پیلا ہو گئے۔ ہر ایک یہی کہنے لگا "کہ بادشاہ نے اپنے غلام کو اتنا اعزاز دے کر اچھا کام نہیں کیا۔" اسی دوران عقل مند ایاز بادشاہ کے اس اعزازی فیصلہ کو سن کر زار و قطار رونے لگا سب درباریوں نے اسے کہا کہ "اے ایاز! تو دیوانہ ہے۔ تم تو

نرے گاؤدی ہو تجھ میں ذرہ بھر عقل نہیں ہے۔اے غلام! تمہیں بادشاہی مل گئی ہے تمہیں تو خوش ہونا چاہئے یہ رونے کا کونسا مقام ہے؟ ایاز نے ان کو جواب دیتے ہوئے کہا''کہ تم سب اصل بات سمجھنے سے قاصر رہے ہو تم اتنا بھی نہیں سمجھ سکے کہ مجھے بادشاہی دے کر بادشاہ مجھے اپنے آپ سے دور پھینکنا چاہتا ہے اور وہ مجھے بادشاہی میں مشغول کرنا چاہتا ہے تاکہ میں اس سے دور رہوں اور بادشاہی کے کاموں میں مشغول ہو جاؤں۔ حالانکہ اگر مجھے ساری دنیا کی بادشاہی بھی دے دی جائے تو پھر بھی میں بادشاہی کے لالچ میں بادشاہ سے دور نہیں ہونا چاہتا۔ میری صرف یہی ایک تمنا ہے کہ بادشاہ جو مجھے حکم دے میں اس کو پورا کروں اور بس مگر میں کسی صورت میں بھی ایک لمحہ کے لئے بادشاہ سے دوری نہیں چاہتا میں بادشاہی کو لے کر کیا کروں گا؟ میرے لئے تو صرف اس کا دیدار ہی بادشاہی ہے۔''

اے مخاطب! اگر تم سچے طالب اور حق شناس ہو تو بندگی کا طریقہ ایاز سے سیکھو۔ تم اس کی بندگی کرنے سے رات اور دن غافل بنے ہوئے ہو۔ یہی وجہ ہے کہ ابھی تک تم پہلی منزل میں ہی ہو۔ اے غافل! ہر رات کو تیرے لئے رب ذوالجلال عرش علیٰ سے نزول فرماتا ہے لیکن تم بے ادب مرد کی طرح رات اور دن میں ایک قدم بھی اس کی طرف نہیں اٹھاتے۔ وہ اپنی عزت کی بلندیوں سے تیری طرف آتا ہے مگر تم اس سے پرہیز کرتے ہو اور الٹا پیچھے کو بھاگتے ہو۔ افسوس کہ تم اس راستہ کے مرد نہیں ہو۔ میں یہ درد کہوں تو کس سے کہوں؟ جب تک تیرے راستہ میں بہشت اور دوزخ آڑے آئیں گے تیرا دل اس راز سے کیسے واقف ہو سکے گا؟ جب تم دوزخ اور بہشت دونوں کے خیال سے نکل آؤ گے تو پھر تیری شام سے تیری سعادت مندی کی صبح نمودار ہو جائے گی۔ اللہ کے خاص بندوں کے لئے جنت کا باغ موزوں نہیں ہے بلکہ ان کو اللہ

تعالیٰ نے "عِلِّیُوْنَ اُوْلُوْ الْاَلْبَابِ" کے خاص مقام سے سرفراز فرمایا ہے۔ اگر تم مرد راہ ہو تو اس کے دوزخ یا بہشت کے چکر میں مت پڑو۔ بلکہ دوزخ اور بہشت کے تصور سے آگے نکلو اور اپنے دل کو صرف دیدار حق کا طالب بناؤ۔ جب تم دوزخ اور بہشت دونوں سے آگے نکل جاؤ گے تو پھر اگر تم عورت بھی ہو گے تو مرد کا مقام حاصل کر لو گے۔

حکایت حضرت رابعہ بصریہ رحمتہ اللہ علیہ کی مناجات کے بیان میں

حضرت رابعہ بصریہ نے فرمایا کہ اے رازوں کو جاننے والے! تو اپنے دشمنوں کے دنیاوی کام کر اور اپنے دوستوں کو ہمیشہ آخرت کی نعمتوں سے سرفراز فرما لیکن میں دنیا اور آخرت کی نعمتوں سے سرفراز فرما لیکن میں دنیا اور آخرت دونوں سے آزاد ہوں مجھے تیری دنیا اور آخرت کی کوئی ضرورت نہیں ہے مجھے تو صرف تیرے عشق کا غم چاہئے۔ بیشک تو مجھے دنیا اور آخرت میں مفلس کر دے۔ میرے لئے بس تو ہی کافی ہے۔ تیرے علاوہ مجھے اور کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے اگر میں دونوں جہانوں میں تیرے بغیر کسی اور چیز کی خواہش کروں تو میں کافر ہوں۔ جسے محبوب حقیقی مل گیا تو پھر اسے گویا پھول مل گیا۔ ساتوں دریا اس کے پل کے نیچے ہو جاتے ہیں یعنی اسے سات دریاؤں سے گزرنا محال نہیں ہوتا کیونکہ اس کے لئے قدرت کی طرف سے سات دریاؤں کے پل بن جاتے ہیں جن سے وہ بہ آسانی گزر جاتا ہے (فائدہ) سات دریاؤں سے معرفت کی سات وادیاں مراد ہیں جن کی تفصیل ابھی آگے آئے گی۔

جو کچھ بھی موجود ہے یا جو کچھ بھی آئندہ معرض وجود میں آئے گا سب کی مثال دی جا سکتی ہے مگر صرف اللہ تعالیٰ کی کوئی مثال نہیں ہے وہ بے مثال ہے ہر چیز کی کوئی نہ کوئی نظیر حاصل کی جا سکتی ہے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی بے نظیر ہے۔

باری تعالیٰ کا حضرت داؤد علیہ السلام کو خطاب کرنا کہ تم ہر چیز کا عوض حاصل کر سکتے ہو مگر اللہ تعالیٰ کا کوئی عوض نہیں ہے

آفاق کے خالق نے پردۂ حجاب سے حضرت داؤد علیہ السلام کو خطاب فرمایا اور کہا "کہ جو چیز بھی دنیا میں اچھی یا بری، ظاہر یا پوشیدہ ہے ہر ایک کا عوض موجود ہے مگر صرف میں اللہ کا کوئی عوض نہیں ہے نہ میرا کوئی عوض ہے اور نہ ہی میرا کوئی ہم پلہ ہے۔ جب میرا کوئی عوض نہیں ہے تو پھر تو میرے بغیر اور کسی چیز پر بھی مطمئن نہ ہو۔ میں تجھے جاں بخشتا ہوں لہٰذا تم اپنی جان کو ضائع نہ کرو۔ میری ذات تیرے لئے ایک ضروری چیز ہے لہٰذا ایک لمحہ کے لئے بھی مجھ سے غافل نہ رہو۔ میرے بغیر ایک لحظہ کے لئے بھی اپنی زندگی کی بقا نہ مانگو میرے بغیر جو چیز بھی تیرے سامنے آئے اسے طلب نہ کرو۔"

اے مخاطب! تو جہان کا طلبگار بنا ہوا ہے اور روز و شب دنیاوی جھمیلوں اور مخمصوں میں پھنسے ہوئے ہو حالانکہ دونوں جہان میں صرف اللہ کی ذات ہی تیرا مقصود ہے اور آزمائش کے دن وہی تیرا معبود ہے وہ تجھ پر اس پیچ در پیچ جہان کو فروخت کرتا ہے اس لئے تم اسے کسی اور چیز کے بدلے میں نہ بیچو۔

اللہ کے عوض میں جس چیز کو بھی تم پسند کرو گے وہ بت ہی ہے اگر تم اس کے عوض میں اپنی جان کو بھی پسند کرو گے تو تم کافر ہو۔

حکایت سلطان محمود کے لشکر کا اس بت خانے پر قابو پالینا جس کے بت کا نام "لات" تھا

سلطان محمود غزنوی کے لشکر نے سومنات میں جب اس بت خانے پر قابو پالیا جس میں رکھے گئے بت کا نام "لات" تھا تو ہندوؤں نے درخواست کی کہ اس بت سے دس گنا سونا ہم سے لے لیا جائے اور یہ بت ہمیں دے دیا جائے۔ لیکن بادشاہ اس بت

کے بیچنے پر رضامند نہ ہوا۔ بلکہ اس نے بت کو آگ میں جلانے کا حکم صادر فرمایا۔ اس پر ایک سر پھرے لشکری نے کہا کہ بادشاہ کو یہ بت جلانا نہیں چاہئے بلکہ بادشاہ کو اتنی کثیر مقدار میں سونا لے کر بت کو فروخت کر دینا چاہئے۔ مگر بادشاہ نے کہا کہ میں اس بات سے ڈرتا ہوں کہ کل بروز قیامت اللہ تعالیٰ سب لوگوں کے سامنے یہ فرمائے کہ آذر اور محمود دونوں کو سزا دی جائے کیونکہ آذر بت تراش ہے اور محمود بت فروش ہے۔ الغرض سلطان محمود نے جب بت کو جلانے کے لئے آگ بھڑکانے کا حکم دیا اور اس میں کفار کے بت کو پھونک ڈالا تو اس کے اندر سے بیس سیر جواہرات برآمد ہوئے بادشاہ نے ان کو غربا میں تقسیم کرنے کا اعلان کیا اور کہ کہ "لات" کے لائق آگ تھی جس میں اسے جلایا گیا اور میرے لئے یہ مناسب ہے کہ میں خدا کی رضا مندی کے لئے ان جواہرات کا صدقہ کر دوں۔ اے مخاطب! تو بھی اپنے بت کو توڑ دے جو تیرے اندر چھپا ہوا ہے تاکہ بت کی طرح تمہیں دربدر ذلیل نہ ہونا پڑے اپنے محبوب حقیقی کے عشق کی آگ میں اپنے نفس کو بت کی طرح جلا دے پھر اس کی کھال کے اندر سے جواہرات نکلیں گے جب "اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ" کی آواز دل کے کانوں میں پہنچتی ہے تو پھر تم "قالوا بلیٰ" کے مطابق تصدیق کرنے میں کیوں کوتاہی کرتے ہو؟

تو نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ یوم الست کو جو معاہدہ کیا ہوا ہے اس پر پکے رہو اور اب بلیٰ کہنے میں یعنی اس کی تصدیق کرنے میں کوتاہی نہ کرو۔ جب تم پہلے اس کی الوہیت کا اقرار کر چکے ہو تو اب اس اقرار سے انکار کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟ تم اپنے معاہدہ کو پہلے پختہ کر چکے ہو اب اس معاہدہ سے سرکشی اختیار نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کئے گئے معاہدہ کا ایفاء کرنا ایک ضروری امر ہے اس لئے اس کو نبھاؤ جو چیز ایک بار قبول کر چکے ہو اب اس سے وفاداری کرو۔ کجی اور ٹیڑھا پن اختیار نہ کرو۔

حکایت سلطان محمود کی نذر ہندوؤں کے لشکر پر فتح نصیب ہونے کی صورت میں

بادشاہوں کا سردار سلطان محمود غزنوی ہندوؤں سے نبرد آزما ہونے کے لئے غزنی سے روانہ ہوا اور جب دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا تو سلطان محمود اس وقت ہندوؤں کا لشکر کثیر دیکھ کر پریشان ہوا، اس عادل بادشاہ نے اس دن نذر مانی کہ اگر ہندوؤں کے لشکر پر مجھے فتح ہوئی تو اس جنگ میں جتنا مال غنیمت مجھے ملے گا میں اسے درویشوں پر صدقہ کردوں گا۔ بالآخر جب بادشاہ کو فتح نصیب ہوئی تو بادشاہ کو بہت سا مال غنیمت ملا۔ مال غنیمت کا ایک جزو بھی حساب دانوں کے حساب سے ماورا تھا یعنی مال غنیمت بے حد و بے حساب تھا۔ الغرض جب سب سیاہ رو ہندو شکست خوردہ ہوگئے تو بادشاہ نے خادموں میں سے ایک خادم کو حکم دیا کہ سب مال و دولت، درویشوں میں تقسیم کردیا جائے۔ چونکہ میں نے پہلے ہی اللہ کی بارگاہ میں یہ نذر مانی تھی لہٰذا اب میں اپنی نذر کو پورا کرنا چاہتا ہوں۔ تمام لشکریوں نے کہا کہ اے بادشاہ! اتنی گراں بہا دولت، درویشوں میں لٹادینا مناسب نہیں ہے یا تو یہ سارا مال و دولت لشکر میں تقسیم کردیں کیونکہ انہوں نے ہی جنگ لڑی ہے یا پھر اسے شاہی خزانہ میں جمع کرنے کا حکم دے دیں۔ بادشاہ بہت پریشان ہوا اور کوئی حتمی فیصلہ نہ کرسکا۔ اچانک ایک مست دیوانہ آدمی جو دراصل بہت ہی عقلمند تھا اور بظاہر دیوانہ بنا ہوا تھا لشکر کے پاس سے گذرا جب بادشاہ نے اسے دور سے دیکھا تو اس نے کہا کہ میں اس دیوانہ کو فیصلہ کرنے کا اختیار دیتا ہوں آپ لوگ اس سے پوچھ لیں جو وہ کہے گا میں وہی کروں گا۔ چونکہ وہ بادشاہ اور لشکر سے کوئی تعلق نہیں رکھتا اس لئے وہ جو فیصلہ بھی کرے گا منصفانہ ہوگا اور اس میں اسکی کوئی ذاتی غرض نہیں ہوگی۔ چنانچہ بادشاہ نے دیوانے کو بلایا اور سارا

واقعہ اسے پیش کیا اس پر اس مست دیوانے آدمی نے جواب دیا اے بادشاہ! یہ مسئلہ تو بالکل آسان ہے اگر تمہیں آئندہ اللہ تعالیٰ سے کوئی کام، کوئی واسطہ نہ پڑے تو پھر انہی نذر پوری کرنے کی ذرہ بھر بھی فکر نہ کرو۔ یعنی نذر پوری کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر تمہیں آئندہ بھی اللہ تعالیٰ سے کام پڑتے رہیں گے تو پھر یہ ساری مال و دولت اپنی نذر کے مطابق درویشوں کو دے دو۔ اور اس میں سے ذرہ بھی اپنے پاس نہ رکھو۔ جب اللہ تعالیٰ نے تجھے فتح مندی عطا فرمائی ہے اور تیرا کام اللہ نے تیری حسب منشا پورا کر دیا ہے تو اب مجھے بھی اپنا فریضہ پورا کرنا چاہیے۔ چنانچہ سلطان محمود نے وہ تمام مال و دولت اور سونا اللہ کی رضامندی کی خاطر نذر کے مطابق درویشوں میں تقسیم کر دیا۔

ایک دوسرے پرندے کا سوال کہ اللہ کی بارگاہ میں کونسا تحفہ مناسب ہے؟

ایک اور پرندے نے ہدہد سے کہا کہ آپ کا درگاہ خاص میں آنا جانا اکثر ہوتا ہے یہ بتائیں کہ اس درگاہ میں کونسی چیز لے جانا مناسب اور موزوں ہے چونکہ ہم اس مسئلہ کو سوچ رہے ہیں کہ جو چیز وہاں زیادہ موزوں ہو ہم وہی چیز لے جائیں بادشاہوں کے پاس نفیس اور عمدہ تحفہ لے جانا چاہیے کیونکہ مرد کو بغیر تحفہ کے وہاں جانا اچھی بات نہیں ہے۔

ہدہد کا اسے جواب دینا

ہدہد نے اسے کہا اے سوال کرنے والے پرندے! اگر تم فرماں بردار ہو تو اس درگاہ میں وہی چیز لے جاؤ جو وہاں نہ ہو۔ علم کی وہاں کمی نہیں ہے بلکہ وہاں تو اسرار کا علم بھی ہے جس کا کسی کو پتہ بھی نہیں ہوتا۔ اسی طرح وہاں عبادت کی بھی کمی نہیں ہے کیونکہ عبادت کرنے والے فرشتے وہاں بہت زیادہ ہیں البتہ اگر کوئی تحفہ اس بارگاہ میں

لے جاتا ہے تو دل کا سوز اور دل کا درد لے جاؤ۔ کیونکہ اس بارگاہ میں ان چیزوں کا نام و نشان بھی نہیں ہے اگر درد کی ایک آہ بھی وہاں نکلے تو جگر کی بو اس درگاہ تک پہنچ جاتی ہے اس بارگاہ کے لئے خاص تحفہ تیری جان کا مغز ہی ہے، کیونکہ تیرا نافرمان نفس تو تیری جان کا صرف چھلکا ہی چھلکا ہے۔ لہٰذا اگر خاص جگہ یعنی دل کی گہرائیوں سے آہ کرو گے تو مرد کے لئے یہی آہ نجات کا باعث بن جائے گی۔

حکایت زلیخا کا حضرت یوسف علیہ السلام کو قید میں ڈالنا اور غلام کو حکم دینا کہ اسے پچاس درے لگاؤ

چونکہ زلیخا برسر اقتدار تھی اور عزیز مصر کی بیوی تھی اس لئے اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو قید خانہ میں بھجوا دیا اور ایک غلام کو کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نیچے بٹھا کر پچاس درے مارو اور اس کے بدن پر اس زور سے درے لگاؤ کہ میں دور سے اس کی ہائے ہائے اور آہ و بکا کو سن سکوں جب غلام حضرت یوسف علیہ السلام کو درے مارنے کے لئے آیا تو اس کا خوبصورت چہرہ دیکھ کر اسے مارنے کی ہمت نہ ہوئی وہاں اتفاق سے پاس ہی پوستین پڑی ہوئی تھی جس پر غلام کی نظر پڑ گئی چنانچہ غلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو وہی پوستین اوڑھا کر پیٹنا شروع کیا اور جب بھی غلام درہ مارتا تو حضرت یوسف علیہ السلام بہ آواز بلند رونے لگتے۔ جب حضرت یوسف علیہ السلام کی اس آواز کو زلیخا سنتی تو غلام کو کہتی اور زور سے مارو اس غلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ اے خورشید رخ حضرت یوسف علیہ السلام! اگر تیرے جسم کو زلیخا نے دیکھا اور تیرے بدن پر اسے درے کا نشان نظر نہ آیا تو میری شامت آ جائے گی اس لئے تم اپنے کندھے کر برہنہ کرو اور درہ لگنے پر دل کو مضبوط رکھو اگرچہ تیرے برہنہ جسم پر درہ لگنے سے تمہیں تکلیف تو ہوگی لیکن اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ زلیخا

تیرے جسم پر ایک آدھا نشان دیکھ کر مجھ پر نہیں بدلے گی الغرض حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے جسم مبارک کو برہنہ کیا اور ان کی فریاد سات آسمانوں تک پہنچ گئی پھر غلام نے اپنے ہاتھوں کو بلند کر کے پورے زور سے ان کے جسم پر درہ مارا اور حضرت یوسف درہ کھا کر زمین پر گر پڑے جب زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کی ہائے کو سنا تو غلام کو حکم دیا کہ اب بس کرو اسے اتنی سزا کافی ہے۔ اس سے پہلے وہ آہستہ آہستہ ہائے ہائے کرتا تھا اور اب جو اس نے ہائے ہائے کی ہے یہ خاصی بلند تھی، اگر سینکڑوں نوحہ کرنے والے ماتم کر رہے ہوں تو ان میں صرف درد والے کی آہ ہی کامیاب ہوتی ہے اور سو غمزدہ لوگوں کے حلقہ میں کسی ایک کی جب دردناک ہائے نکلے گی تو یہی ہائے سارے حلقہ میں غمناک معلوم ہو گی۔ جب تک تم صاحب درد نہیں بنو گے اس وقت تک مردوں کی صف میں نہیں آسکتے جو درد عشق رکھتا ہے اور سوز بھی رکھتا ہے اسے رات اور دن میں کیسے قرار آسکتا ہے؟ یعنی وہ رات دن بے چین اور بے قرار رہتا ہے۔

حکایت خواجہ اور ایک پاکباز غلام

ایک آقا کے پاس ایک بڑا سمجھدار زنگی غلام تھا جو دنیا کے کاروبار سے بالکل آزاد تھا یہ نیک غلام ساری رات صبح تک اللہ کی عبادت کرتا رہتا تھا ایک دفعہ اس کے آقا نے اسے کہا کہ اے غلام جب رات کو تم نماز کے لئے جاگتے ہو تو مجھے بھی جگا دینا تاکہ میں بھی وضو کر کے تیرے ساتھ نماز پڑھ لیا کروں۔ غلام نے اسے جواب دیا کہ جس کے دل میں آخرت کے سفر کی فکر ہوتی ہے اس کے لئے جگانے والے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ وہ خود جاگ پڑتا ہے۔ اگر تمہیں رات کو جاگنے اور نماز پڑھنے کی فکر ہوتی تو تم رات دن دنیا کے بیکار کاموں میں مشغول نہ ہوتے۔ اگر تم کسی کے ذمہ یہ کام لگاتے ہو کہ وہ تمہیں جگایا کرے تو اسے کہہ دو کہ پھر وہ تیری جگہ پر نماز بھی پڑھ دیا

کرے۔ یعنی جس کے دل میں خود جاگنے کی حسرت نہیں ہے اس کے سر پر مٹی پڑے وہ مرد بھی نہیں ہے اور جس کے دل میں آخرت کا فکر اور غم رچ بس جاتا ہے وہ دوزخ اور بہشت سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔

حکایت حضرت بو علی طوسی رحمتہ اللہ علیہ کے مقامات میں

حضرت بو علی طوسی ایک بزرگ گزرے ہیں جو جد و جہد کی وادی کے سالک تھے سلوک کے جس مقام پر وہ عزت اور ناز کے ساتھ براجمان ہیں میں نہیں جانتا کہ کوئی اور شخص وہاں پہنچا ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ کل قیامت کے دن دوزخی لوگ بہت غمزدہ ہو کر جنتی لوگوں کو دیکھیں گے اور ان سے بہشت کی خوشیوں اور وصال باری تعالیٰ کے لطف کا حال تفصیل سے پوچھیں گے اس وقت جنتی لوگ انہیں کہیں گے کہ بہشت کی خوشیاں درمیان سے اٹھ گئیں۔ کیونکہ جب ہمیں خوبصورت بہشت میں اللہ تعالیٰ کے جمال کا آفتاب نظر آیا اور اس کا جمال ہمارے قریب آیا تو آٹھوں بہشت شرم کے مارے تاریک ہو گئے۔ اللہ کے دلآویز جمال کے انوار میں بہشت کا نام و نشان بھی بنظر نہیں آتا۔ جب جنتی لوگ اپنا حال بیان کر چکیں گے تو پھر دوزخی اپنا حال سنائیں گے اور کہیں گے اے بہشتیو! تم نے بہشت کا حال سنا لیا اب ہم دوزخیوں کا حال بھی سنو! دوزخ میں ہونے کی وجہ سے ہم سر سے پاؤں تک آگ میں غرق ہیں جب اللہ کے حسن و جمال سے ہم پر محرومی چھائے گی اور ہمیں پتہ چلے گا کہ ہم اللہ کے جمال سے محروم کر دیئے گئے ہیں اور اس کے دیدار سے دور کر دیئے گئے ہیں تو ہمارے حسرت بھرے دل کی آگ اس طرح بھڑکے گی کہ ہمیں دوزخ کی آگ کا خیال بھی نہیں رہے گا الغرض جب حسرت بھرے دل کی آگ بڑھتی ہے تو وہاں دوزخ کی آگ کا کہاں اثر رہتا ہے؟ جس کے دل میں اللہ کے راستہ کی حسرت پیدا ہو جاتی ہے تو

پھر اس میں اور کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ اے مخاطب! تمہیں حسرت بھری آہ اور زخمی دل کی ضرورت ہے اور دل کے زخم میں ہی تمہیں لذت اور راحت محسوس کرنی چاہئے۔ اگر تم اس منزل میں زخمی ہو جاؤ گے تو پھر روح کی خلوت گاہ کے محرم ہو جاؤ گے۔ اگر تم زخمی دل ہو چکے ہو تو پھر راحت کو تلاش نہ کرو۔ اپنے داغوں کو دیکھو اور زخم میں خاموشی اختیار کرو۔

ایک شخص کا درخواست کرنا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی جائے نماز پر نماز پڑھنا چاہتا ہے

ایک شخص نے نبی کریم ﷺ سے ان کی جائے نماز پر نماز پڑھنے کی درخواست کی مگر آپ ﷺ نے اسے وہاں نماز کی اجازت نہ دی بلکہ فرمایا کہ اس وقت ریت اور مٹی گرم ہو چکی ہے اس لئے تم گرم مٹی اور گرم ریت پر نماز پڑھو کیونکہ ہر زخمی کے لئے اس کا چہرہ داغدار ہونا چاہئے۔ جب تم روح کے زخم کو دیکھو گے تو زخمی کا داغ اور اچھا معلوم ہو گا جب تک تم اس بارگاہ میں دل کو داغدار نہیں کرو گے تو محبوب حقیقی تمہاری طرف کیسے نگاہ کرے گا؟ دل کا داغ پیدا کرو کہ درد کے میدان میں اہل دل اس داغ سے ہی مرد کو پہچانتے ہیں۔

ایک اور پرندے کا سوال وادی طلب کے رستہ کی مسافت کے بارے میں

ایک دوسرے پرندے نے ہدہد سے کہا کہ اے راستہ جاننے والے! ہماری آنکھیں بھی اس وادی میں پتھرا گئی ہیں یہ راستہ جلال اور ہیبت سے پُر ہے اے رفیق! یہ راستہ کتنے میل لمبا ہے؟

ہدہد کا اسے جواب دینا

ہدہد نے اسے کہا کہ اس راستہ میں ہمیں سات وادیوں سے واسطہ پڑتا ہے جب سات وادیاں طے کر لو گے تو پھر اس درگاہ خاص میں پہنچ جاؤ گے۔ کوئی شخص بھی اس جہان میں اس راستہ سے واپس نہیں آیا اور نہ ہی کوئی شخص اس راستہ کے میلوں کی تعداد سے آگاہ ہوا ہے۔

چونکہ اس لمبے راستہ سے آج تک کوئی واپس نہیں آیا اس لئے اے بے صبر! اس کا حال کوئی تجھے کیا بتائے؟ سب جاننے والے وہاں جا کر گم ہو جاتے ہیں اس لئے اے بے خبر! تجھے وہ کیا خبر دیں گے؟ سب سے پہلے وادی طلب آتی ہے اس کے بعد وادی عشق آتی ہے جس کا کوئی کنارہ ہی نہیں۔ تیسری وادی کا نام وادی معرفت ہے۔ چوتھی وادی کا نام وادی استغناء ہے پانچویں وادی کا نام وادی توحید ہے اور چھٹی وادی کو وادئ حیرت کہتے ہیں جو بڑی مشکل وادی ہے۔ ساتویں وادی کا نام وادئ فقر و فنا ہے اس وادی میں بولنے کی اجازت نہیں ہے۔ اگر یہ وادی تمہیں اپنی طرف کھینچ لے گی تو پھر واپسی کا راستہ گم ہو جاتا ہے۔ وہاں جا کر ایک قطرہ بھی تمہیں سمندر بنا دے گا۔

وادئ طلب کی صفت کے بارے میں

جب تم وادئ طلب میں پہنچ جاؤ گے تو ہر لحظہ تمہیں سینکڑوں تکالیف اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ یہاں پر ہر لمحہ سینکڑوں مشکلات سامنے آتی ہیں یہاں آسمان کا طوطی بھی مکھی ہوتا ہے۔ یعنی اس وادی میں آسمان بھی ایک معمولی حجم کا نظر آتا ہے۔ اس وادی میں تمہیں سال ہا سال تک جدو جہد کرنی پڑے گی کیونکہ یہاں حالتیں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ یہاں اپنی حالت کو نظر انداز کرنا پڑتا ہے حتیٰ کہ اپنی بادشاہی کو بھی خیر باد کہنا پڑتا ہے۔ تمہیں یہاں خون کے اندر آنا پڑے گا اور ہر ایک خیال سے یکسوئی اختیار

کرنی پڑے گی۔ تیرے ہاتھ میں کوئی معلوم چیز نہیں رہے گی۔ اپنے دل کو ہر ایک چیز سے پاک اور صاف کرنا پڑے گا۔

جب تیرے دل کو ہلاکت کا خوف نہیں رہے گا تو تب تیرا دل درگاہ ایزدی کے نور سے منور ہو گا جب وہ نور تیرے دل پر ظاہر ہو جائے گا تو پھر تیرے دل میں ایک طلب بھی ہزاروں میں تبدیل ہو جائے گی اگر تیرے راستہ میں آگ آجائے یا اس طرح کی سینکڑوں ناخوش وادیاں آجائیں تو پھر بھی تم ان کے اندر گھس جاؤ۔ اس کے شوق میں اپنے آپ کو دیوانے کی طرح پروانہ بن کر اس آگ میں ڈال دو۔ تم نے اپنے عشق کی وجہ سے راز کو طلب کیا ہے اس لئے تم اپنے ساقی کے ہاتھوں سے ایک گھونٹ طلب کرو جب تم اس شربت کا ایک گھونٹ پی لو گے تو تجھے دونوں جہان فراموش ہو جائیں گے۔ اور تم دریا کے اندر غرق ہونے کے باوجود خشک لب ہی رہو گے اور محبوبوں کا راز اپنے دل سے حاصل کر لو گے۔ جس کے دل میں یہ آرزو مچل رہی ہو کہ اسے راز معلوم ہو جائے تو پھر اسے جان لیوا اژدہا سے ڈرنا نہیں چاہئے۔ اگر کفر اور ایمان دونوں سامنے آجائیں تو تم انہیں قبول کر لو تاکہ تجھ پر بارگاہ کا دروازہ کھولا جائے اور جب بارگاہ کا دروازہ تجھ پر کھل گیا تو پھر وہاں کفر اور ایمان کی تمیز باقی نہیں رہتی۔ لہٰذا اسی کی طلب میں رہو اور اس کی طلب کے بغیر اور کسی چیز کی طلب دل میں نہ رکھو۔

حضرت بو عثمان مکیؒ کا حرم میں عذر پیش کرنا

حضرت عمرو بن عثمان مکی رحمتہ اللہ علیہ نے جو حرم میں رہتے تھے "گنج نامہ" میں لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام میں (جو ابھی پانی اور خاک کا ایک ڈھانچہ تھے) اپنی روح کو پھونکنا چاہا تو اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ تھی کہ اس روح کو فرشتے نہ دیکھ پائیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانی فرشتوں سے فرمایا کہ تم حضرت آدم علیہ

السلام کو سجدہ کرو اور وہ سب زمین پر سجدہ ریز ہو گئے چنانچہ فرشتوں میں سے کسی نے بھی اس پاک راز کو نہ دیکھا۔ پھر ابلیس آیا اور اس نے کہا کہ میں سجدہ نہیں کرتا اگر میرے سر کو جسم سے الگ بھی کر دیں تو پھر بھی مجھے کوئی غم نہیں ہے اگر میرا سر کٹ بھی جائے گا تو بہر حال گردن تو باقی رہے گی۔ میں جانتا ہوں کہ حضرت آدم علیہ السلام خاک نہیں ہے اگر میں نے سجدہ کیا تو وہ راز نہیں دیکھ سکوں گا جو اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو "فَنَفَخۡتُ فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِىۡ" کہہ کر ودیعت فرمایا ہے۔ چنانچہ ابلیس نے دوسرے فرشتوں کے ساتھ اپنے سر کو زمین پر نہیں جھکایا تھا بلکہ اس نے چھپ کر اس راز کو دیکھ لیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جاسوس! تو نے میرا یہ راز کیوں چرایا ہے؟ جو خزانہ میں نے حضرت آدم علیہ السلام میں چھپایا ہے تو نے اسے چھپ کر دیکھ لیا ہے اب میں تجھے قتل کر دوں گا تاکہ تم یہ راز جہان میں کسی کو نہ بتاؤ کیونکہ بادشاہ اپنا خزانہ لشکر سے چھپا کر کہیں دفن کرتا ہے اگر اس خزانے کو رکھتے ہوئے کسی کی آنکھ دیکھ لے تو اسے قتل کر دیا جاتا ہے اور اس طرح اس کی زندگی ختم کر دی جاتی ہے۔ اگر میں تیرے سر کو ابھی قلم کر دوں تو سارے عالم میں یہ بات مشہور ہو جائے گی کہ ایک جاسوس نے اللہ تعالیٰ کا مخفی خزانہ دیکھ لیا تھا اس لئے اس کا سر قلم کر دیا گیا۔ اس پر شیطان نے کہا کہ اے رب مجھے مہلت دے اور مجھ گناہگار کا کچھ تو علاج کر۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں تمہیں قیامت تک کی مہلت دیتا ہوں مگر تیری گردن میں لعنت کا طوق ہمیشہ پڑا رہے گا۔ میں نے تیرا نام جھوٹا رکھ دیا ہے تاکہ تو قیامت تک جھوٹ سے متہم رہے۔ ابلیس نے کہا جب اس خفیہ پاک خزانے کی چمک میں نے دیکھ لی ہے تو اب مجھے لعنتی ہونے کا کوئی خوف نہیں ہے۔ اے خدا! لعنت بھی تیری ہے اور رحمت بھی تیری ہے میں بندہ بھی تیرا ہوں اور یہ تقدیر بھی تیری ہے اگر میری قسمت میں لعنت ہی ہے تو مجھے اسکا کوئی

خوف نہیں ہے اگر میرے لئے تریاق نہیں ہے تو کوئی بات نہیں تیرا زہر بھی مجھے قبول ہے۔ سب لوگ تیری رحمت چاہتے ہیں مگر میں بے ادب نے تیری لعنت کو اٹھا لیا ہے۔ جس طرح تیری رحمت تیرے بندے کے لئے ہے اسی طرح تیری لعنت بھی تیرے بندے کے لئے ہے۔ میں تیری لعنت لینے والا بندہ ہوں اے مخاطب! اگر تم اللہ کے طالب ہو تو اسی طرح طلب کرنے والے بنو۔ مگر تم سچے طالب نہیں ہو۔ تم تو صرف طالب ہونے کا دعویٰ ہی رکھتے ہو۔ اگر تم اسے رات اور دن میں حاصل نہیں کر سکتے تو اللہ کی ذات کا اس میں قصور نہیں ہے بلکہ قصور تیری طلب میں ہے۔

حکایت حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ کی بے قراری بوقت نزع

نزع کے وقت حضرت شبلیؒ سخت بے قرار ہوئے آنکھیں بند تھیں مگر دل انتظار سے لبریز تھا کمر پر حیرت کی زنار بندھی ہوئی تھی۔ اور وہ راکھ کے ڈھیر پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کبھی وہ راکھ پر اشک فشانی کرتے اور کبھی اپنے سر پر راکھ ڈالتے تھے۔ کسی پوچھنے والے نے ان سے پوچھا کہ کیا ایسے وقت میں تو نے کسی اور کو بھی زنار باندھے ہوئے دیکھا ہے؟ حضرت شبلیؒ نے فرمایا۔ میں جل رہا ہوں۔ آخر کیا کروں؟ اور کیا چارہ کروں؟ میں اس وقت غیرت کی وجہ سے پگھل رہا ہوں میرے دل نے دونوں جہان سے آنکھیں بند کر رکھی ہیں مگر میرا دل ابلیس سے غیرت کی وجہ سے جل رہا ہے چونکہ اس کے لئے لعنت کا خطاب ہی کافی ہے۔ بہر حال کسی کے ساتھ لعنت کی اضافت سے مجھے افسوس ہو رہا ہے اور حضرت شبلیؒ اسی وجہ سے اپنے دل میں بہت جلن محسوس کرتے تھے کہ وہ پاک ذات اپنی چیز (خواہ وہ لعنت ہی ہو) کسی اور کو کیوں دیتا ہے؟ اگر بادشاہ کے ہاتھوں سے کچھ تفاوت ہو جائے تو اے مرد راہ تم کوئی پتھر یا گوہر تو نہیں ہو؟ اگر تم گوہر سے زیادہ قیمتی ہو یا پتھر سے بھی کم تر اور بے قیمت چیز ہو تو بادشاہ کو

تیری کوئی ضرورت نہیں ہے تم نہ پتھر اور گوہر کے دشمن بنو اور نہ دوست، بلکہ تم یہ دیکھو کہ یہ پتھر یا گوہر دونوں دوست کے ہاتھوں سے ہی آئے ہیں۔ اگر تمہیں مست معشوق پتھر بھی مارے تو غیر کے ہاتھوں کسے گوہر سے یہ بہتر ہے۔ مرد کو دوست کی طلب میں اور اس کے انتظار میں اپنی سینکڑوں جانوں کو بھی قربان کر دینا چاہئے۔ کسی وقت بھی طلب سے آزاد نہیں ہونا چاہئے۔ یعنی طلب سے دستبردار نہیں ہونا چاہئے اور نہ ہی اسے لمحہ بھر کے لئے آرام سے بیٹھنا چاہئے۔ اگر وہ طلب سے تھوڑی دیر کے لئے بھی دستکش ہو جائے گا تو وہ اس راستہ میں بے ادب اور مرتد ہو جائے گا۔

حکایت مجنوں کا خاک چھاننا

کسی دوست نے مجنوں کو غمناک حالت میں دیکھا جو کہ راستہ کی مٹی چھان رہا تھا۔ دوست نے کہا "اے مجنوں! تم کیا چیز ڈھونڈھ رہے ہو؟" اس نے کہا کہ "میں لیلیٰ کو ڈھونڈ رہا ہوں۔" اس نے کہا کہ "لیلیٰ کو خاک میں کیسے حاصل کرو گے؟ کیونکہ قیمتی موتی راستوں کی خاک میں نہیں ہوتا۔" مجنوں نے کہا "میں اسے ہر جگہ تلاش کر رہا ہوں کہ شاید وہ کسی جگہ سے ہی مجھے مل جائے۔"

حضرت یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی گفتار میں

حضرت یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ جو زمانے کے پیشوا تھے، جہان کے پوشیدہ اسرار کو جانتے تھے۔ اور دیدۂ بینا رکھتے تھے، انہوں نے فرمایا ہے کہ آسمان و زمین میں جو کچھ بھی ہے دیدۂ بینا رکھنے والا ہر چیز میں اسی محبوب حقیقی کو ہی دیکھتا ہے۔ کائنات کا ہر ذرۂ حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرح گم کردہ حضرت یوسف علیہ السلام کی تلاش کر رہا ہے اس کی راہ میں ذرد اور انتظار دو چیزوں کا ہونا از بس ضروری ہے اور انہی دو خوبیوں کی بدولت تم اپنے مقصد میں کامیابی حاصل کر سکو گے۔ اگر یہ دو خوبیاں تم میں

مکمل طور پر نہیں ہیں تو پھران پوشیدہ اسرار کو دریافت کرنے کی کوشش نہ کرو۔ مرد کو طلب کی راہ میں بڑے صبر کی ضرورت ہوتی ہے اہل درد صبر نہیں کرسکتے۔ تم صبر کو پسند کرو یا نہ کرو بہر حال صبر تو تمہیں کرنا ہی پڑے گا۔ ممکن ہے اسی صبر کی بدولت تم کسی سے اپنا مقصد حاصل کرسکو جیسے پیٹ کے اندر بچہ اپنے خون کے ساتھ بیٹھتا ہے اپنے اندر سے ایک لمحہ کے لئے بھی باہر نہ نکلو اگر تمہیں روٹی کی ضرورت ہے تو پیٹ کے اندر والا خون پیو۔ کیونکہ پیٹ کے بچہ کی خوراک خون ہی ہے اور بس۔ اور یہ خوراک اسے باہر سے نہیں مل سکتی۔ لہٰذا خون پیو اور مردوں کی طرح صبر کے ساتھ بیٹھو تاکہ خداتعالیٰ کی قدرت سے تیری ہر مشکل حل ہو جائے۔

حکایت انقباضی حالت سلطان ابوسعید مہنہ رحمتہ اللہ علیہ

شیخ مہنہؒ پر ایک دفعہ انقباضی کیفیت طاری ہو گئی اور وہ گھبرا کر صحرا میں چلے گئے۔ آنکھیں خون کے آنسوؤں سے پر تھیں اور دل دو ٹکڑے تھا۔ دور سے انہوں نے ایک بوڑھے کسان کو دیکھا جو بیل کو ہانکتے ہوئے آرہا تھا۔ اور اس کا چہرہ نورانی تھا۔ شیخ مہنہؒ اس کے پاس چلے گئے اور اسے سلام کیا اور پھر اپنی انقباضی حالت اسے وضاحت کے ساتھ بتائی۔ بوڑھے کسان نے جب سارے حالات سنے تو اس نے کہا اے ابوسعید! اگر زمین سے آسمانوں تک تمام فضاء کو چنے کے غلہ سے سینکڑوں بار بھر دیا جائے اور کوئی ایسا پرندہ ہو جو ہزار سال کے بعد یہ دانہ چگتا ہو اور بالفرض اگر وہ پرندہ سو دفعہ چکر لگائے تو پھر بھی اس کی درگاہ کی خوشبو اس کے دماغ تک نہیں پہنچے گی اے ابوسعید! یہ بڑی درد کی منزل ہے۔ صبر کرو، صبر کرو۔

طلب کرنے والوں کو بہت سا صبر کرنا چاہئے ہر ایک آدمی طالب اور صابر نہیں ہو سکتا۔ جب تک طلب کا جذبہ اندر سے پیدا نہیں ہوگا اتنے تک نافہ کے اندر کے

خون سے کستوری نہیں بنے گی۔ جب اندر کی طلب باہر آتی ہے تو اگر سارا آسمان بھی ہو تو وہ خون میں ڈوب جائے گا۔ جس میں طلب نہیں ہوتی وہ حیوان ہوتا ہے بلکہ وہ ایک بے جان صورت ہے۔ جس میں طلب نہیں ہے وہ مردار ہے زندہ نہیں ہے بلکہ وہ ایک دیوار کی طرح ہے اگر تجھے خزانہ اور جواہر بھی مل جائیں تو پھر بھی تم طلب میں ہمیشہ سرگرم رہو۔ جو شخص صرف خزانے اور جواہرات سے خوش ہو جاتا ہے وہ اسی خزانے اور جواہرات کی قید میں بند ہو جاتا ہے۔ جو شخص راہ طلب میں کسی اور چیز کی محبت میں پھنس جائے تو گویا وہ چیز اس کے لئے ایک بت ہے اور وہ آدمی ایک بت ساز ہے۔ جب تم سہل پسند بن جاتے ہو تو پھر اپنی طلب میں بد دل ہو جاتے ہو اور ایک شرابی کی طرح مست اور بے عقل ہو جاتے ہو۔ صرف شراب پی کر تمہیں مست نہیں ہونا چاہئے بلکہ دولت سرمدی کو طلب کرو جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

حکایت سلطان محمود غزنوی کا ایک خاک چھاننے والے کو دیکھنا اور اپنے بازوبند کو خاک میں ڈال دینا

ایک رات سلطان محمود غزنوی لشکر کے بغیر اکیلا باہر گشت پر جا رہا تھا کہ اس نے راستہ میں ایک شخص کو دیکھا جو مٹی چھان رہا تھا۔ اس نے ہر جگہ سے مٹی چھان چھان کر میدان کو پتھر کی طرح صاف کر رکھا تھا جب بادشاہ نے اسے دیکھا تو اپنا بازوبند پہاڑ اور مٹی کے درمیان پھینک دیا اور پھر اپنے گھوڑے کو ہوا کی طرح اڑا کر لے گیا دوسری رات بادشاہ پھر وہاں آیا اور اس شخص کو اپنے کام میں مشغول دیکھا بادشاہ نے اسے کہا کہ کل جو تو نے شاہی بازوبند ڈھونڈا تھا اس کا خراج ادا کرو کہ اتنی بڑی دولت تمہیں آسانی سے مل گئی آج تو پھر وہی مٹی چھان رہا ہے اب تمہیں عیش کرنی چاہئے تھی اور محنت مزدوری سے بے نیاز ہو جانا چاہئے تھے۔" مٹی چھاننے والے نے جواب دیا کہ

"میں نے وہ پوشیدہ خزانہ یعنی شاہی بازو بند مٹی چھاننے کی وجہ سے ہی تو حاصل کیا ہے اسی کام سے مجھے یہ خزانہ ملا ہے اس لئے جب تک میری زندگی ہے میں یہ کام کرتا ہی رہوں گا۔" اے مخاطب! اس دروازے کے مرد بنو تاکہ تم پر دروازہ کھول دیا جائے اس راہ سے روگردانی نہ کرو تاکہ تمہیں یہ راستہ دکھایا جائے اپنی آنکھوں کو کبھی بند نہ کرو۔ اور ہمیشہ طلب جاری رکھو کیونکہ اللہ کی رحمت کا دروازہ بند نہیں ہے۔

حکایت اس مست کی جو خدا سے سوال کرتا تھا مگر حضرت رابعہ رحمتہ اللہ علیہا نے اسے جواب دیا

ایک مست دیوانہ اللہ سے سوال کر رہا تھا کہ اے اللہ آخر کار مجھ پر اپنا دروازہ کھول دے۔ حضرت رابعہ بصری رحمتہ اللہ علیہا اتفاق سے وہاں موجود تھیں اس نے اسے جواب دیا اے غافل! خدا کا دروازہ بند کب ہوا ہے؟ اے بیٹا! اس کی درگاہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور وہ دیکھو اس کی رحمت کا دستر خوان بھی سب کے لئے بچھا ہوا ہے۔

وادیٔ عشق کی صفت میں

اس کے بعد عشق کی وادی ظاہر ہوئی جو بھی وہاں پہنچا وہ آگ میں ڈوب گیا۔ اس وادی میں جو بھی جاتا ہے وہ آگ بن جاتا ہے جو آگ نہیں بنتا اس میں عشق بھی نہیں ہوتا۔ عاشق وہ ہوتا ہے جو آگ کی طرح ہو پوری سرگرمی سے راہ عشق میں چلے اور جلے گویا ہمہ وقت آتش زیرپا ہو جائے۔ ایک لحظہ کے لئے بھی عاقبت اندیش نہ ہو خواہ اس کے خون کو سینکڑوں جہانوں کی آگ پر بھی جوش دیا جائے پھر بھی وہ ایک لحظہ کے لئے کافری اور دین سے بالاتر رہے۔ وہ شک و یقین میں بھی فرق نہیں سمجھتا۔ اچھے اور برے اس کی راہ میں یکساں ہیں کیونکہ جب عشق آ جاتا ہے تو کوئی چیز باقی نہیں رہتی

این و آں سب جل جاتے ہیں تم جو عشق کو صرف مباح سمجھتے ہو عشق تمہارا کام نہیں ہے تم مرتد ہو کیونکہ عشق کا جذبہ تیرے دل میں نہیں ہے عاشق وہ ہے جو اپنا سب کچھ نقد و نقد ہار دے اور دوست کے وصال کی خاطر اپنا سر بھی قربان کر دے۔ دوسروں کے لئے صرف وعدہ فردا ہوتا ہے لیکن عاشق کا کام نقد کر دیا جاتا ہے۔ جب تک وہ اپنے وجود میں ابریشم کی طرح نہیں جلتا مفرّح قلب کے طور پر یہ کیسے فروخت ہو گا؟ مچھلی جب دریا سے صحرا میں جا پڑتی ہے تو وہ اسی لئے تڑپتی رہتی ہے کہ دوبارہ دریا میں چلی جائے محبوب کا عشق ایک آگ ہے اور عقل دھواں ہے جب عشق آ جاتا ہے تو عقل جلدی بھاگ جاتا ہے۔ سودائے عشق میں عقل کی راہنمائی نہیں ہوتی۔ عشق کرنا عقل کا مادر زاد کام نہیں ہے اگر تمہیں غیب سے صحیح آنکھیں مل جائیں تو پھر تم دیکھ لو گے کہ عشق کا اصل کہاں سے آتا ہے؟ کائنات کا ایک ایک ذرہ عشق کے دم سے ہی موجود ہے اور ہر ذرہ عشق کی مستی سے ہی سرنگوں ہے۔ اگر تمہیں غیب کی آنکھیں مل جائیں تو تمام ذرات جہاں تیرے ہمراز ہو جائیں گے اور اگر تم عقل کی آنکھ سے دیکھو گے تو عشق کا کوئی سر پیر تمہیں نظر نہیں آئے گا۔ عشق کے لئے تجربہ کار اور ہر قید سے آزاد آدمی کی ضرورت ہوتی ہے۔ تم چونکہ تجربہ کار نہیں ہو اس لئے عاشق بھی نہیں ہو تم مردہ ہو تم عشق کے لائق نہیں ہو۔ اس راستہ میں زندہ دل اور پختہ کار مرد کی ضرورت ہوتی ہے جو ہر لحظہ اپنی سینکڑوں جانوں کو قربان کر سکے۔

ایک آقا کا جو کی شربت بیچنے والے کے لڑکے پر عاشق ہو جانا

ایک شریف آدمی ستو کا مشروب بیچنے والے کے لڑکے کو دل دے کر اپنے گھربار سے آزاد ہو گیا۔ عشق کی جدت سے وہ اس لڑکے کا سودائی بن گیا۔ عشق کے ہاتھوں اس کی ذلت اور رسوائی کا چرچہ ہر طرف ہونے لگا۔ اس کے پاس جو مال و اسباب تھا وہ

اسے بیچ کراس سے ستو کی شربت خرید لیتا تھا بالآخر جب اس کے پاس کوئی پیسہ باقی نہ رہا اور وہ مفلس ہو گیا تو اس کا عشق سو گنا اور بڑھ گیا اگرچہ لوگ اسے غریب اور مفلس سمجھ کر روٹی دے دیتے تھے لیکن پھر بھی وہ بھوکا ہی رہتا تھا اسے بھوک لگتی ہی نہیں تھی۔ جو بھی روٹی اسے ملتی تھی وہ اس سے ستو کا شربت خرید لیتا تھا۔ اور یوں بھوکا ہی رہتا صرف ستو کا مشروب بیچنے والے سے ایک گلاس شربت کا لے کر پی لیتا تھا اور بس۔

کسی شخص نے اس سے پوچھا اے پریشان آدمی! بتاؤ عشق کیا ہوتا ہے یہ راز مجھے بتاؤ! اس نے کہا "عشق یہ ہے کہ تمام متاع عالم کو جو کے مشروب کی خاطر بیچ دو۔ جب تک کوئی مرد یہ کام نہیں کرے گا اس وقت تک وہ عشق اور درد کو کیا جانے گا"

مجنوں کا بھیڑ کی کھال پہن کر ریوڑ کے ساتھ لیلیٰ کے قبیلہ کی طرف جانا

لیلیٰ کے گھر والے مجنوں کو اپنے قبیلہ کی طرف نہیں آنے دیتے تھے۔ وہاں صحرا میں ایک چرواہا رہتا تھا مجنوں نے اس سے بھیڑ کی کھال لی پھر اپنے سر کو پنہوڑا کر اس نے کھال کو اپنے سر میں ڈالا اور اپنی ظاہری صورت بکری یا دنبے کی طرح بنالی۔ پھر اس نے چرواہے کو کہا کہ خدا کے لئے مجھے اپنے ریوڑ میں لے چلو اور پھر اپنے ریوڑ کو لیلیٰ کے خیمے کی طرف لے جاؤ۔ تاکہ کم از کم مجھے لیلیٰ کی خوشبو ہی آجائے اور میں دنبے کی کھال میں پوشیدہ ہو کر تھوڑی دیر کے لئے اپنے یار کا دیدار حاصل کرلوں۔

اے مخاطب! اگر تجھے ایک لحظہ کے لئے بھی اس قسم کا درد عشق ہوتا تو اپنے ہر بال کے نیچے ایک مرد ہوتا یعنی تو جوان مرد ہوتا افسوس تو اس بات کا ہے کہ تجھ میں مردوں والا درد نہیں ہے اور مردان میدان کی خوراک تجھے حاصل نہیں ہے۔ الغرض مجنوں نے بھیڑ کی کھال پہن لی اور ریوڑ میں چھپ کر یار کے کوچہ کی طرف چلا گیا۔

پہلے تو خوشی سے اس کے دل کے اندر سے جوش عشق ابھرا مگر پھر وہ بے ہوش ہو گیا جب عشق آ گیا اور پانی سر سے اوپر پہنچ گیا تو چرواہے نے اسے کندھے پر اٹھایا اور اسے جنگل میں لے گیا اس کے چہرے پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مارے تاکہ پانی کے چھینٹوں سے تھوڑی دیر کے لئے عشق کی آگ کچھ تو ٹھنڈی ہو جائے۔ اس واقعہ کے بعد مجنوں پھر دوسرے دن اپنی قوم کے دوسرے لوگوں کے ساتھ صحرا میں بیٹھا ہوا تھا کہ اس کی قوم کے ایک آدمی نے اسے کہا جناب میاں مجنوں صاحب! آپ کرتا کیوں نہیں پہنتے؟ جو لباس بھی آپ پسند کریں میں اسی وقت تمہارے لئے لا سکتا ہوں اس نے کہا کوئی بھی لباس میرے محبوب کے لائق نہیں ہے میری نگاہ میں دنبے کی کھال سے بہتر کوئی لباس ہی نہیں ہے۔ لہٰذا مجھے دنبے کی کھال ہی لا کر دو خدا کرے کسی کی نظر بد ہی مجھے نہ لگ جائے۔ اس لئے حرمل کی دھونی بھی دینی پڑے گی۔ مجنوں اس سے پہلے بہت سے ریشمی کپڑے استعمال کر چکا تھا مگر اب اسے صرف دنبے کی کھال کی ہی ضرورت ہے کیونکہ لیلیٰ کو یہی لباس پیارا لگتا ہے۔ میں نے دنبے کی کھال میں چھپ کر اپنے یار کا دیدار کیا ہے اس لئے میں اس کھال کے بغیر کوئی لباس کیسے پسند کروں گا؟ میرے دل کو دنبے کی کھال ہی میں عشق کا راز حاصل ہوا ہے۔ اگر تجھ میں عقل نہیں ہے اور اس راز کو نہیں سمجھ سکتے تو پھر تم پوستی ہو عشق کا کام یہ ہے کہ وہ تجھے عقل کے قبضہ سے نکال لے اور پھر تیری صفات بشری کو تبدیل کر ڈالے۔ ان بشری صفات کا مٹانا بالکل معمولی بات ہے اصل کام تو یہ ہے کہ زبانی گپیں نہ ہانکی جائیں بلکہ اپنی جان کو بھی اس راہ میں قربان کر دیا جائے۔ اگر تم باعزت بننا چاہتے ہو تو عشق کے میدان میں قدم رکھو کیونکہ وہی کھیل اصل کھیل ہوتا ہے جس میں جان کی بازی لگائی جائے۔

ایک مفلس آدمی کا ایاز پر عاشق ہو جانا اور سلطان محمود غزنوی سے اس کی بات چیت

ایک مفلس آدمی ایاز پر عاشق ہو گیا اور یہ بات ہر جگہ مشہور ہو گئی۔ جب کبھی ایاز گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہا ہوتا تو وہ مفلس آدمی بھی ساتھ ساتھ بھاگتا جاتا اور جب وہ کستوری جیسے بالوں والا ایاز میدان میں آ جاتا تو وہ عاشق بھی اس کے آگے آگے گیند کی طرح دوڑتا۔ لوگوں نے سلطان محمود کو جا کر یہ بات بتائی کہ ایک مفلس گداگر ایاز پر عاشق ہو گیا ہے دوسرے دن جب ایاز میدان میں آیا تو وہ مست عاشق بھی ساتھ ساتھ بھاگ رہا تھا اس کی آنکھیں ایاز کی گیند پر جمی ہوئی تھیں گویا وہ گیند کی طرح عشق کے چوگان کی چوٹیں اور ضربیں کھا رہا تھا۔ بادشاہ نے اسے چھپ کر دیکھا اس کا جسم جو کی طرح کمزور اور پتلا دبلا تھا اور اس کا چہرہ تنکے کی طرح پیلا تھا۔ اس کی کمر چوگان کی طرح خمدار تھی اور وہ خود گیند کی طرح پریشان تھا وہ میدان میں ہر طرف گیند کی طرح بھاگ رہا تھا سلطان محمود نے اسے اپنے پاس بلایا اور کہا اے گداگر! تم بادشاہ کے رقیب بننا چاہتے ہو؟ اس مست نے کہا کہ اگر آپ مجھے گداگر کہتے ہیں تو کوئی بات نہیں میں عشق بازی میں تم سے کم نہیں ہوں۔ عشق اور افلاس ایک دوسرے کے ہمسایہ ہیں اور بے سرمایہ کے لئے سرمایہ ہیں بلکہ عشق تو افلاس اور غریبی سے ملاحت (نمکینی) حاصل کرتا ہے ہمیشہ بے شک و شبہ مفلس کو ہی عشق ہوتا ہے تو اگرچہ بادشاہ ہے اور بادشاہی کی چمک دمک بھی رکھتا ہے مگر عشق کے لئے مجھ جیسے دل جلے کی ضرورت ہوتی ہے۔ تیرے پاس صرف وصال کا ساز و سامان ہے اور بس۔ ذرا جدائی کے دور میں بھی تو ایک لحظہ صبر کر کے دکھاؤ۔ تم کب تک وصل کے کاروبار میں مست رہو گے؟ اگر تم مرد عشق ہو تو جدائی بھی برداشت کر کے دکھاؤ۔ بادشاہ نے اسے کہا کہ اے مست اور

دیوانے ہر وقت تمہاری نظریں گیند پر کیوں ہوتی ہیں؟ اس مست نے جواب دیا اس لئے کہ گیند بھی میری طرح ہر وقت پریشان رہتا ہے یعنی میں اس کی طرح اور وہ میری طرح دونوں پریشان ہیں۔ میں اس کی قدر جانتا ہوں وہ میری قدر جانتا ہے گویا ہم دونوں کی حیثیت ایاز کے چوگان میں گیند کی طرح کی سی ہے ہم دونوں (میں اور گیند) سرگشتہ، حیران اور پریشان ہیں اور بے سروپا ہو کر جان کی بازی لگائے کھڑے ہیں وہ میری حالت سے آگاہ ہے اور میں اس کی حالت سے آگاہ ہوں۔ پھر ہم دونوں ایک دوسرے سے غم عشق کے قصے بیان کرتے رہتے ہیں۔ بادشاہ کے راستہ کا کوچہ مجھ سے زیادہ خوش قسمت ہے کہ کبھی کبھی ایاز کے گھوڑے کے قدموں کو وہ چوم لیتا ہے اگرچہ میری مثال ایک بے سروپا گیند کی طرح ہے لیکن مجھے گیند سے زیادہ محنت کرنی پڑتی ہے گیند تو چوگان کی چوٹ کو اپنے جسم پر برداشت کرتا ہے مگر میں دلگیر گداگر اس چوٹ کو اپنے دل و جان پر برداشت کرتا ہوں اگرچہ گیند کو بھی بہت زیادہ چوٹیں اور ضربیں لگتی ہیں لیکن آخر اس کے پیچھے ایاز بھاگتا تو ہے مگر میرے دل پر گیند سے کہیں زیادہ چوٹیں لگی ہوئی ہیں لیکن ایاز کبھی میرے پیچھے نہیں بھاگتا بلکہ میں اس کے پیچھے پیچھے بھاگتا ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ گیند کو کبھی قرب اور حضوری بھی نصیب ہو جاتی ہے مگر مجھ گداگر کی قسمت میں ہمیشہ دوری ہی دوری ہے۔ گیند کو جب اس کا قرب اور اس کی حضوری نصیب ہو جاتی ہے تو وصال کی شراب سے اسے سرور حاصل ہوتا ہے۔ مگر مجھے اس کے وصال کی بو بھی نصیب نہیں ہے۔ چونکہ گیند کو اس کا وصل نصیب ہو جاتا ہے اس لئے وہ مجھ سے سبقت لے گیا ہے۔

بادشاہ نے اسے کہا اے درویش تو نے میرے سامنے اپنے افلاس کا دعویٰ کیا ہے اے بے نوا! اگر تم جھوٹ نہیں بول رہے ہو تو پھر اپنی مفلسی پر گواہ لاؤ۔ درویش نے کہا کہ جب تک میری جان ہے میں مفلس نہیں ہوں اور صرف زبانی کلامی مدعی ہوں

در حقیقت اس مجلس کا مرد نہیں ہوں۔ لیکن اگر میں عشق میں اپنی جان کو قربان کر دوں تو پھر جان قربان کرنا ہی مفلس کی اصلی نشانی ہوتی ہے۔اے محمود! تیرے اندر عشق کی حقیقت کہاں ہے؟ جان قربان کرو ورنہ عشق کا زبانی دعویٰ کرنا چھوڑ دو مفلس گداگر نے یہ باتیں کہیں اور پھر وہ تڑپنے لگ گیا اور اسی وقت ایاز کے سامنے اس نے اپنی جان دے دی جب اس شخص نے راستہ کی خاک پر اپنی جان دے دی اور مر گیا تو محمود کے لئے سارا جہان غم کی وجہ سے تاریک ہو گیا اے مخاطب! اگر تیرے خیال میں جان کی بازی لگانا معمولی کام ہے تو خود میدان میں آکر دیکھ لو! اگر تمہیں یہ کہا جائے کہ تھوڑی دیر کے لئے میدان میں آؤ تاکہ اس راستہ میں بانگ درا سن سکو تو تم خود بے سروپا ہو جاؤ گے اور جو کچھ بھی تمہارے پاس ہو گا سب کچھ ہار دو گے۔ اگر تم اس میدان میں اترنا چاہتے ہو تاکہ تمہیں تمام حالات کا پتہ چل سکے تو پھر اپنی عقل اور اپنی جان سے ہاتھ دھونے پڑیں گے۔

ایک عربی کا عجم میں قلندروں کے ہتھے چڑھنا

عرب کا ایک باشندہ عجم میں چلا گیا وہاں اس کی رندوں اور قلندروں سے ملاقات ہو گئی۔ وہ عجم کے رسم ورواج دیکھ کر حیران ہونے لگا بے خبری کے عالم میں جب اتفاقاً اس کی نظر قلندر خانے پر پڑی تو اس نے دیکھا کہ ایک بے سروپا رند دو جہان سے بیزار ہو چکا ہے وہاں جتنے قلندر تھے سب جیب تراش اور اچکے تھے وہ ٹھگی ٹھوڑی میں ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر تھے ہر ایک کے پاس تلچھٹ شراب کی صراحی تھی اور وہ سب کے سب نشے میں چور تھے۔ جب اس عرب نے ان قلندروں کو دیکھا تو اس کے دل میں ان کی محبت پیدا ہو گئی اور اس نے بھی اپنی عقل و جان کو اسی سیلاب نشہ میں ضائع کر دینے کا ارادہ کیا جب قلندروں نے دیکھا کہ ایک اجنبی ہماری نشہ کی حرکتوں کو

دیکھ کر متاثر ہو رہا ہے تو انہوں نے اسے کہا ارے بھائی اندر آ جاؤ چنانچہ وہ عرب اندر چلا گیا اور وہ بھی وہاں جا کر تلچھٹ شراب کا ایک پیالہ پی کر مست ہو گیا۔ اسے اپنے آپ کی کوئی ہوش نہ رہی اور اس کی ساری بہادری بھی گم ہو گئی اس کے پاس بہت کچھ سونا چاندی اور مال و دولت تھا وہ سب اس کی جیب سے نکال لیا گیا ایک اور رند آیا اس نے اوپر سے اسے مزید تلچھٹ شراب پلا دی جس سے وہ بالکل بیہوش ہو گیا چنانچہ رندوں نے اسے قلندر خانہ سے اٹھا کر باہر پھینک دیا۔ آخر وہ گرتا پڑتا برہنہ حالت میں اپنے ملک عرب میں جا پہنچا وہ اس وقت بے لباس بھی تھا۔ مفلس بھی تھا، پیاسا بھی تھا اور خشک لب بھی تھا۔ اس کی بیوی نے اسے دیکھا تو حیران ہو گئی کہنے لگی تم تو پریشان نظر آتے ہو وہ تیرا سونا چاندی کہاں ہے؟ کہیں سوتے میں تمہارا سونا اور دولت کسی نے نکال تو نہیں لی۔ تمہارے پاس تو اب صرف پریشانی ہی پریشانی رہ گئی ہے۔ عجم میں تیرا جانا تو منحوس ثابت ہوا ہے معلوم ہوتا ہے کہ تم پر راستہ میں کوئی ڈاکہ پڑ گیا آخر تیرا روپیہ پیسہ کہاں گیا؟ ذرا کھول کر بات بتاؤ تاکہ مجھے بھی کچھ پتہ چلے۔ اس نے کہا کہ میں ایک راستہ میں بڑی شان کے ساتھ جا رہا تھا کہ اچانک مجھے ایک قلندر نظر آیا اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں جانتا کہ میری دولت کہاں گئی؟ اور میں کیسے کنگال اور مفلس بن کر رہ گیا؟ اس کی بیوی نے کہا کہ اس قلندر کی کوئی بات تو بتاؤ اس نے کہا اس کی صرف ایک ہی بات مجھے یاد رہی ہے کہ اس نے مجھے کہا تھا کہ "اندر آ جاؤ" اور بس۔

عرب بیچارہ اسی بات سے لٹ گیا اور "اندر آ جاؤ" کے فقرہ سے مارا گیا۔

اے مخاطب! خواہ تم اس راستہ میں قدم رکھو یا نہ رکھو۔ جان کی قربانی دو یا نہ دو بہر حال اگر تم اپنی جان کی قربانی دے کر عشق کے اسرار کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو پھر اپنی جان کو قربان کر کے عشق کے میدان میں آ جاؤ۔

اس میدان میں جان کی قربانی دینی پڑے گی اور بے لباس بھی ہونا پڑے گا اور تمہاری مثال اس آدمی کی طرح ہو جائے گی جسے "اندر آجاؤ" کہہ کر لوٹ لیا جائے گا۔

حضرت شیخ شبلیؒ کا اپنے بھائی سے اس حکایت کو بیان کرنا

حضرت شیخ شبلیؒ نے بڑے راز کی بات کہی ہے۔ انہوں نے یہ حکایت اپنے بھائی سے کہی تھی۔ شیخ شبلیؒ نے کہا ہے کہ شہر کے مدرسہ میں ایک امیر زادہ بھی پڑھتا تھا جو حسن میں گویا یوسف ثانی تھا اس کا حسن، دیوان جمال کی فہرست تھا اس کی تعریف ایوان کمال سے بھی بلند و بالا تھی۔ جب وہ استاد کے پاس سبق لینے آتا تو تمام شاگرد چیخ اٹھتے وہاں ایک اور لڑکا بھی پڑھتا تھا جو بہت غریب سا تھا اس کا باپ موچی تھا جس کی کوئی جائداد وغیرہ نہ تھی۔ اس کا دل خوبصورت لڑکے کے عشق میں مست رہتا تھا اور اس کا دل اس کے اپنے ہاتھ میں نہیں تھا بلکہ اس خوبصورت لڑکے کے ہاتھ میں تھا۔ بیچارہ موچی کا لڑکا جس نے عشق کا غم کبھی دیکھا ہوا بھی نہ تھا وہ اس غم کو کیسے برداشت کرتا؟ چنانچہ عشق کے پہاڑ کو اٹھا کر وہ تنکے کی طرح کمزور ہو چکا تھا۔ ایک دن خوبصورت لڑکے کا والد امیر صاحب اپنے بیٹے کا حال معلوم کرنے کے لئے مدرسہ میں گیا اس نے استاد کے سامنے اپنے بیٹے کے ساتھ ایک اور لڑکے کو بھی پڑھتے ہوئے دیکھا امیر صاحب نے استاد سے پوچھا کہ "یہ دوسرا لڑکا کون ہے؟" استاد نے کہا کہ "یہ ایک موچی کا بیٹا ہے آپ کا کیا مقصد ہے؟" امیر صاحب نے کہا "اے استاد! کچھ تو شرم کرو کہ یہ موچی کا لڑکا میرے لڑکے کے ساتھ کیوں پڑھتا ہے؟ اس طرح تو میرا بیٹا بھی گھٹیا عادتوں کو اپنا لے گا اور بلند ہمتی کو چھوڑ بیٹھے گا۔" چنانچہ استاد نے عاشق لڑکے کو اپنے مکتب میں پڑھنے سے منع کر دیا اور اسے اپنے مکتب سے نکال دیا۔ وہ بیچارہ سخت پریشان ہو گیا اور امیر صاحب کے لڑکے کے عشق میں آگ کے انگارہ کی طرح ہو گیا

اب اس کی حالت اس طرح ہو چکی تھی کہ جس طرح انگارے کو آگ سے نکال کر راکھ میں پھینک دیا جاتا ہے۔ اس کی آنکھیں بہار کے بادل کی طرح آنسو برساتی تھیں اور اس کی آہیں بجلی کی طرح جان کو جلا رہی تھیں۔ آخر کار اس کا دل زندگی سے اچاٹ ہو گیا اور وہ اپنی زندگی پر موت کو ترجیح دینے لگا۔ امیر صاحب کے لڑکے کو جب اس کی حالت کا پتہ چلا تو اس نے کسی آدمی کو اس کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ "اے پریشان حال! تم کیوں ہر وقت روتے رہتے ہو؟ مجھے ٹھیک ٹھیک بتاؤ۔" موچی کے بیٹے نے جواب دیا "چونکہ میرا دل اب میرے پاس نہیں ہے بلکہ ہر وقت تیری یاد میں رہتا ہے اس لئے میں پریشان رہتا ہوں عشق کے ہاتھوں جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں یہ سب کچھ خدا کسی کو نہ دکھائے۔" امیر صاحب کے بیٹے نے دوسرا پیغام بھجوایا کہ "اگر تیرا دل تجھے بہت ہی پریشان کرتا ہے تو اسے میرے پاس بھیج دو یعنی اپنے دل کے دانہ کو گندم کے ڈھیر میں بھیج دو۔" جب یہ پیغام لے کر پیغام لے جانے والا آدمی موچی کے بیٹے کے پاس واپس آیا اور پیغام پہنچایا تو اس نے سوچا کہ "جب میرا یار مجھ سے میرا دل مانگتا ہے تو اسے دل نہ بھیجنا اچھی بات نہیں ہے۔" چنانچہ موچی کے لڑکے نے اپنے گھر کو خون خون کر دیا اپنے سینہ کو چیرا اور اندر سے دل کو باہر نکالا پھر اس دل کو تھالی میں رکھا اوپر سے اسے ڈھانپ دیا اور پیغام لانے والے کو کہا کہ یہ لے لو اور پوشیدہ طور پر اس کے پاس لے جاؤ۔ جب اس نے اپنے دل کو تھالی میں رکھا تو اس وقت اس کی تھوڑی سی جان باقی تھی۔ الغرض جب امیر صاحب کے بیٹے نے اس تھالی کو دیکھا اس سے پہلے اس نے کبھی یہ سبق نہیں پڑھا تھا خون سے بھرا ہوا دل جب اس نے تھالی سے نکالا تو تمام مکتب والوں کی آنکھوں سے خون کے آنسو ٹپک پڑے اس کے دل پر بھی ایک قیامت برپا ہو گئی اور قیامت کا نمونہ نقد و نقد اسے مل گیا آخر اس نے اپنے مقتول کا ماتم کیا جو کچھ اس سلسلہ میں اظہار غم کر سکتا تھا اس نے کیا، اس کی قبر کو اپنا قبلہ گاہ بنایا

اور ہمیشہ اس کا غم اور ماتم کرتا رہا اے مخاطب! اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم دنیا جہان کے پیر ہو تو سمجھ لو کہ ابھی تم عشق کے راستہ میں اس لڑکے سے بھی کم ہو۔ اگر تم راہ عشق کے مرد ہو تو اپنے دل کو پھاڑ دو ورنہ خاموش ہو جاؤ۔ جان نہ کھاؤ اور زیادہ گپیں نہ ہانکو۔

حکایت اس عاشق کی جو اپنے معشوق کو قتل کرنا چاہتا تھا

ایک بلند ہمت اور صاحب کمال آدمی کسی صاحب جمال پر عاشق ہو گیا۔ اتفاق سے اس کا معشوق بیمار ہو گیا اور زعفران کی شاخ کی طرح کمزور اور زرد ہو گیا اس کے دل کو روز روشن بھی تاریک نظر آنے لگا۔ اور قریب المرگ ہو گیا۔ اس کے عاشق کو لوگوں نے اس کی بیماری کے متعلق بتایا اور ساتھ یہ بھی بتایا کہ وہ قریب المرگ ہے چنانچہ وہ ہاتھوں میں چھری لے کر بھاگتا ہوا آیا اور یہ کہنے لگا کہ میں اپنے معشوق کو قتل کرنا چاہتا ہوں تاکہ وہ اپنی طبعی موت نہ مرے لوگوں نے اسے کہا کہ "تو دیوانہ ہے ایسے موقع پر اسے قتل کرنے میں کونسی حکمت پوشیدہ ہے؟ اسے قتل نہ کرو کیونکہ وہ خود ہی اس مہلک بیماری کی وجہ سے مر جائے گا کسی مرنے والے کو قتل کرنے سے کیا حاصل ہوتا ہے؟ صرف کوئی جاہل آدمی ہی کسی مردہ شخص کی گردن کو کاٹتا ہے۔" اس نے جواب دیا کہ "جب وہ میرے ہاتھوں قتل ہو جائے گا تو لوگ مجھے اس کے قصاص میں قتل کر دیں گے اور کل قیامت کے دن مجھے لوگوں کے سامنے اس کو قتل کرنے کے جرم میں شمع کی طرح دوزخ کی آگ میں جلایا جائے گا آج میں اپنے عشق کے جرم میں اس کے قصاص میں قتل ہو جاؤں گا اور کل بروز قیامت اسی جرم میں دوزخ کی آگ میں جلوں گا۔ گویا یہاں بھی میرا کام بن جائے گا اور اگلے جہان میں بھی میرا کام بن جائے گا۔ میرا نام ہی محبوب کا سوختہ اور محبوب کا کشتہ پڑ جائے گا۔" جان کی بازی لگانے والے عاشق اس راستہ پر آتے ہیں اور وہ دونوں جہان سے بے نیاز ہوتے ہیں وہ اپنی جان کی پرواہ

نہیں کرتے بلکہ وہ جان کی تکلیف کو تکلیف ہی نہیں سمجھتے اور کلی طور پر جہان سے دل برداشتہ ہو جاتے ہیں۔ اور جب درمیان سے جان اٹھ جائے تو انہیں اپنے محبوب کے ساتھ خلوت نصیب ہو جاتی ہے۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا حضرت عزرائیل علیہ السلام کو جان دینا

جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام پر نزع کا وقت آیا تو انہوں نے حضرت عزرائیل علیہ السلام کو آسانی کے ساتھ جان نہ دی بلکہ اسے کہا کہ اے عزرائیل علیہ السلام تم واپس جاؤ اور اللہ تعالیٰ سے پوچھو کہ "اپنے خلیل سے کیوں جان طلب فرمائی ہے؟" چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ "اگر تم میرے خلیل اور دوست ہو تو پھر اپنی جان کو اپنے دوست پر قربان کر دو اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تجھ سے تلوار کے ذریعہ بھی جان لے سکتا ہے۔ بھلا اپنے دوست کو جان دینے میں کوئی دریغ کرتا ہے؟"

ایک شخص نے جو وہاں موجود تھا حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا "اے جہان کی شمع! تم اپنی جان کو حضرت عزرائیل علیہ السلام کے حوالے کیوں نہیں کرتے؟ عاشق لوگ تو اس میدان میں جانباز ہوتے ہیں تم اپنی جان کو کیوں بچاتے ہو؟" حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا "چونکہ درمیان میں حضرت عزرائیل علیہ السلام آگئے تھے اس لئے میں نے جان دینے سے انکار کیا۔ نمرود کی آگ میں پھینکے جانے کے وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اور مجھ سے کہا تھا کہ اے اللہ کے خلیل میری مدد کی کچھ ضرورت ہو تو میں حاضر ہوں؟ میں نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی بات کی طرف دھیان نہ دیا تھا کیونکہ اس وقت اللہ کے بغیر کسی اور سے مدد مانگنا راستہ کی رکاوٹ تھی۔ جب میں نے اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام سے

توجہ ہٹالی تھی تو پھر اب میں اپنی جان حضرت عزرائیل علیہ السلام کے حوالے کس طرح کروں؟ میں نے اس لئے اپنی جان حضرت عزرائیل علیہ السلام کے حوالے نہ کی کہ میں اللہ تعالیٰ کے یہ لفظ (اے ابراہیم خلیل اپنی جان میرے حوالے کرو) خود سننا چاہتا تھا۔ جب جان دینے کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے گا تو اس وقت میں اپنی جان کی قیمت آدھے جو کے برابر بھی نہیں سمجھوں گا اور فوراً اس کے حکم کی تعمیل میں جان دے دونگا۔ میں اللہ کے سوا اپنی جان کسی اور کے حوالے کیوں کروں؟ میں تو اللہ سے یہ بات سننا چاہتا ہوں کہ اے ابراہیم اپنی جان میرے حوالے کرو۔ اصل بات تو یہ ہے اور بس۔"

وادیٔ معرفت کی تعریف میں

اس کے بعد تمہیں معرفت کی وادی دکھائی جائے گی جس کا نہ کوئی سر ہے نہ پاؤں۔ یعنی اس کی ابتدا اور انتہا کا کوئی پتہ نہیں چلتا۔ چونکہ اس وادی کے بہت سے راستے ہیں اس لئے ہر آدمی کو یہاں بڑی محنت اور ریاضت کرنی پڑتی ہے۔ ایک راستہ دوسر راستہ کی مانند نہیں ہوتا یہاں کوئی بدن کے سالک ہوتے ہیں اور کوئی جان کے سالک ہوتے ہیں پھر جان اور بدن دونوں میں نقصان اور کمال کے اعتبار سے کئی مدارج ہوتے ہیں اس لئے اس راہ پر چلنے والے بھی کبھی ترقی پذیر اور کبھی زوال پذیر ہوتے ہیں چونکہ یہاں بہت سے راستے نظروں کے سامنے آتے ہیں اس لئے ہر شخص اپنی استعداد اور ہمت کے مطابق کوئی ایک راستہ اپنا لیتا ہے اس عظیم ترین اور اہم ترین راستہ میں مکڑی بیچاری ہاتھی کے ہم سفر کس طرح ہو سکتی ہے؟ ہر شخص کی سیر اس کے کمال کی حد تک ہی ہوتی ہے اور ہر شخص کو اس کی حالت کے مطابق ہی قرب حاصل ہوتا ہے۔ اگر مچھر اپنی عادت کے مطابق اڑنا چاہے تو وہ باد صرصر یعنی آندھی کی وجہ

سے اپنی پرواز پر قابو نہیں رکھ سکتا یعنی آندھی کے چلنے سے مچھر اپنے قابو میں نہیں رہ سکتا۔ چونکہ یہاں ہر ایک کی بسر اور رفتار مختلف ہوتی ہے اس لئے یہاں پر کوئی پرندہ کسی دوسرے کے ساتھ ہم سفر ہو کر نہیں اڑتا۔ یعنی ہر ایک پرندہ الگ الگ ہو کر اڑتا ہے۔ یہاں معرفت کی اقدر متفاوت ہوتی ہیں کبھی محراب اور کبھی بت اس کی اقدار ہوتی ہیں۔ جب اس عظیم الشان راستہ کے آسمان سے معرفت کا سورج طلوع ہوتا ہے تو ہر ایک سالک اپنی اپنی استعداد کے مطابق بینا ہو جاتا ہے اور ہر ایک کو بارگاہ حقیقت میں اپنے مقام کا پتہ چل جاتا ہے۔ جب اس پر سرد آگ روشن ہوتی ہے تو دنیا کی بھٹی اس کے لئے باغ بن جاتا ہے اور وہ پوست کے اندر مغز کو دیکھ لیتا ہے۔ ہر ذرہ میں اسے محبوب حقیقی کا جلوہ نظر آجاتا ہے اور جس کو یہاں محبوب حقیقی کا جلوہ نظر آجاتا ہے تو پھر یہ جلوہ ہمیشہ اس کے نصیب میں ہوتا ہے۔ اور اس کی گلی کے ہر ہر ذرے کو وہ جلوہ نظر آتا ہے۔ یہاں نقاب کے اندر سے ہزاروں اسرار سورج کی طرح پوری وضاحت اور صراحت کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ اس وادی میں ہزاروں مرد لاپتہ ہو جاتے ہیں تب کہیں ایک واقف اسرار شخصیت مکمل طور پر سامنے آتی ہے۔ اس اہم راستہ میں کسی کامل رہنما کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اس گہرے سمندر میں وہ تیرے۔ اگر تجھے ان اسرار کا ذوق حاصل ہو گیا تو پھر ہر لمحہ تجھے نیا سے نیا شوق حاصل ہوتا رہے گا۔ طلب کمال کی پیاس یہیں پر ہوتی ہے اور سینکڑوں ہزاروں کا خون یہاں پر حلال ہوتا ہے۔ اگر تمہیں عرش مجید تک کے احوال بھی بتائے جائیں تو پھر بھی "ھل من مزید" کہتے رہنا۔ یعنی ہر لمحہ اسرار کی پیاس رہنی چاہیے۔ اپنے آپ کو معرفت کے سمندر میں غرق کر دو اگر معرفت کے سمندر میں اپنے آپ کو غرق نہ کر سکو تو پھر اس راستہ کی مٹی اپنے سر پر ڈالو اگر تم کو "نم کَنَوْمَةِ الْعُرُوْسِ" (دلہن کی طرح بے فکر ہو کر سو جاؤ) کے مطابق خوشی کی نیند میسر نہیں ہے تو پھر اپنے آپ کی تعزیت کیوں نہیں کرتے؟ اگر

یار کے وصال کی خوشی تیرے نصیب میں نہیں ہے تو پھر اٹھو اور اس کی جدائی کا ماتم کرو۔ اگر تم اپنے یار کا جمال نہیں دیکھ پائے تو پھر اٹھو، آرام سے نہ بیٹھو، بلکہ اس کا دیدار طلب کرو۔ اگر تمہارے اندر اس کی طلب کا جذبہ نہیں ہے تو شرم کرو آخر کب تک تم اس گدھے کی مانند آوارہ پھرو گے جو رسی کے ساتھ بندھا ہوا نہ ہو۔

چین کے پہاڑ میں ایک شخص کا پتھر ہو جانا

چین کے پہاڑ میں ایک سنگدل مرد ہے وہ اپنی آنکھوں سے زمین پر آنسو ٹپکا تا رہتا ہے جب وہ زمین پر اپنے آنسو گراتا ہے تو اس کے آنسو پہاڑ کی طرح بن جاتے ہیں اگر وہ پتھر بادل پر پڑ جائے تو قیامت تک اس بادل سے بارش نہیں برسے گی بلکہ صرف حسرت و یاس اور افسوس ہی ٹپکے گا اسی لئے صادق الامین نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ علم حاصل کرنے کے لئے چین بھی جانا پڑے تو ضرور وہاں جا کر علم حاصل کرو۔ (اُطْلِبُوْ الْعِلْمِ وَلَوْ کَانَ بِالصِّیْن) کیونکہ بے ہمتوں کے غم و غصہ کی وجہ سے علم ایک پتھر کی مانند ہے اور جو اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کرتے ہیں وہ تو علم کو ہیچ سمجھتے ہیں۔ یہ دنیا سب کی سب تاریک ہے اور علم کی مثال راستہ دکھانے والے چراغ کی سی ہے۔ اس تاریک دنیا میں علم کا جوہر ہے۔ جو کہ روح افزا ہے۔ تیری جان کے لئے رہبر ہے تم اس بے سروپا تاریکی میں سکندر کی طرح رہبر کے بغیر پھنسے پڑے ہو اگر تم اس دنیا سے بہت سے جواہرات بھی اکٹھے کر لو گے تو انجام کار خود کو تنکے کی طرح پشیمان اور خوار کرو گے۔ اور اگر تیرے پاس کوئی جوہر نہ ہو تو اس صورت میں بھی تم پشیمان ہی رہو گے۔ یعنی دنیا کے جواہرات اور مال و دولت کے ہونے نہ ہونے کی صورت میں یعنی دونوں صورتوں میں تم پشیمان ہی رہو گے دراصل دونوں جہان تو جان کے اندر پوشیدہ ہیں جسم جان سے اور جان جسم سے پوشیدہ ہے۔ جب تم اس کم مائیگی سے باہر آؤ گے تو

پھر خاص آدمی کا مقام حاصل کرلو گے۔ اگر تم یہاں سے کسی خاص مقام پر پہنچ جاؤ گے تو پھر ایک لمحہ کے اندر سینکڑوں رازوں کو حاصل کرلو گے اور اگر تم اس راستہ میں ہی پھنس کر رہ گئے تو تم پر افسوس ہے پھر تیرا سر وپا ماتم کرنے میں ہی ختم ہو جائے گا۔ رات کی نیند چھوڑو، اور دن کا کھانا بھی چھوڑو، شاید اس طرح تیرے دل میں طلب پیدا ہو جائے اور اس وقت تک طلب کرتے رہو کہ یہ طلب تمہارے نام و نشان کو بھی مٹا دے اور صرف تیری طلب ہی طلب رہ جائے۔ اس لئے دن کا کھانا اور رات کی نیند کو کم کر دو۔

حکایت اس معشوق کی جو اپنے عاشق کے سرہانے پر آیا اور اسے سویا ہوا پایا

ایک عاشق عشق کے جوش سے بہت ہی پریشان ہو چکا تھا ایک دن روتے روتے مٹی پر سو گیا۔ اس کا معشوق اس کے سرہانے آیا تو اس نے دیکھا کہ اس کا محبوب سویا ہوا ہے اور وہ بالکل بے خود ہو چکا ہے معشوق نے موقع و محل کے مطابق ایک رقعہ لکھا اور اپنے عاشق کے بازو پر باندھ دیا۔ عاشق جب نیند سے بیدار ہوا تو اس نے وہ رقعہ پڑھا اور خون کے آنسو بہانے لگا۔ اس رقعہ میں یہ لکھا تھا کہ اے چپ چاپ پڑے ہوئے عاشق! اگر تم سوداگر ہو تو اٹھو اور تجارت کر کے پیسہ کماؤ اور اگر عابد اور شب زندہ دار ہو تو اٹھو اور دن چڑھے تک اللہ کی عبادت کرو اور اللہ کے فرمانبردار، شب زندہ دار بندے بن جاؤ۔ اور اگر تم عاشق ہو تو پھر شرم کرو عاشق کی آنکھوں میں نیند کا کیا کام ہوتا ہے؟ عاشق تو ہمیشہ دن کو ہوا خوری کرتا ہے اور رات کو چاند کی طرح اپنے سوز کی وجہ سے لوگوں کا دل موہ لیتا ہے مگر تم کچھ بھی نہیں ہو۔ تجھے عاشق سمجھنا سراسر غلط ہے اور سفید جھوٹ ہے۔ چونکہ تا اپنی جہالت کی وجہ سے عشق میں در آئے ہو اس لئے مزے سے سوتے رہو کیونکہ تم نااہل ہو۔

ایک پہرے دار کا کسی حسین پر عاشق ہو جانا

ایک پہرہ دار کسی حسین پر عاشق ہو گیا اور رات دن اس کی نیند غائب ہو گئی اور وہ بیقرار رہنے لگا ایک دوست نے اسے کہا کہ تم ہر وقت جاگتے رہتے ہو رات کو تھوڑی سی نیند کر لیا کرو۔ اس نے جواب دیا کہ پہرے دار کی عشق کے ساتھ دوستی ہو گئی ہے اب ان دو وجوہات کی بنا پر نیند کیسے آسکتی ہے؟ ویسے بھی چوکیدار اور پہرے دار کے لئے نیند مناسب نہیں ہوتی اور بالخصوص جب وہ عاشق بھی ہو جائے تو پھر نیند سے اس کا کیا کام ہوتا ہے؟ پہلے مجھے صرف پاسبانی کی وجہ سے جاگنا پڑتا تھا اب عشق نے مزید مجھ پر نیند کو حرام کر رکھا ہے اور معاملہ یک نہ شد دو شد والا ہو گیا ہے اب تھوڑی سی نیند بھی میری قسمت میں نہیں ہے۔ نیند ایسی چیز نہیں ہے کہ میں کسی سے ادھار لے لوں۔ ہر رات کو عشق میرا امتحان لیتا ہے اور مجھ پر پہرہ دیتا ہے کبھی تو یہ مجھے ڈنڈا مارتا ہے اور کبھی دن کو میرے سر پر غم کی مانگ بھرتا ہے اگر میں کبھی بے کھائے پئے اور بے خوابی کی حالت میں سونے لگتا ہوں تو اس وقت عشق مجھے سہانے خواب دکھا کر میری نیند کو حرام کر دیتا ہے۔ میں عشق کی وجہ سے لوگوں کو بھی آرام نہیں کرنے دیتا یعنی اپنی فریاد سے ان کی نیندیں بھی خراب کرتا ہوں۔

ایک دوست نے اسے کہا کہ تو ہر وقت عشق کے تب و تاب میں رہتا ہے اور ساری رات تم ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں سوتے اس نے جواب دیا کہ پاسبان سویا نہیں کرتے اور عاشق کے چہرہ کو دھونے کے لئے آنسو ہی پانی کا کام دیتے ہیں۔ پاسبان کو جاگنے کی عادت ہوتی ہے اور عاشقوں کے چہرہ کو دھونے کے لئے پانی کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ آنسو ہی کافی ہوتے ہیں جب آنکھوں سے پانی بہنے لگ جائے تو پھر اسے نیند کیسے آسکتی ہے؟ عاشقی اور پاسبانی دونوں ایک دوسرے کے ساتھی ہو گئے ہیں اس لئے اب نیند میری آنکھوں سے دریا کے پانی کی طرح بہہ گئی ہے۔ پاسبان کے لئے عاشق ہو جانا ایک

عجیب سی بات ہے لہٰذا بے خوابی میرے دماغ میں بھر گئی ہے۔ جس کو بے خوابی اچھی لگتی ہو تو پھر نیند ہی اس کا مغز اور سر بن جاتا ہے اے مرد! اگر تم اسے ڈھونڈنا چاہتے ہو تو پھر تمہیں سونا نہیں چاہیئے۔ اگر صرف زبانی باتیں ہی باتیں ہیں تو پھر مزے سے سوتے رہو۔ دل کے کوچے میں اچھی طرح پاسبانی کرو۔ کیونکہ دل کے پاس بہت سے چور چھپے بیٹھے ہیں دل کے چوروں نے سارے راستہ میں گھات لگا رکھی ہے اس لئے تم اپنے دل کے گوہر کو چوروں سے بچا کر رکھو۔ جب تجھ میں پاسبانی کی صفت پیدا ہو جائے گی تو پھر مجھ میں عشق پیدا ہو جائے گا۔ اور معرفت بھی تجھے حاصل ہو جائے گی مرد کو خون کے اس دریا میں بے خوابی کی وجہ سے ہی معرفت حاصل ہوتی ہے جس میں بے خوابی کی صفت زیادہ پیدا ہو جائے گی تو وہ بیدار دل کے ساتھ بارگاہ ایزدی میں داخل ہو گا۔ دل کی بیداری چونکہ بے خوابی کی وجہ سے نصیب ہوتی ہے اس لئے دل کی وفاداری کی خاطر نیند کم کیا کرو۔ میں کب تک تمہیں یہ سمجھاتا رہوں گا کہ جب تک تیرا وجود بحر معرفت میں غرق نہیں ہو گا تجھے غرق ہونے سے صرف فریاد نہیں بچا سکے گی؟ اگلے زمانے کے عاشق اپنا اپنا کردار ادا کر کے چلے گئے اور اب وہ مزے سے محو خواب ہیں۔ اب تمہاری باری آئی ہے لہٰذا تم بھی پہلے لوگوں کے راستہ پر چل کر ان کی روایات کو تازہ کرو۔ جس میں محبوب کے عشق کا ذوق پیدا ہو گا اس کو بہت جلدی دونوں جہان کی چابی مل جائے گی۔ اگر وہ عورت ہی ہو گی تو اسے شاندار مردوں کا درجہ مل جائے گا اور اگر وہ مرد ہو گا تو پھر وہ جوانمرد اور گہرا سمندر بن جائے گا۔

عشق کے بیان میں عباسیہ کے مقالات

ایک رات کو عباسیہ (پراسرار راوی) نے کہا کہ اے عشق کے مرد! جس پر عشق کے درد کا ایک ذرہ بھی چمکتا ہے اگر وہ مرد ہے تو اس سے عورت پیدا ہوتی ہے اور اگر وہ عورت ہے تو اس سے مرد پیدا ہوتا ہے۔ تو نے نہیں دیکھا کہ وہ ذرہ حضرت آدم علیہ

السلام پر چمکا تو اس کی بائیں پسلی سے اماں حوا پیدا ہوئی اور وہی ذرہ حضرت مریم پر چمکا تو اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ جب تک اس ذرے کی مطلوبہ مقدار تم پر نہیں چمکے گی تمہارے کام بھی حل نہیں ہونگے اور جب یہ ذرہ تمہیں حاصل ہوگا تو تمہیں باطنی مملکت نصیب ہوگی اور تیرے دل کی ہر مراد پوری ہو جائے گی۔ اسی ذرے کو ہی ملک اور حکومت سمجھو۔ اگر تم صرف اسی دنیا کی بادشاہی پر قناعت کر لو گے تو پھر تم ابد تک اپنے آپ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ضائع کر بیٹھو گے۔ ہمیشہ کی سلطنت تو معرفت کے اندر ہے کوشش کرو تاکہ تمہیں معرفت کی صفت حاصل ہو جائے۔ جو شخص معرفت کے جہان کا مست ہوتا ہے وہ جہان کی تمام مخلوق پر بادشاہ ہوتا ہے۔ سارے عالم کی بادشاہی اس کے سامنے ایک چھوٹا سا ملک ہوتا ہے۔ نو آسمان اس کے سمندر میں ایک کشتی کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اگر زمانے کے بادشاہ اس بے کنار سمندر سے ایک جام پینے کی لذت کو جان لیتے تو وہ غم و درد کی وجہ سے ہمیشہ ماتم میں رہتے۔ اور اسی درد کی وجہ سے ایک دوسرے کا منہ تک بھی نہ دیکھتے۔

سلطان محمود کا ویرانہ میں ایک دیوانے کو دیکھنا

ایک دفعہ سلطان محمود کسی ویرانے میں جا رہا تھا وہاں اس نے ایک مست دیوانہ کو دیکھا جو اپنے غم میں سر کو نیچے کئے ہوئے تھا۔ اور اپنی پشت کو پہاڑ جتنے بوجھ کو اٹھانے کی وجہ سے خم کئے ہوئے تھا۔ جب اس نے بادشاہ کو دیکھا تو کہا پرے ہٹ جا ورنہ تم پر بھی سینکڑوں "دور باش" ڈال دونگا۔ تو بادشاہ نہیں ہے بلکہ تو ایک کمزور ہمت کا انسان ہے اور اپنے خدا کی نعمتوں کا کافر ہے۔ سلطان محمود نے اسے کہا کہ تم مجھے کافر نہ کہو۔ مجھے معرفت کی صرف ایک ہی بات بتاؤ۔ زیادہ نہیں۔ اس نے کہا اے بے خبر! کاش تم یہ جانتے کہ تمہیں اپنے سے کیوں دور کر دیا گیا ہے؟ سنو بات یہ ہے کہ تم چونکہ خاک

اور خاکستر کی طرح نہیں ہو بلکہ تم نے غرور کی آگ اپنے سر پر ڈال رکھی ہے۔ اگر تم میں خاک اور خاکستر کی طرح عاجزی ہوتی تو تجھے قرب نصیب ہو جاتا مگر تمہارے اندر غرور کی آگ جل رہی ہے اس لئے تمہیں اپنی بارگاہ سے دور کر دیا گیا ہے۔ یعنی اللہ کی بارگاہ میں عاجزی پسند کی جاتی ہے اور غرور کو پسند نہیں کیا جاتا۔

وادیٔ استغناء کی صفت میں

اس کے بعد وادیٔ استغنا آتی ہے نہ وہاں کوئی دعویٰ کام آتا ہے اور نہ ہی معافی۔ وہاں تو صرف بے نیازی کی آندھی چلتی ہے جس سے تمام نظام ہی درہم برہم ہو جاتا ہے۔ یہاں پر سات دریا بھی ایک بالشت کے برابر ہیں اور سات ستارے یہاں پر ایک چنگاری کے برابر ہوتے ہیں یہاں پر آٹھ جنتیں بھی ہیچ ہیں اور سات دوزخ پر ایک چیونٹی کو بھی سو ہاتھیوں کی طاقت نصیب ہوتی ہے سینکڑوں قافلوں میں ایک آدمی کو بھی اس لئے زندہ نہیں رکھا جاتا تاکہ کوے کو اڑنے کا حوصلہ رہے۔ لاکھوں سبز پوش فرشتوں کی مخلوق غم میں جلتی رہی تب کہیں حضرت آدم علیہ السلام کا چراغ روشن ہوا۔ یعنی پھر ان کی توبہ قبول ہوئی۔ ہزاروں جسم روح سے خالی ہوئے تب اللہ کی بارگاہ میں حضرت نوح علیہ السلام ایک کامیاب بڑھئی ثابت ہوئے یعنی تب ان کی کشتی جودی پہاڑ پر جا لگی۔ ہزاروں مچھر نمرود کے لشکر میں گھس گئے تب کہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام غالب اور فاتح ہوئے۔ ہزاروں نو مولود بچوں کا سر کاٹا گیا تب کہیں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام جیسے دیدہ ور پیدا ہوئے۔ ہزاروں لوگوں نے اپنی کمر پر زنار باندھے تب کہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام محرم اسرار پیدا ہوئے۔ ہزارہا مخلوق نے اپنی جانوں کو اور اپنے دلوں کو قربان کیا تب کہیں حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو ایک رات کے حصہ میں معراج سے سرفراز فرمایا گیا نہ یہاں نئے کی قدر ہے نہ پرانے کی۔

خواہ تم یہاں کچھ کرو، خواہ کچھ نہ کرو۔

اگر تم نے ایک جہان کا دل بھی کباب ہوتے دیکھا ہے تو میں یہی کہوں گا کہ تم نے کوئی خواب دیکھا ہے۔ اگر اس دریائے بے کنار میں ہزاروں جانیں بھی تلف ہو جائیں تو وہ ایسے ہیں گویا شبنم کا ایک قطرہ بے پایاں سمندر میں گر پڑا ہے اور بس اگر ہزاروں سر بے ہوش ہو گئے ہوں تو اس کی مثال یوں ہے گویا سورج کا ایک ذرہ، سایہ میں گم ہو گیا ہے۔ اگر تمام آسمان اور ستارے ایک ایک کر کے گر پڑیں تو اس کی مثال اس طرح ہو گی جیسے کسی درخت سے ایک پتہ گر جائے۔ اور اگر زمین کی تہ سے لے کر چاند تک ہر ایک چیز عدم میں چلی جائے تو اس کی مثال اس طرح ہو گی گویا ایک لنگڑی چیونٹی کنوئیں کی گہرائیوں میں گر پڑی ہے۔ اگر دونوں جہان ایک دم نیست و نابود ہو جائیں تو اس کی مثال کچھ اس طرح ہو گی جیسے زمین کی ریت صاف ہو گئی ہے۔ اگر دنیا میں کسی آدمی، کسی جن، بھوت کا نام و نشان بھی نہ رہے تو اس کی مثال صرف بارش کے ایک قطرے کے برابر ہو گی۔ اگر تمام مخلوق کے اجسام خاک میں چلے جائیں تو کہا جا سکتا ہے کہ جانور کے چند بال نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اگر کل کے تمام اجزا تباہ ہو جائیں تو کہا جا سکتا ہے کہ دنیا سے صرف ایک تنکا کم ہوا ہے اور اگر یکبارگی یہ نو آسمان ناپید ہو جائیں تو کہا جا سکتا ہے کہ سات سمندروں میں سے پانی کا ایک قطرہ کم ہو گیا ہے۔

حکایت ایک جوان کی جو کنوئیں میں گر گیا تھا

ہمارے گاؤں میں ایک چاند کی طرح کا خوبصورت نوجوان یوسف کی طرح کنوئیں میں گر گیا۔ اوپر سے کافی مٹی اس کے اوپر گر گئی۔ آخر کار اس کو کسی شخص نے باہر نکال لیا اس کی حالت انتہائی نازک ہو چکی تھی، صرف ایک دو سانس باقی تھے اس نیک

نوجوان کا نام محمد تھا۔ اب موت اس کے ایک قدم کے فاصلہ پر تھی۔ جب باپ نے اسے اس حالت میں دیکھا تو اس نے کہا اے بیٹے! اے میری آنکھوں کے چراغ! اے جان پدر! اے محمد! باپ کے ساتھ کچھ مہربانی کر اور صرف ایک بات ہی کرو۔ اس نے آگے سے صرف اتنا کہا "کہ اب بات گئی، بات کہاں ہے؟ اب تیرا بیٹا کہاں ہے؟ جس کا نام محمد تھا وہ کہاں ہے؟ بس یہ الفاظ کہے اور اپنی جان جان آفرین کے حوالے کر دی۔ اور وہ فوت ہو گیا۔

اے صاحب نظر سالک! غور سے دیکھو کہ اس دنیا سے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کہاں تشریف لے گئے؟ حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھو کہ وہ کہاں چلے گئے؟ آدم کہاں ہے؟ اور ان کی اولاد کہاں ہے؟ یہ تمام جزئیات کہاں ہیں؟ اور کلیات کہاں ہیں؟ زمین کہاں ہے؟ پہاڑ کہاں ہیں؟ دریا کہاں ہیں؟ اور آسمان کہاں ہیں؟ پریاں، جن، دیو، آدمی اور فرشتے کہاں ہیں؟ وہ ہزاروں خاکی وجود کہاں ہیں اور وہ ہزاروں پاک شخصیتیں کہاں ہیں؟ وہ کہاں گئے جو وفات کے وقت تڑپتے رہ گئے؟ ان کی روحیں کہاں اور ان کے اجسام کہاں ہیں؟ اگر تم دونوں جہانوں کو بلکہ ان سے سینکڑوں گنا زیادہ کو بھی لے کر پیس لو اور پھر اسے چھان لو تو چھلنی کے اوپر کوئی نام و نشان نہیں رہے گا۔ اس طرح جو مر چکے ہیں ان کا دنیا میں نام و نشان بھی باقی نہیں رہا۔

حضرت شیخ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کی گفتار کے بارے

حضرت یوسف ہمدانی" ایک بزرگ تھے اور چشم بینار کھتے تھے ان کا دل پاک تھا اور دل اسرار سے آگاہ تھا۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ اگر تم کافی عرصہ عرشوں پر ہو اور پھر زمین کے نیچے بھی کافی عرصہ رہو۔ جو کچھ تھا اور جو کچھ ہو گا ہر نیکی اور ہر بدی حتیٰ کہ ہر ایک ذرہ بھی یعنی سب کچھ اللہ تعالیٰ کے دریائے سخاوت کا صرف ایک قطرہ ہے فرزند

کا ہونا اور آدم کا نہ ہونا کیا فائدہ؟

اے سادہ! یہ وادی اتنی آسان نہیں ہے جتنا کہ تم اسے اپنی جہالت کی وجہ سے سہل سمجھتے ہو۔ اگر تمام دریا تیرے دل کے خون سے بھر جائیں تو صرف ایک ہی منزل طے ہو گی اگر تم اس راستہ کو ہمیشہ طے کرتے رہو گے اور جب بھی تم آنکھیں کھول کر دیکھو گے تو ابھی پہلے ہی قدم پر ہو گے۔ کسی سالک نے آج تک اس راستہ کا کنارہ نہیں دیکھا اور نہ ہی کسی نے آج تک اس درد کی دوا پائی ہے۔ اگر تم دنیا میں برف کی طرح ٹھٹھر جاؤ۔ خواہ مر جاؤ یا زندہ ہو جاؤ خواہ تم ہمیشہ دوڑتے جاؤ اور دوڑتے ہی رہو تو ابد تک تم گھنٹے آواز (بانگ درا) برابر سنتے ہی رہو گے تجھے نہ وہاں چلنے کی ضرورت ہے نہ تجھے وہاں کھڑے ہونا پڑے گا نہ وہاں تجھے مرنا بہتر ہے اور نہ پیدا ہونا۔ جس مشکل سے تجھے واسطہ پڑ گیا ہے وہ کام بڑا سخت ہے مگر چونکہ تیرا استاد نہیں ہے تو اس سے کیا فائدہ ہو گا؟ سر کو خواہ پٹخو یا نہ پٹخو۔ اے مرد خاموش رہو۔ زیادہ نمائش سے کام نہ لو یہ ریا کاری ہے کوئی کام کر کے دکھاؤ۔ کام کو ترک بھی کرو اور کام کو کرو بھی خواہ اپنا کام تھوڑا کرو خواہ زیادہ کرو۔ اگر کوئی بھی صورت تیرے درد کی دوا بن جائے تو آخر کار تمہیں کامیاب کہا جائے گا۔ اور اگر تیرا کوئی کام کسی وقت بھی دوا نہ بن سکے تو پھر تجھے بے کار ہی سمجھا جائے گا۔ جو کام تو نے پہلے کیا ہے اب اسے نہ کرو یعنی جس کام کا کرنا اور نہ کرنا دونوں درست ہوں الغرض جب تم میں پہچان ہی نہیں ہے تو تم اس کام کو کیسے پہچانو گے؟ شاید تم نہ پہچان سکو اور کام کر گزرو۔ بے نیازی کو دیکھو اور استغنا کو دیکھو خواہ تم گویا بننا چاہتے ہو یا نوحہ گر استغنا کی بجلی یہاں پر اس طرح چمکے گی کہ اس کی حرارت سے سینکڑوں جہاں جل جائیں گے۔

یہاں سینکڑوں جہان مٹی میں مل جاتے ہیں اگر اس وادی میں کوئی جہان بھی نہ ہو تو کوئی پرواہ نہیں۔

اس بیان میں کہ یہ جہان ہیچ در ہیچ ہے

تم نے دیکھا ہو گا کہ ایک عقل منداور دانا آدمی یعنی علم فلکیات اور علم نجوم کا ماہر اپنے سامنے مٹی کا ایک تختہ لاتا ہے اس تختے کو ثوابت اور سیار ستاروں سے منقش کرتا ہے پھر آسمان کا نقشہ بناتا ہے اور زمین کا نقشہ بناتا ہے کبھی وہ آسمان کے متعلق کوئی بات بتاتا ہے اور کبھی زمین کے متعلق۔ اسی طرح وہ نجوم اور بروج کا نقشہ بناتا ہے اور ان کے عروج اور زوال کا حال بتاتا ہے پھر وہ نحوست اور سعادت کا حکم لگاتا ہے اور موت اور ولادت کا خانہ بناتا ہے۔ جب وہ اس کی نحوست اور سعادت کا حساب لگا لیتا ہے تو پھر وہ اس سارے تختہ کو ایک کنارے سے پکڑ کر جھاڑ دیتا ہے گویا کچھ بھی نہ تھا۔ اور وہ سب نقش و نگار اور نشان کچھ بھی نہ تھے۔ سو اس پیچ در پیچ عالم کی مثال بھی اسی تختہ خاک کی طرح عارضی، وقتی اور سطحی ہے جس کا ذکر ابھی ہم کر چکے ہیں۔

تم اس خزانے کی تاب نہیں لا سکتے لہٰذا اس کے درپے نہ ہو بلکہ کسی گوشہ میں بیٹھ جاؤ۔ اسی عالم میں تمام مرد اور عورتیں وجود میں آئیں اور اب دونوں جہان میں ان کا نام و نشان بھی باقی نہیں ہے جب تم اس راستہ کی تاب نہیں لا سکتے تو پھر خواہ تم پہاڑ کی طرح بھی وزنی بنو گے تو پھر بھی آخر کار تنکے کی طرح بے وزن ہو جاؤ گے۔

اس مرد کے احوال کا بیان جس کے سامنے سے پردہ ہٹایا گیا

ایک اہل راز عارف نے دوسرے اہل راز سے کہا کہ ایک دفعہ عالم اسرار سے میرے لئے پردہ ہٹایا گیا اور غیب سے ہاتف کی آواز آئی کہ اے مرد بزرگ، جلدی جلدی جو کچھ دیکھنا ہے دیکھ لو اور جو کچھ حاصل کرنا ہے حاصل کر لو۔ بزرگ فرماتے ہیں میں نے انبیاء کو دیکھا کہ وہ سخت تکلیف میں مبتلا ہیں۔ جہاں کہیں رنج و غم زیادہ تھا انبیاء کے لئے مخصوص تھا۔

اے مخاطب! جب انبیاء کے نصیب میں مصائب ہوتے ہیں تو اس غریب بوڑھے کو کیسے راحت ملے گی؟ میں نہ عزت چاہتا ہوں نہ خواری بس میں تو صرف یہ چاہتا ہوں کہ اپنی تمام زندگی عاجزی میں ہی گزاروں۔

اللہ اپنے برگزیدہ بندوں کو دردو تکلیف دیتا ہے تو پھر غم کا یہ خزانہ غریبوں کو کیسے مل سکتا ہے؟ انبیاء چونکہ زبردست قوت ارادی کے مالک ہوتے ہیں اس لئے وہ ان مصائب کو برداشت کر سکتے ہیں مگر میں ان مصائب کو برداشت نہیں کر سکتا۔ اس لئے مجھ پر یہ مصائب نہ ڈالی جائیں۔ یہ جو کچھ میں روح کے خفیہ اسرار بتا رہا ہوں چونکہ تمہیں ان اسرار سے کچھ واسطہ نہیں ہے اس لئے ان سے تمہیں کیا فائدہ ہوگا؟ اگر تم مصائب کے سمندر میں گرو گے تو چکور کی طرح تیرے بال اور پر گر جائیں گے اگر تمہیں اس سمندر کی گہرائی اور اس کے مگرمچھوں کا علم ہو جائے تو پھر تم اس راستہ پر چلنا پسند نہیں کرو گے۔

تو اپنے غرور میں بے چین اور بے قرار ہے جب اس سمندر میں گر پڑو گے تو پھر کس طرح سلامتی کے ساتھ باہر آسکو گے؟

مکھی کی حکایت جس نے راستہ میں شہد کا مٹکا دیکھا تھا

ایک مکھی خوراک حاصل کرنے کے لئے کہیں جا رہی تھی کہ اس نے کسی مکان کے کونہ میں شہد کا مٹکا دیکھا وہ اس شہد کے شوق میں بے چین ہوگئی اور جوش سے کہنے لگی کوئی ایسا باہمت مرد ہے جو مجھ مسکین سے ایک روپیہ لے کر مجھے اس مٹکے کے اندر بٹھادے۔ اگر اسی طرح میری مراد وصل پوری ہو جائے تو میرے لئے شہد سے بہتر اور کوئی چیز نہیں ہے میری جو بھی تکلیف یا بیماری ہوگی شہد کے مٹکے میں جا کر دور ہو جائے گی اور "ہر کہ در کان نمک رفت نمک شد" کے مطابق میں شہد میں جا کر شہد ہی

ہو جاؤں گی۔ بہر حال جب وہ مکھی شہد کے مٹکے میں گھس گئی اور شہد سے اس کا واسطہ پڑا تو اس کے ہاتھ پاؤں شہد میں پھنس گئے۔ اس نے تڑپنا چاہا تو تڑپ نہ سکی اس نے اڑنا چاہا مگر اڑ نہ سکی۔ پھر چیخنے چلانے لگی کہ میں مصیبت میں پھنس گئی ہوں یہ شہد تو میرے لئے زہر سے بھی زیادہ کڑوا ثابت ہوا ہے پہلے میں نے شہد کے اندر جانے کے لئے ایک روپیہ دیا تھا اب میں اس شخص کو دس روپے دوں گی جو مجھے اس مصیبت سے باہر نکالے الغرض اس وادیٔ استغنا میں کوئی ایک لمحہ کے لئے بھی فارغ نہیں ہوتا اس وادی میں جانا ہر ایک کا کام نہیں ہے بلکہ یہاں صرف کامل اور بالغ مرد ہی جاتے ہیں اے پریشان! تمہاری ساری عمر غفلت میں بیت چکی ہے تمہاری عمر گزر گئی ہے مگر تم نے کچھ حاصل نہیں کیا اب اللہ سے دوسری عمر مانگو اور پھر ہمت کر کے اٹھو اور اس مشکل وادی کو طے کرو اور اپنے جان و دل سے متعلق منقطع کر لو کیونکہ اگر تم اپنی جان اور اپنے دل کی بھلائی چاہو گے تو پھر تم مشرک ہو بلکہ مشرکوں سے بھی بڑے غافل ہو لہٰذا اپنے جان و دل کو اس راستہ میں قربان کر دو ورنہ اس وادیٔ استغنا سے تمہیں خالی لوٹنا پڑے گا۔

حکایت ایک خرقہ پوش بزرگ کا سگ بان کی لڑکی پر عاشق ہونا

ایک خرقہ پوش بڑے مشہور بزرگ گزرے ہیں جن سے ایک سگ بان (کتے والے) کی لڑکی چین و قرار چھین کر لے گئی۔ وہ بزرگ اس محبوبہ کے عشق میں اس طرح بے چین ہو گئے کہ ان کے دل سے دریا کی طرح خون کی لہر اٹھتی تھی وہ محبوبہ کا منہ دیکھنے کی امید میں ساری رات اس کی گلی کے کتوں کے ساتھ سوتا تھا۔ لڑکی کی ماں کو پتہ چل گیا وہ کہنے لگی اے شیخ! تیرا دل جو گمراہ ہو چکا ہے اگر تو نے ہم سے اس کا رشتہ لینا ہے تو پہلے سوچ لے کہ ہمارا پیشہ سگ بانی ہے اور بس۔ یعنی کتے پالنا اور ان کی پرورش کرنا ہمارا پیشہ ہے اگر تم ہمارا طریقہ اختیار کر لو اور سگ بانی کا پیشہ اپنا لو تو ایک سال کے بعد ہم اپنی لڑکی کا عقد تیرے ساتھ کر دیں گے اور تجھے اپنا مہمان بنا لیں گے

چونکہ وہ شیخ عشق کے معاملہ میں سست نہیں تھا بلکہ چست تھا اس لئے اس نے فوراً اپنا خرقہ اتار کر پھینک دیا اور کتوں کی خدمت کرنے میں لگ گیا۔ وہ کتے کی رسی کو پکڑ کر بازار میں جایا کرتا تھا الغرض ایک سال تک وہ یہ خدمت سرانجام دیتا رہا۔ ایک اور صوفی جو اس کا دوست تھا اس نے اسے اس حالت میں دیکھا تو کہا "تمیں سال تک تو صوفی بنا رہا ہے اب یہ کتوں کی پرورش کرنے کا کام کیوں اختیار کر لیا ہے؟ ایسا کام تو کسی نے بھی نہیں کیا ہوگا۔" اس نے جواب دیا "اے غافل! بات کو لمبا نہ کرو اور اس تصویر پر پردہ ڈالو۔ اللہ تعالیٰ ان اسرار کو بہتر جانتا ہے وہ اس واقعہ کو تم پر بھی وارد کر سکتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ تیرے اس طعنہ کو دیکھے گا جو تم مجھے دے رہے ہو تو وہ اس کتے کو میرے ہاتھ سے لے کر تیرے ہاتھ میں دے سکتا ہے"

اے مخاطب! میں کب تک تمہیں یہ راز بتاتا رہوں گا میرا دل درد و غم اور آہ کی وجہ سے خون خون ہو چکا ہے اور مجھے ابھی تک ایک مرد راہ نظر نہیں آیا۔ میں یونہی بہت بیکار باتیں کہہ رہا ہوں حالانکہ تم میں سے ایک آدمی بھی ان اسرار کو چاہنے والا پیدا نہیں ہو سکا اگر تم اس راستہ کے اسرار جاننے والے ہوتے تو اس وقت میرے حال سے آگاہ ہوتے۔ اگرچہ میں نے اس سے پہلے بھی اس راستہ کے بہت سے اسرار و رموز بتائے ہیں مگر سب لوگ سوئے پڑے ہیں کوئی راہرو نظر نہیں آتا۔

حکایت ایک مرید کا اپنے شیخ سے خاص الخاص نکتہ بیان کرنے کی درخواست کرنا

ایک مرید نے اپنے شیخ سے کہا کہ کوئی خاص الخاص حضوری کا نکتہ بیان فرمایئے۔ اس پر شیخ نے اسے کہا دور ہو جاؤ۔ اس نکتہ کو سننے کے لئے پہلے اپنے منہ کو دھو۔ پھر میں یہ نکتہ بیان کروں گا۔

نجاست کے اندر خوشبو ڈالنے کا کیا فائدہ؟ نااہلوں کے سامنے نکتہ بیان کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

"یہ منہ اور مسور کی دال"

وادیٔ توحید کی وصف کے بارے میں

اس کے بعد تیرے سامنے وادیٔ توحید آئے گی۔ اور تغرید و تجرید کی منزل بھی آئے گی۔ جب اس بیابان سے لوگ اپنے اپنے منہ باہر نکالیں گے تو تمام سروں کو ایک ہی گریبان سے باہر نکالیں گے۔ یعنی کثرت بھی وحدت میں نظر آئے گی۔ اس کی مثال یوں ہے کہ عدد خواہ زیادہ ہوں یا تھوڑے ہوں۔ یعنی ایک کے اندر دس بھی ہوں تو دراصل وہ ایک ہی ہوتا ہے ایک کے عدد کے ساتھ ایک اور عدد ملتا جائے تو وہ بہت سے عدد ہو جاتے ہیں تاہم ہر ایک عدد کے اندر وہ ایک کا عدد مکمل صورت میں ہوتا ہے اس سے وہ ایک مراد نہیں ہے جو احد کے معنوں میں ہے کیونکہ یہ ایک کا لفظ عدد میں معدود ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ احد ہے الصمد ہے لم یلد ہے۔ ولم یولد ہے ولم یکن لہ کفوا احد ہے۔

اللہ کی ذات حدو عدد سے پاک ہے یہ ازل و ابد سے بھی ماوراء ہے جب ازل کی ابتدا کا ہی پتہ نہیں تو پھر ابد کی انتہا کیسے متعین کی جائے گی؟ اس لئے ان دونوں (ازل و ابد) کو ہم کیسے درمیان میں لا سکتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کی ذات پاک کے ماسوا ہر ایک چیز ہیچ ہے لہٰذا اس اعتبار سے ہر چیز دراصل ایک پیچیدہ راز ہے۔

ایک مرد کا دیوانے سے سوال کرنا

کسی صاحب عزت آدمی نے ایک دیوانے سے پوچھا کہ یہ دنیا کیا چیز ہے؟ ذرا اس گتھی کو سلجھا دیں اس نے کہا کہ یہ دنیا نام و ننگ یعنی شان و شوکت سے بھری ہوئی ایک چیز ہے اس کی مثال کئی رنگوں والے شہد کی سی ہے۔ کوئی شخص اس شہد کو کھینچتا ہے تو وہ

سب کا سب موم بن جاتا ہے جب یہ موم ہی موم ہوتا ہے اور کوئی چیز نہیں ہوتا تو جاؤ اور میری جان چھوڑو کہ یہ کئی رنگوں والی چیز اور کوئی چیز نہیں ہے۔ جب یہاں ایک ہی ہے تو پھر دوئی کا وجود کہاں ہے؟ یہاں من و تو کا کوئی امتیاز ہی باقی نہیں رہتا۔

ایک بوڑھی عورت کا حضرت بو علیؒ کے پاس جانا

ایک بوڑھی عورت حضرت بو علیؒ کے پاس گئی وہ کاغذ میں سونا لے گئی اور کہا کہ یہ لے لو۔ شیخ بو علیؒ نے کہا میں نے عہد کیا ہوا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے کوئی چیز نہیں لوں گا۔ اس بوڑھی عورت نے فوراً کہا اے بو علی! یہ بھینگا پن تو نے کہاں سے لیا ہے؟ تو اس راستہ میں ابھی مرد حل و عقد نہیں ہوا۔ تم اگر بھینگے نہ ہوتے تو تمہیں کوئی غیر نظر نہ آتا۔ اس مقام پر مرد کی آنکھوں میں کوئی غیر نہیں ہے یہاں کعبہ اور دہر کی کوئی تمیز نہیں ہے مرد راہ جو بات بھی سنتا ہے وہ اسی ذات پاک سے ہی سنتا ہے اس کے وجود کو پائیداری بھی اسی کی وجہ سے ہے وہ اس کے سوا اور کسی کو ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں دیکھتا نہ ہی اس کے سوا وہ اور کسی کو جانتا ہے وہ اسی میں ہے۔ اسی سے ہے اور اسی کے ساتھ ہے اور پھر ان تینوں نسبتوں سے وہ بالکل باہر بھی ہے جو وحدت کے دریا میں گم نہ ہوا اگر وہ آدم بھی ہو تو وہ کامل نہیں ہوتا کیونکہ جوانمردی وحدت کے دریا میں گم ہونے سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ جو شخص نیکی اور بدی کو عالم غیب کی جیب کا سورج سمجھتا ہو آخر کار ایک دن معرفت کا سورج اسے اپنے ساتھ ملا لے گا اور نقاب الٹ دے گا یعنی وہ اسرار غیب سے واقف ہو جائے گا جب وہ سورج سے واصل ہو گیا تو پھر تم یقین کر لو کہ نیکی اور بدی وہاں کالعدم ہو جاتی ہیں۔ جب تک تمہارا وجود باقی ہے تب تک نیکی اور بدی بھی موجود ہیں جب تم گم ہو جاؤ گے تو نیکی اور بدی کا تصور بھی محض ایک خیال ہوگا۔ اگر تم اپنے وجود میں پابند رہو گے تو تمہیں بہت سی نیکیاں اور

بدیاں بھی اس راستہ میں نظر آئیں گی جب تک تم اپنے وجود میں گرفتار ہو تو سمجھ لو کہ تم ہیچ ہو تمہاری کوئی حیثیت نہیں ہے۔ کاش کہ تم اب بھی پہلے کی طرح یعنی یوم الست کی طرح ہو جاؤ اپنی ہستی کو معطل کر دو بری صفات سے کلیۃً پاک ہو جاؤ پھر مٹی میں مل کر اس کے ساتھ مل جاؤ تم کہاں جانتے ہو کہ تمہیں بھٹی میں ڈالنے کے لئے تمہارے جسم کے اندر کتنی نجاستیں موجود ہیں تیرے اندر کتنے سانپ اور بچھو چھپے ہوئے ہیں؟ جو ابھی سوئے ہوئے ہیں اور اپنے آپ میں گم ہیں اگر تم ذرہ برابر بھی ان کو چھیڑو گے تو ان میں سے ہر ایک سینکڑوں اژدھا بن جائیں گے ہر ایک کے لئے سانپوں سے بھری ہوئی دوزخ ہے جب تک تم اپنی خواہشات کو ترک نہیں کرو گے دوزخ سے بچ نہیں سکو گے اگر تم اپنی نفسانی خواہشات سے نکل کر باہر آ جاؤ گے تو پھر تم مٹی کے اندر خوشی سے سوتے رہو گے۔ ورنہ تو مٹی کے نیچے بے شمار بچھو اور بے شمار سانپ تجھے قیامت کے دن تک ڈستے ہی رہیں گے۔ اے عطار! تم کب تک ان مجازی حروف کا سہارا لے کر اسرار توحید کی گتھیاں سلجھاتے رہو گے؟ مرد سالک جب یہاں پہنچتا ہے تو پھر یہاں صرف مقام ہی مقام رہ جاتا ہے مرد کا وجود ختم ہو جاتا ہے چونکہ اب اس کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے اس لئے وہ گم ہو جاتا ہے چونکہ یہاں وہ حقیقت بیانی سے کام لیتا ہے اس لئے گونگا ہو جاتا ہے وہ جزو ہوتا ہے یا کل ہوتا ہے یا پھر نہ کل ہوتا ہے اور نہ جزو۔ بلکہ وہ ایک عیاں صورت ہوتا ہے نہ اس کی کوئی جان ہوتی ہے نہ اس کا کوئی عضو ہوتا ہے وہ چاروں اخلاط (آگ، پانی، مٹی، ہوا) سے باہر آ جاتا ہے۔ ہزاروں لاکھوں اجسام سے ہزاروں لاکھوں اخلاط اور عناصر باہر آ جاتے ہیں معرفت کے مکتب میں یہ ایک عجیب راز ہے لاکھوں عقل یہاں خشک لبی میں مبتلا ہوتے ہیں۔ عقل کی یہاں کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ یہاں عقل کو باہر نکال دیا جاتا ہے اس کی مثال ایک مادر زاد اندھے بہرے لڑکے کی طرح ہوتی ہے جس نے اس راز کا ایک ذرہ بھی پا لیا اس کا نام دونوں

جہان میں روشن ہو گیا اگرچہ اس کی حیثیت جہان میں بال سے کم ہوتی ہے اس لئے وہ بذات خود کیسے چمک سکتا ہے؟ اگرچہ وہ کل نہیں ہوتا مگر جو کچھ بھی ہوتا ہے کافی ہوتا ہے اگر اس کا وجود ہے یا نہیں ہے دونوں صورتوں میں یہ کافی ہوتا ہے۔

حکایت مناجات شیخ لقمان سرخسی رحمتہ اللہ علیہ

ایک بار لقمان سرخسیؒ نے کہا اے اللہ! میں بہت بوڑھا اور کمزور ہو چکا ہوں بادشاہوں کا دستور ہے کہ جب ان کا غلام بوڑھا ہو جائے تو اسے خوش کرتے ہیں اسے فارغ خطی لکھ دیتے ہیں اور آزاد کر دیتے ہیں اے بادشاہوں کے بادشاہ تیری بندگی میں میرے بال برف کی طرح سفید ہو گئے ہیں میں نے تیری بہت سی خدمت کی ہے اور بہت سے غم برداشت کئے ہیں اب مجھے خوشی سے ہمکنار کر۔ میں چونکہ بہت بوڑھا ہو چکا ہوں اس لئے مجھے فارغ خطی عطا فرما غیب سے آواز آئی اے میرے حرم کے خاص الخاص بندے! جو ہماری خدمت سے آزادی چاہتا ہو اس کی عقل اور شرعی تکلیف اس سے واپس لے لی جاتی ہے تم بھی ان دونوں چیزوں (عقل اور شرعی تکلیف) کو خیر باد کہو اور آزاد ہو جاؤ اس نے کہا اے اللہ میں ہمیشہ صرف تجھے چاہتا ہوں عقل اور شرعی تکلیف کی مجھے کوئی ضرورت نہیں ہے والسلام۔ چنانچہ وہ عقل اور تکلیف شرعی سے باہر آ گیا اور دیوانگی میں ناچنے کودنے لگ گیا پھر اس نے کہا میں نہیں جانتا میں کون ہوں؟ میں اگر بادشاہ کا غلام نہیں ہوں تو پھر کیا ہوں؟ میری بندگی مٹ گئی، آزادی نہ رہی اور میرے دل میں خوشی اور غمی کا ذرہ بھی نہیں رہا نہ میں کوئی صفت اور خوبی ہوں اور نہ میں بے صفت اور بے خوبی ہوں۔ میں عارف تو ہوں مگر میرے پاس معرفت نہیں ہے۔ میں نہیں جانتا کہ تو، میں ہے یا میں، تو ہوں۔ میں تیری ذات پاک میں محو ہو چکا ہوں لہٰذا اب دوئی بھی گم ہو گئی ہے۔

حکایت ایک معشوق کا گہرے پانی میں ڈوبنا اور عاشق کا اس کے پیچھے کود پڑنا

ایک معشوق اتفاق سے گہرے پانی میں گر گیا، عاشق نے جب دیکھا تو اس نے بھی پیچھے سے جلدی سے پانی میں چھلانگ لگا دی جب وہ دونوں پانی میں اکٹھے ہوئے تو معشوق نے اپنے عاشق سے پوچھا کہ اگر میں پانی میں گر گیا تھا تو پھر تو نے کیوں چھلانگ لگا دی؟ عاشق نے جواب دیا کہ میں نے پانی میں اس لئے چھلانگ لگا دی تھی کہ میں اپنے آپ کو تجھ سے تمیز نہیں کر سکتا تھا۔ یعنی میں تجھ کو اور خود کو الگ الگ نہیں سمجھتا تھا۔ یعنی میں تجھ کو اور خود کو الگ الگ نہیں سمجھتا بلکہ میں دونوں کو ایک ہی سمجھتا ہوں۔ کافی عرصہ سے میں اسی شک میں رہا ہوں کہ تو، میں ہے یا میں تو ہوں یا صرف تو ہی تو ہے جب ہمیشہ ہی تو، میں ہے اور میں، تو ہوں تو پھر ہم دونوں ایک ہی ہیں والسلام کوئی الگ الگ دو وجود تو نہیں ہیں جب تک دوئی موجود رہے گی شرکت کا عنصر پایا جائے گا اور جب دوئی اٹھ جائے گی تو پھر خالص توحید رہ جائے گی۔ توحید یہی تو ہوتی ہے کہ تو اپنے آپ کو اس کی ذات میں گم کر دے گر تم اپنی اس گم شدگی کو ذرا کم کر دو گے تو پھر اس کا نام تفرید ہوتا ہے (یہاں توحید اور تفرید کا فرق بیان کیا گیا ہے)

حکایت سلطان محمود اور ایاز یگانگ کے اسرار کے مقام میں

ایک بڑا مبارک دن تھا اور سلطان محمود غزنوی اپنے تمام لاؤ لشکر کے ساتھ صحرا میں جا رہا تھا بے حد و بے حساب ہاتھی اور لشکری بھی ساتھ تھے بالائی سطح پر ساتھ ساتھ بادشاہ بھی جا رہا تھا اور ایاز اور وزیر حسن میمندی بھی بادشاہ کے ساتھ ساتھ جا رہے تھے بادشاہ نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا اور انجمن آرائی کی۔ حد نگاہ تک ہاتھی ہی ہاتھی اور

سپاہی ہی سپاہی نظر آتے تھے۔ بادشاہ کا لشکر اتنا زیادہ تھا کہ گویا زمین چیونٹیوں اور مکڑیوں سے بھری ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ زمانے کی آنکھ نے اتنا بڑا لشکر کبھی نہیں دیکھا تھا اتنے میں بادشاہ نے اپنے خاص غلام ایاز سے فرمایا اے بیٹے! یہ جتنے میرے ہاتھی ہیں اور لشکر ہیں یہ سب تیرے ہیں اور تو میرا بادشاہ ہے اگرچہ یہ لفظ بادشاہ نے کہے مگر ایاز آپے سے باہر نہ ہوا بلکہ اس نے حواس کو قائم رکھا اور اپنی جگہ پر کھڑا رہا۔ اس موقع پر وہ رسم کے مطابق بادشاہ کے آگے جھک کر کورنش (آداب) بھی بجانہ لایا صرف اتنا کہا کہ میں خود بادشاہ نہیں بنا بلکہ مجھے سلطان محمود نے بادشاہ کہا ہے۔ وزیر حسن میمندی اس پر بہت ناراض ہوا اور اس نے کہا اے غلام ہمارا بادشاہ تیرا بہت احترام کرتا ہے مگر تم بادشاہ کے آگے اکڑ کر کھڑے ہوتے ہو۔ کیوں بے ادبی اور گستاخی کا ارتکاب کر رہے ہو تم اپنی کمر کو جھکا کر آداب بھی بجا نہیں لائے ہو؟ تم نے شاہی آداب کا خیال کیوں نہیں رکھا؟ کیا بادشاہ کے سامنے وفاداری اور حق شناسی کا یہی تقاضا ہے؟ وزیر کی باتیں جب ایاز نے سنیں تو کہا کہ آپ کی بات کے دو جواب ہیں ایک جواب تو یہ ہے کہ اگر میں بادشاہ کے سامنے کمر کو جھکا کر اور سات بار فرشی سلام کر کے کورنش بجالاؤں یا ذلت کے ساتھ زمین پر گر کر اور گڑ گڑا کر آداب بجالاؤں تو بہر حال ان دونوں صورتوں میں اس کا مطلب اپنے آپ کو بادشاہ کے برابر لانے کے مترادف سمجھا جائے گا اور میری کیا مجال ہے کہ میں اپنے آپ کو بادشاہ کے برابر لاؤں؟ یہاں جو بھی سج دھج اور شان و شوکت ہے وہ صرف سلطان محمود غزنوی کی وجہ سے ہی ہے حکم ہے تو اسی کا ہے بادشاہی ہے تو اسی کی ہے میں کچھ بھی نہیں ہوں۔ بادشاہ ویسے تو ہر روز مجھ پر خاص کرم فرماتا ہے اور آج اس نے جو ایاز پر خصوصی کرم فرمایا ہے اگر دونوں جہاں اس کے نام کا خطبہ پڑھیں تو پھر بھی کم ہے ایسے میں میری کیا مجال ہے کہ اپنی شان دکھاؤں؟ کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا؟ اسی لئے میں بادشاہ کے آمنے سامنے آکر اور سر

کو جھکا کر آداب بجا نہیں لایا۔ دراصل میں اس کے مقابلے میں نہیں آنا چاہتا حسن میمندی نے ایاز کا جواب سنا تو اس نے تحسین و آفرین کہی پھر اس نے کہا اے ایاز میں تیری شان میں ایک تعریفی سند لکھ رہا ہوں کہ بادشاہ کے عہد میں ایاز ایک عقل مند غلام ہے اور وہ ہمیشہ شاہی انعام کا مستحق ہے پھر حسن میمندی نے اسے کہا کہ دوسرا جواب بھی بتاؤ ایاز نے کہا کہ دوسرا جواب آپ کی موجودگی میں بتانا مناسب نہیں ہے جب میں اور بادشاہ الگ ہوں گے تو پھر میں دوسرا جواب خلوت میں بادشاہ کے گوش گزار کروں گا۔ چنانچہ بادشاہ نے وزیر حسن میمندی کو باہر بھیج دیا اور حسن میمندی وہاں سے اٹھ کر فوج میں جا کر بیٹھ گیا چنانچہ بادشاہ نے ایاز سے کہا کہ اب ایک تو ہے اور ایک میں ہوں۔ اور خلوت بھی ہے اس لئے دوسرا خاص جواب مجھے بتاؤ؟ ایاز نے کہا جناب جب آپ لطف و کرم سے مجھ مسکین کی طرف نگاہ کرتے ہیں تو آپ کی اس نظر کی روشنی سے میرا وجود خود بخود ختم ہو جاتا ہے اور جب میرے وجود کا نام و نشان بھی نہیں رہتا تو پھر میں آپ کے سامنے جھک کر کیسے آداب بجالاؤں؟ اے بادشاہ اگر آپ کو اس وقت کوئی آدمی نظر آتا ہے تو وہ میں نہیں ہوتا بلکہ وہ بادشاہ ہی ہوتا ہے۔ اگر تو ایک مہربانی کرے یا سو مہربانیاں کرے بہر حال وہ تو اپنی ذات پر ہی کرتا ہے۔ اگر سایہ آفتاب میں گم ہو جائے تو پھر وہ کونسی خدمت بجالا سکتا ہے؟ آپ کا ایاز تو آپ کی گلی کا ایک سایہ ہے جو آپ کے چہرے کے سورج کی روشنی میں گم ہو چکا ہے اور اب اس کا الگ کوئی وجود نہیں رہا۔ جب ایک فانی بندہ اپنے نام و نشان کو مٹا دیتا ہے تو پھر وہ خود باقی نہیں رہتا اس کی غیر موجودگی میں تم جو چاہو کرو۔

وادی حیرت کی وصف میں

اس کے بعد وادئ حیرت آتی ہے یہاں درد و حسرت کا ہی دور دورہ ہے۔ یہاں ہر سانس تلوار کی طرح ہوتا ہے اور ہر لحظہ افسوس ہی افسوس سے واسطہ پڑتا ہے۔ اس

مقام میں آہ ہوتی ہے۔ درد ہوتی ہے اور سوز ہوتا ہے دن اور رات تو ہوتے ہیں مگر نہ رات ہوتی ہے نہ دن اس وادی میں ہر شخص کے بال کی جڑوں سے زخم تلوار کے بغیر خون ٹپکتا ہے جس سے نقش و نگار بنتے چلے جاتے ہیں۔ اس وادی میں مرد بھی بجھی ہوئی آگ ہوتا ہے۔ اور درد سے جلا ہوا ہوتا ہے اور پختہ کار بھی ہوتا ہے۔ جب یہاں حیران ہو کر مرد پہنچتا ہے تو وہ حیرت میں گم اور بیخود ہو جاتا ہے۔ اس کے دل پر توحید کے جو نقوش ہوتے ہیں وہ سب اس وادی میں محو ہو جاتے ہیں اور وہ خود بھی بیخود ہو جاتا ہے۔ اگر تم اسے کہو کہ تم زندہ ہو یا نہیں ہو؟ اس سے کہو کہ تم مقام ہست میں یا مقام نیست میں ہو؟ تم درمیان میں ہو یا باہر ہو؟ یا تم کنارے پر ہو یا اندر گم ہو یا ظاہر ہو؟ تم فانی ہو یا باقی ہو؟ یا دونوں ہو؟ یا دونوں میں سے کچھ بھی نہیں ہو تو وہ سب باتوں کا یہی جواب دے گا کہ میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ میں نہ وہ جانتا ہوں نہ یہ جانتا ہوں حتیٰ کہ میں اپنے آپ کو بھی نہیں جانتا کہ میں کیا ہوں؟ میں عاشق تو ہوں مگر میں یہ نہیں جانتا کہ کس پر عاشق ہوں؟ نہ میں مسلمان ہوں نہ کافر ہوں پتہ نہیں میں کیا ہوں؟ مجھے عشق سے کچھ واقفیت نہیں ہے میں عشق سے بھرا ہوا دل بھی رکھتا ہوں اور عشق سے خالی دل بھی رکھتا ہوں۔

حکایت بادشاہ کی لڑکی کا غلام پر عاشق ہو جانا مقام حیرت کے بیان میں

ایک بادشاہ کا حکم سارے زمانے پر چلتا تھا اس کے محل سرا میں چاند جیسی ایک خوبصورت لڑکی تھی۔ خوبصورتی میں وہ پری کے لئے باعث رشک تھی اس کے سر میں یوسف بھی تھا (یعنی چہرہ) اور اس کی ٹھوڑی کا کنواں بھی تھا۔ اس کی زلفوں نے سینکڑوں دلوں کو زخمی کر رکھا تھا اس کے ہر بال کی رگ عاشقوں کی جان سے وابستہ

تھی اس کے چہرے کا چاند بہشت کی مانند تھا اس کی دونوں بھنوؤں سے دو کمانیں نکلتی تھیں جب وہ اس کمان سے تیر چلاتی تو "قاب قوسین" بھی اس کی تحسین و آفرین کرتے تھے۔ اس کی مست آنکھیں عقلمندوں کے راستہ میں پلکوں کے کانٹے بچھاتی تھیں اس عذرا جیسی خوبصورت اور خورشید کے چہرے والی محبوبہ کا چہرہ آسمان کے چاند سے زیادہ خوبصورت تھا اس کے یاقوت جیسے لب روح کے لئے غذا تھے جب وہ ہنستی تھی تو اس کے لب آب حیات بن جاتے تھے جن کو دیکھ کر پیاسے حسرت میں مر جاتے تھے اور اسکے لبوں سے زکوٰۃ کا سوال کرتے تھے۔ جو بھی اس کی ٹھوڑی کی طرف دیکھتا وہ کنوئیں کی گہرائی میں الٹا ہو کر گر پڑتا تھا، جو بھی اس کے چاند جیسے چہرے کا شکار ہو جاتا وہ اسی وقت بغیر رسی کے کنوئیں کی گہرائی میں چلا جاتا۔

الغرض بادشاہ کی خدمت میں ایک چاند سے مکھڑے والا غلام آیا کرتا تھا وہ غلام کیا تھا اتنا حسین اور خوبصورت تھا کہ اس کو دیکھ کر چاند اور سورج بھی زوال پذیر ہو جاتے تھے۔ چار دانگ عالم میں حسن میں کوئی اس کے برابر نہ تھا اور نہ ہی اس طرح کسی کے حسن کا چرچا تھا، ہزاروں لوگ اس سورج کے مکھڑے والے غلام کو دیکھنے کے لئے بازار اور کوچہ میں حیران و پریشان ہو کر کھڑے رہتے تھے۔ اتفاقاً ایک دن لڑکی کی نظر بھی اس پر پڑ گئی اور اس نے بادشاہ کے غلام کا چہرہ دیکھ لیا چنانچہ اس کا دل اس کے ہاتھوں سے نکل گیا اور خون میں ڈوب گیا اس کے ساتھ اس کی عقل بھی پردہ سے باہر آ گئی۔ عقل گئی اور عشق بڑھ گیا۔ اس کی خوشگوار زندگی تلخیوں میں تبدیل ہو گئی۔ کچھ عرصہ تک تو وہ دل ہی دل میں سوچ و بچار کرتی رہی آخر کار وہ مستقل طور پر بیقرار رہنے لگی۔ وہ عشق کے ہاتھوں روز بروز پگھلنے لگی اور جدائی کی آگ میں جلنے لگی۔ اس سوز و گداز کی حالت میں اس کا دل شوق سے بھرا ہوا تھا۔ اس کے پاس دس گانے بجانے والی لونڈیاں تھیں جو گانے بجانے میں مہارت رکھتی تھیں۔ وہ سب علم موسیقی کی ماہر

تھیں گویا وہ محل کی بلبلیں تھیں۔ ان کے لحسنِ داؤدی سے زندگی بڑھ جاتی تھی جو بھی ایک بار ان کا گانا سنتا وہ بے قرار اور بیہوش ہو جاتا تھا الغرض شہزادی نے ان لونڈیوں نے اپنے دل کا راز کھولا اس نے اپنے ننگ و ناموس حتی کہ اپنی جان سے بھی بیزاری کا اظہار کیا۔ جس کے دل میں محبوب کا عشق پیدا ہو جاتا ہے وہ اپنی زندگی سے بھی بیزار ہو جاتا ہے۔ شہزادی کہنے لگی اگر میں کسی سے کہوں کہ مجھے غلام سے عشق ہو گیا ہے اور ممکن ہے کسی وجہ سے یہ عشق بھی پایہ تکمیل تک نہ پہنچ سکے تو پھر میری ساری عزت بھی تباہ ہو جائے گی۔ مجھ جیسی شاہزادی کہا اور غلام سے عشق کہا؟ اور اگر میں اپنے عشق کا حال کسی کو نہ بتاؤں تو میں یونہی پس پردہ رو رو کر مر جاؤں گی۔ میں نے صبر کی سینکڑوں کتابیں پڑھ لی ہیں مگر کیا کروں اب مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا؟ اور میں عاجز اور درماندہ ہو چکی ہوں۔ میں یہ چاہتی ہوں کہ میں اس سرو قد محبوب سے وصال بھی کروں مگر اسے (غلام کو) پتہ بھی نہ چلے۔ اگر میں اپنے ارادے میں کامیاب ہو گئی تو میں اپنے دلی مقصد میں حسب منشا کامیاب ہو جاؤں گا۔

الغرض جب لونڈیوں نے شاہزادی کی بات سنی تو سب نے کہا کہ اے بادشاہزادی! تم غم نہ کرو۔ ہم رات کے وقت اسے پوشیدہ طور پر تیرے پاس لے آئیں گی حتی کہ غلام کو بھی پتہ نہیں چلے گا چنانچہ ایک لونڈی چھپ کر غلام کے پاس گئی اور اسے کہنے لگی کہ میں آپ کے پینے کے لئے ایک جام لائی ہوں۔ دراصل اس نے اس جام کے اندر بیہوش کرنے والی دوائی بھی ڈال دی تھی گویا اس نے جام کے اندر بیہوشی کو بھی ڈال دیا تھا۔ جونہی غلام نے وہ جام پیا وہ بیچارہ بیخود اور مست ہو گیا اور لونڈی اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئی۔ وہ خوبصورت غلام مکمل ایک رات اور ایک دن بالکل مست رہا اور دنیا جہان کی اسے کوئی خبر نہ تھی۔ جب رات ہوئی تو تمام لونڈیاں غلام کے پاس پہنچ گئیں۔ پھر اسے بستر میں لپیٹا اور پوشیدہ طور پر شہزادی کے پاس لے گئیں وہاں

اسے سنہری تخت پر بٹھایا گیا اور اس پر جواہرات کو نچھاور کیا گیا آدھی رات کے وقت جب غلام نے نیم بیہوشی کی حالت میں اور غمزدہ صورت میں اپنی نرگسی آنکھوں کو کھولا تو اس نے دیکھا کہ بہشت کی طرح ایک محل ہے اور اس پر سونے کا تخت بچھا ہوا ہے اور عنبر کی دس شمعیں بھی جل رہی ہیں۔ اگر بتی یہاں ایندھن کے طور پر جل رہی ہے اتنے میں لونڈیوں نے گانا بجانا شروع کر دیا جس سے ہوش الوداع ہونے لگے اور عقل بھی ناچنے تھرکنے لگی وہ رات ایک شمع کی طرح روشن رات تھی گویا مجلس میں خود سورج اتر آیا تھا شادی اور خوشی کے ان لمحات میں شاہزادی کے چہرہ میں غلام گم ہو چکا تھا۔ وہ حیران و پریشان تھا نہ اب اس میں عقل رہی تھی اور نہ ہی جان۔ نہ وہ اس جہان میں تھا اور نہ ہی اس جہان میں اس کا سینہ عشق سے لبریز تھا مگر اس کی زبان گونگی تھی ایک خاص لذت اور سرور کی وجہ سے اس پر وجد اور حال طاری تھا اس نے محبوبہ کے رخساروں پر ٹکٹکی باندھ رکھی تھی اور اس کے کان گانے والی لڑکیوں کی آواز سن رہے تھے۔ اس کے منہ سے تر آگ یعنی شراب مل چکی تھی شاہزادی نے اسی وقت اسے شراب کا پیالہ دیا اور پھر بطور نُقل کے چند بوسے بھی اسے دیئے۔ اس کی آنکھیں اپنے محبوب کے چہرے کو دیکھنے میں مست تھیں ادھر غلام بھی شاہزادی کے چہرہ کو دیکھ کر حیران ہوا جا رہا تھا مگر وہ زبان سے کچھ بول نہیں سکتا تھا صرف آنسو ٹپکا رہا تھا۔ اور اپنے سر کو کھجا رہا تھا اس طرح خوبصورت شہزادی بھی غلام کے چہرہ پر آنسوؤں کے ہزاروں موتی لٹا رہی تھی۔ کبھی ان بوسوں میں اپنی بے جگری کا نمک ڈال کر انہیں نمکین بنا دیتی تھی۔ وہ کبھی اس کی سرکس زلفوں کو پریشان کرتی تھی اور کبھی اس کی جادو بھری دو آنکھوں میں گم ہو جاتی تھی۔ اور وہ مست غلام اس محبوبہ کے سامنے نہ تو مکمل طور پر بے خود تھا اور نہ ہی مکمل طور پر ہوش میں تھا البتہ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں وہ غلام یہی نظارہ دیکھ رہا تھا کہ مشرق کی طرف سے صبح طلوع ہو گئی، جب صبح طلوع

ہو گئی اور باد صبا چل پڑی تو مستی اور بیہوشی کی وجہ سے غلام اپنے آپ میں نہ رہا۔ رات کی تھکاوٹ کی وجہ سے جونہی غلام کو نیند آ گئی تو لونڈیاں فوراً اسے اٹھا کر واپس اپنی جگہ پر لے گئیں۔ بعد میں جب اس غلام کو کچھ جاگ آئی اور اپنے بارے کچھ تھوڑا بہت پتہ چلا تو اس کے اندر سے ایک شور اٹھا وہ نہیں جانتا تھا کہ یہ کیا معاملہ ہے؟ جو ہونا تھا وہ ہو گیا اب شور کرنے کا کیا فائدہ؟

اگرچہ اس کے جگر میں اب پانی کی بوند بھی نہ تھی مگر اب پانی اس کے سر سے اوپر گزر چکا تھا اس نے اپنے ہاتھ ڈال کر اپنے کپڑوں کو پھاڑ ڈالا اس نے اپنا واہم نکال دیا اور اپنے سر پر مٹی ڈال دی۔ لوگوں نے اس غلام سے رات کا قصہ دریافت کیا مگر غلام نے جواب دیا کہ میں یہ قصہ بتا نہیں سکتا۔ جو کچھ میں نے اپنی مستی کی حالت میں دیکھا ہے وہ کوئی نیند میں بھی نہیں دیکھ سکتا۔ جو کچھ مجھ حیران و پریشان پر بیت چکی ہے میں نہیں جانتا کہ وہ کسی اور پر بھی بیتی ہو جو کچھ میں نے دیکھا ہے میں اسے بتا بھی نہیں سکتا اس سے عجیب تر اور کوئی راز نہیں ہو سکتا دوسرے لوگوں نے جو کچھ کہا ہے وہ بہت تھوڑا کہا ہے لوگوں نے اسے کہا تم ذرا ہوش میں آؤ تو سینکڑوں رازوں میں سے کوئی ایک آدھ راز ہمیں بھی بتاؤ اس نے جواب دیا میں ایک مضطر آدمی کی طرح مجبور رہا ہوں میں نے جو کچھ بھی اس حالت میں دیکھا ہے اس کی مثال یوں ہے کہ باوجود یکہ میں نے سب کچھ سن لیا ہے مگر کچھ نہیں سنا اسی طرح باوجود یکہ میں نے سب کچھ دیکھا ہے مگر کچھ نہیں دیکھا ایک نادان آدمی نے اسے کہا "اے غلام تو نے کوئی خواب دیکھا ہوگا جو تم اس طرح دیوانے اور پریشان نظر آتے ہو؟ اس نے کہا مجھے یہ بھی پتہ نہیں کہ میں نے خواب دیکھا ہے یا یہ سب کچھ بیداری کی حالت میں دیکھا ہے۔ میں یہ بھی نہیں جانتا کہ میں نے یہ سب کچھ مستی کی حالت میں دیکھا ہے یا یہ سب باتیں ہوش کی حالت میں سنی ہیں۔ زمانے میں اس سے زیادہ عجیب حال اور کونسا ہوگا کہ اس حالت کو نہ ظاہر کہا

جاسکتا ہے اور نہ ہی اسے پوشیدہ کہا جاسکتا ہے۔نہ میں اس حالت کو بتا سکتا ہوں اور نہ ہی خاموش رہ سکتا ہوں اور نہ ہی اس ساری حالت میں بے ہوش رہ سکتا ہوں۔ نہ تو یہ ساری حالت بالکل دل سے مٹ سکتی ہے نہ ہی اس کا کوئی ایک ذرہ بطور نشانی کے باقی ہے۔ میں نے ایک ایسے صاحب جمال کو دیکھا ہے جس کے حسن کے کمال کی ایک جھلک بھی کسی اور کے حسن میں نہیں پائی جاتی اس کے چہرہ کے سامنے سورج کی بھی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ سورج تو محض ایک ذرہ ہے۔واللہ اعلم بالصواب۔جب میں اس کی حقیقت کو جانتا ہی نہیں ہوں تو پھر میں اس سے زیادہ اور کیا کہوں؟ اگرچہ میں نے اسے اس سے پہلے بھی بارہا دیکھا ہے مگر کچھ پتہ نہیں چلتا کہ میں نے اسے دیکھا بھی ہے یا نہیں دیکھا۔الغرض میں اسی گو مگو کی حالت میں پریشان ہوں اور بس۔

حکایت اس ماں کی جو اپنی بیٹی کی قبر پر رو رہی تھی

ایک ماں اپنی بیٹی کی قبر پر رو رہی تھی کہ ایک راہ چلتے مسافر نے اسے دیکھ لیا اس مسافر نے کہا کہ یہ عورت مردوں سے بڑھ گئی ہے کیونکہ یہ ہماری طرح اناڑی نہیں ہے بلکہ وہ اس حقیقت کو جانتی ہے کہ یہ کس سے بچھڑ گئی ہے؟ اور کس سے جدا ہو گئی ہے؟ اسی لئے وہ اس طرح بے صبر ہو گئی ہے۔ لیکن مجھ غمزدہ کا مسئلہ بہت پیچیدہ ہو گیا ہے مجھے کچھ معلوم نہیں کہ مجھے اس جہان میں کس پر بارش کی طرح زار و قطار رونا چاہئے۔ مجھے تو اتنا بھی پتہ نہیں ہے کہ میں بیچارہ کس سے دور ہو کر بے جان ہو چکا ہوں یہ عورت تو مجھ جیسے ہزاروں مردوں سے سبقت لے گئی ہے کہ یہ جس سے جدا ہو گئی ہے اس کو جانتی تو ہے افسوس کہ مجھے آج تک یہ پتہ نہ چل سکا کہ میں کس سے بچھڑا ہوا ہوں۔ میرے دل میں اب یہی حسرت باقی ہے اور اسی حسرت نے میرا خون بہا دیا ہے اور اسی حسرت نے مجھے حیرت میں ہلاک کر ڈالا ہے۔ میں ایک ایسی منزل

میں ہوں جہاں دل بھی غائب ہو جاتا ہے بلکہ خود منزل کا بھی کوئی اتہ پتہ نہیں ہوتا۔ جہاں عقل کی رسی کا سرا گم ہو جاتا ہے اور جہاں شعور کے گھر کا دروازہ ناپید ہو جاتا ہے اور جو بھی یہاں پہنچتا ہے وہ اپنے ہوش و حواس کو کھو بیٹھتا ہے یعنی اسے اپنا بھی کچھ ہوش نہیں رہتا کہ وہ کہاں ہے؟ جہاں وہ اپنے چاروں اطراف (مشرق و مغرب، جنوب و شمال) کے دروازے گم کر بیٹھتا ہے یعنی وہاں مکان زمان کی حدود بھی ناپید ہو جاتی ہیں۔

الغرض اگر کسی کو یہاں پر راستہ کا پتہ چل جائے تو تمام بند دروازے اس پر کھل جاتے ہیں اور کل کا راز ایک لحظہ میں اس پر روشن ہو جاتا ہے۔

حکایت صوفی کی اور اس شخص کی جس نے چابی گم کر دی تھی

ایک صوفی جا رہا تھا اس نے ایک شخص کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میری چابی گم ہو گئی ہے کسی نے دیکھی ہو تو بتائیں کیونکہ میرا دروازہ بند پڑا ہے اور میں سر راہ خاک پر بیٹھا ہوں۔ میرا دروازہ بند ہے میں اب کیا کروں گا؟

مجھے اس وقت ایک مستقل پریشانی کا سامنا کرنا پڑا ہے اب میں کیا کروں؟

ایک صوفی نے اسے کہا کہ تیری بات بے وزن ہے اگر تیرا دروازہ بند ہے تو کوئی بات نہیں اسے بند ہی رہنا چاہیے۔ بند دروازہ پر تمہیں زیادہ دیر تک نہیں بیٹھنا پڑے گا اس میں کوئی شک نہیں کہ آخر کوئی تو اس بند دروازے کو کھولے گا اور ضرور کھولے گا لہٰذا تیرا کام آسان ہے۔ کام تو میرا مشکل ہے کہ حیرت کی وجہ سے میری جان جل رہی ہے میری حالت زیادہ پریشان کن ہے کیونکہ میری پریشانی کا نہ کوئی سر ہے نہ پاؤں نہ اس کا کوئی دروازہ ہے اور نہ ہی اس کی کوئی چابی ہے کاش کہ یہ صوفی اس طرح ریاضت کرتا کہ بند دروازہ کھل جاتا اور اسے درگاہ کا دروازہ مل جاتا۔ لوگوں کی قسمت

میں خیال کے بغیر اور کچھ نہیں ہے اصل حال کا کسی کو پتہ نہیں ہوتا جو شخص کہتا ہے کہ میں کیا کروں؟ تو اسے کہو کہ زیادہ باتیں مت بناؤ اب تک تم نے بہت کچھ ٹال مٹول سے کام لیا ہے اب مزید لیت و لعل نہ کرو۔ جو شخص حیرت کی وادی میں آجاتا ہے وہ ہر لمحہ حسرت کی دنیا میں ہی پڑا رہتا ہے میں کب تک حسرت اور پریشانی برداشت کرتا رہوں گا اس مقام میں تمام نشانات کو مٹا دیا جاتا ہے لہٰذا میں بے پر ہو چکا ہوں۔ اب صرف لطف خداوندی پر ہی میرا بھروسہ ہے باقی تمام اسباب ختم ہو چکے ہیں۔ میں کچھ نہیں جانتا کاش کہ میں یہ جانتا کہ اگر مجھے کچھ پتہ چل گیا تو میری حیرت میں اضافہ ہو جائے گا۔ اس مقام پر مرد کے لئے شکایت کرنا بھی تشکر ہو جاتا ہے کفر، ایمان اور ایمان کفر ہو جاتا ہے۔

حکایت شیخ نصر آباد کی اور اسے آتشکدہ میں لے جانے کی

شیخ نصر آباد درد عشق میں مبتلا ہو گیا حالانکہ وہ ایسا مرد تھا کہ اس نے محض توکل خداوندی پر چالیس حج کئے تھے۔ اس کے سب بال سفید ہو گئے تھے اور جسم بہت ہی کمزور ہو گیا تھا۔ کسی نے اسے صرف ایک ہی تہبند میں دیکھا اس کے دل و جان میں عشق کی حرارت تھی اس نے اپنی کمر میں زنار باندھا ہوا تھا اور ہاتھ کھلے تھے اس نے دعوئ اور لاف زنی سے کوئی کام نہ لیا بلکہ آتشکدے میں آکر اس کا طواف کرنے لگا گیا۔ راوی کہتا ہے کہ میں نے اسے کہا کہ اے زمانے کے بزرگ تو نے یہ کونسا کام اختیار کر رکھا ہے؟ کچھ شرم کرو۔ تو نے بہت سے حج کئے اور بہت ہی فضیلت حاصل کی جس کا نتیجہ تو نے یہی کافری ہی نکالا ہے۔ ایسا کام کرنا تیری خامی کی دلیل ہے تیری وجہ سے اہل دل کی بڑی بدنامی ہوئی ہے تم اتنے بڑے بزرگ ہو کر کس راستہ پر چل پڑے ہو؟ کیا تم یہ نہیں جانتے کہ یہ آتشکدہ کن کا ہوتا ہے؟ شیخ نے جواب دیا میرا کام بہت

ہی سخت آن پڑا ہے میرے گھر کو آگ لگی ہوئی ہے اور تمام سامان آگ میں جل رہا ہے اس آگ سے میرا سب کچھ جل کر تباہ و برباد ہو گیا ہے حتیٰ کہ میرا ننگ و ناموس اور میرا نام بھی سب کچھ جل گیا ہے میری حالت ایک دیوانہ کی سی ہے اور مجھے اس کے بغیر اور کوئی چارۂ کار نظر نہیں آتا۔ جو شخص میری طرح آتش بجاں ہو چکا ہو اسے اپنے ننگ و ناموس کا دھیان کہاں رہتا ہے؟ جب سے میں عشق میں گرفتار ہوا ہوں اس وقت سے میں کعبہ اور بت خانہ دونوں سے بیزار ہو گیا ہوں اگر تجھ پر حیرت کا ایک ذرہ بھی ظاہر ہو جاتا تو میری طرح تم بھی سینکڑوں حسرتوں سے دوچار ہو جاتے۔

حکایتِ ایک نئے مرید کی جس نے اپنے پیر کو خواب میں دیکھا تھا

ایک نئے مرید نے جس کا دل سورج کی طرح روشن تھا اپنے پیر کو ایک رات خواب میں دیکھا مرید نے پیر سے پوچھا کہ حیرت سے میرا دل خون خون ہو چکا ہے آپ بتائیں کہ عالم برزخ میں آپ کا وقت کیسے گزر رہا ہے؟ آپ کی جدائی میں میرا دل شمع کی طرح جلتا رہتا ہے جب سے آپ گئے ہیں میں حیرت سے جل گیا ہوں۔ میں یہاں حیرت کے رازوں کا متلاشی رہتا ہوں۔ آپ بتائیں کہ آپ عالم برزخ میں کیا کام کرتے ہیں؟ پیر نے اسے کہا کہ میں حیران اور مست ہوں اور ہمیشہ اپنے دانتوں سے ہاتھوں کی پشت کو کاٹتا رہتا ہوں۔ ہم یہاں عالم برزخ کے قید خانہ اور کنوئیں میں تجھ سے کہیں زیادہ حیران ہیں۔ عقبیٰ کی حیرت کا ایک ذرہ بھی دنیا کی سینکڑوں حیرتوں سے زیادہ ہے۔

فقر و فنا کی وادی کی وصف میں

اب کے بعد فقر و فنا کی وادی آتی ہے یہاں یہ بات کرنے کی اجازت نہیں ہے درحقیقت یہ وادی فراموشی کی وادی ہے یہاں ہر چیز گونگی، بہری اور بے ہوش ہوتی ہے۔ تم یہاں پر ہزاروں سایوں کو ایک خورشید کی وجہ سے ہمیشہ گم ہی دیکھو گے۔ بحر

کلی جب جوش میں آتا ہے تو سمندر پر اس کے نقوش کیسے قائم رہ سکتے ہیں؟ دونوں جہان اس دریا کے نقوش ہیں اور بس۔ اور جو اسے نہ مانے سمجھ لو وہ سودائی اور دیوانہ ہے۔ جو بھی دل کے دریا میں گم ہو گیا وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آسودہ ہو گیا۔ آسودگی سے لبریز دل اس دریا میں مکمل طور پر گم ہو جاتا ہے جب اسے گمشدگی کے مقام سے باہر نکالتے ہیں تو اسے بہت سے راز ودیعت کئے جاتے ہیں۔ اس راہ کے پختہ کار سالک اور جوانمرد جب میدان درد میں در آتے ہیں تو پہلے ہی قدم میں گم ہو جاتے ہیں انہیں دوسرا قدم رکھنے کی ہوش ہی نہیں ہوتی۔ جب وہ پہلے قدم میں گم ہو جاتے ہیں تو خواہ تم اسے جمادات سمجھ لو یا آدمی سمجھ لو کچھ فرق نہیں پڑتا لوبان اور دوسری لکڑی جب آگ میں جاتی ہے تو ہر دو لکڑیاں ایک ہی وقت میں راکھ بن جاتی ہیں۔ اگرچہ ان ہر دو لکڑیوں کی ظاہری صورت ایک سی ہی ہوتی ہے مگر دونوں کی صفات جدا جدا ہیں۔ اگر کوئی پلید بحر کل میں گم ہو جائے گا تو وہ اپنی صفات کی وجہ سے ذلت اور خواری میں ہی رہے گا لیکن اگر کوئی پاک اس دریا میں جائے گا تو وہ اپنے وجود سے ناپید اور معدوم ہو جائے گا اس کی جنبش دریا کی جنبش ہوتی ہے اس کا وہاں نہ ہونا ہی اس کی خوبی ہے۔ جب وہ وہاں ہوتا ہے تو وہ اس وقت وہ نہیں ہوتا۔ حالانکہ وہی ہوتا ہے یہ بات عقل اور ادراک میں آنے والی نہیں ہے۔

معشوق طوسی کے مقالات اپنے مرید کے ساتھ

ایک رات کو حضرت معشوق طوسی نے جو کہ رازوں کا سمندر تھے ایک مرید سے کہا کہ ہمیشہ پگھلتے رہا کرو جب تم عشق کی آگ میں مکمل طور پر پگھل جاؤ گے تو پھر کمزوری کی وجہ سے بال کی طرح بن جاؤ گے اور جب تیرا وجود بال کی طرح کمزور ہو جائے گا تو پھر تجھے یار کی زلف میں جگہ ملے گی۔ اور جو اس کے کوچہ میں بال کی طرح

کمزور ہو جاتا ہے تو اس کے بال کی اندر موسیٰ ہوتا ہے اگر تو راستہ دیکھنے والا اور دیدہ ور ہے تو اس راستہ میں بال کے اندر بال کو دیکھو جو درمیان سے چلا جائے تو اسی کا نام ہی فنا ہے جب وادی فنا سے کوئی فنا ہو جائے تو اسی کا نام بقا ہے اور اسی کو فنافی اللہ کے بعد بقا باللہ کہتے ہیں۔

حکایت اس عاشق کی جو بہت روتا تھا

ایک دن ایک عاشق خون کے آنسو رو رہا تھا کہ اس سے کسی نے رونے کا سبب پوچھا اس نے جواب دیا ''کہتے ہیں کہ کل قیامت کے روز جب اللہ تعالیٰ اپنا چہرہ ظاہر کرے گا تو اللہ کے خاص مقربین کو چالیس ہزار سال تک دیکھنے کا اذن عام ہوگا ایک لحظہ کے لئے پھر وہ وہاں سے واپس اپنی اپنی جگہ پر آجائیں گے اور پھر دوبارہ عاجزانہ طور پر سجدہ میں گر پڑیں گے۔ میں اس لئے روتا ہوں کہ اس وقت اللہ مجھے اپنے پاس ہی رکھیں اور اس اثنا میں وہ مجھے اپنی آنکھوں میں ہی رکھیں جب مجھے یہ خوش قسمتی حاصل ہو جائے گی تو اس طرح میں اپنے غم کو ختم کر سکوں گا۔ جب تم مجھے بے خودی کی حالت میں دیکھو گے تو میں اس وقت خدا کے ساتھ ہوں گا اور جب میں خود بینی سے کام لوں گا تو یہ ایک بری بات ہو گیا جس وقت میں اپنی خودی سے آزاد ہو جاتا ہوں تو اس وقت میری بے خودی عین خدائی بن جاتی ہے۔ اور اگر کوئی اپنے پاؤں کا ایک بال بھی ظاہر کرتا ہے تو وہ عیان کے مقام سے ایک بال پیچھے رہ جاتا ہے اگر تمہارے پاس حسرت اور وحشت زدہ دل ہے تو پھر پل صراط اور جلتی ہوئی آگ کے اوپر سے گزر جاؤ غم نہ کھاؤ کیونکہ چراغ میں تیل ڈالنے سے آگ۔ کوے کے پر کی طرح سیاہ دھواں پیدا کرتی ہے اور جب اس آگ پر تیل پہنچے گا تو پھر یہ آگ تیل کے اندر سے نکلے گی۔ اگرچہ اسے جلانے والی آگ پر سے گزرنا پڑتا ہے مگر اپنے آپ کو قرآن کا عملی پیکر بنانا پڑتا ہے اگر

تم اس مقام پر پہنچ کر اس اونچی منزل کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو پہلے اپنی ہستی کو نیست کر دو پھر عدم کی براق سامنے لاؤ۔ نیستی کا لباس پہن لو اور فنا سے بھرا ہوا جام پی لو۔ نیستی کی چادر اوڑھ لو اور "لم یکن شیئًا مذکورا" کی طیلسان (چوغہ) اوپر اوڑھ لو پھر نیستی کی رکاب میں ہیچ کا پاؤں ڈال دو اور ناچیزی کے گھوڑے کو ہیچ کے مقام سے چلاؤ۔ اس درگاہ میں جا کر اپنی کمر پر "لاشئی" کی کمر بند کس لو اور اپنی آنکھ کو نیست و نابود کر دو اور اس کی باطنی بصیرت کو روشن کرو پھر اس آنکھ میں نیست و نابود کا سرمہ لگا لو پھر اس آنکھ میں نیست و نابود کا سرمہ لگا لو پھر اس آنکھ میں نیست و نابود کا سرمہ لگا لو پھر بالکل گم ہو جاؤ بلکہ اس سے بھی کم درجہ کو اختیار کر لو اور پھر اس سے بھی مزید کم درجہ پر چلے جاؤ حتی کہ اسی میں ہی مر جاؤ۔ اور یہی آسودگی ہے اور اسی صورت میں ہی تم "عالم کم بودگی" میں پہنچو گے اور اگر تیرے اندر اس دنیا کا بال کے برابر یعنی تھوڑا اثر بھی ہوا تو دوسرے عالم کی تمہیں بال کے برابر بھی یعنی تھوڑی سی بھی واقفیت حاصل نہیں ہو گی اگر تیری خودی کا ایک بال بھی باقی رہ گیا تو تیری بدی سے ساتوں سمندر بھر جائیں گے۔

حکایت تمام پروانوں کا شمع کی طلب میں اکٹھے ہونا

ایک رات تمام پروانے ایک مہمان خانے میں شمع کو حاصل کرنے کے لئے اکٹھے ہوئے سب نے کہا کہ ایک پروانے کو بھیجا جائے جو ہمارے مطلوب (شمع) کی کچھ خبر لائے چنانچہ ایک پروانہ اڑتا ہوا شاہی محل میں پہنچا۔ محل کی فضا میں اس نے شمع کے نور کو محسوس کیا۔ وہیں سے وہ اپنی قوم کے پاس واپس آیا اور اپنی عقل کے مطابق شمع کی وصف بیان کرنے لگا۔ اس روشن مجمع میں ایک تنقید کرنے والا بھی بیٹھا تھا اس نے کہا کہ اسے شمع سے ذرا بھر بھی واقفیت اور آگاہی نہیں ہے اس پر ایک اور پروانہ اڑا اور خاصا سفر طے کر کے شمع کے پاس پہنچا وہ اپنے مطلوب کی روشنی میں اپنے پر مارنے لگا

آخر اس پر شمع غالب آگئی اور وہ مغلوب ہو گیا اس نے شمع کے کچھ تھوڑے سے راز بتائے اور واپس آگیا البتہ شمع کے وصال کی تھوڑی سی تشریح بیان کی۔ تنقید کرنے والے نے اسے کہا اے عزیز! تم یہ جو کچھ خبر لائے ہو صرف شمع کا نشان ہے اور بس۔ تم بھی پہلے پروانے کی طرح صرف شمع کی کچھ نشانیاں ہی لائے ہو پھر تیسرا پروانہ اٹھا اور جھومتا ہوا ناچتا ہوا ایک دام جا کر آگ کے اوپر بیٹھ گیا اور آگ سے بغل گیر ہو گیا وہ اپنے آپ سے بیخود ہو گیا اور شمع کی ذات میں خوش ہو گیا۔ جب اسے سر سے لے کر پاؤں تک آگ لگ گئی اور اسکے تمام اعضاء آگ کی طرح سرخ ہو گئے اور تنقید کرنے والے نے جب اسے دور سے دیکھا کہ شمع نے اسے اپنے ساتھ چمٹا کر اپنا ہمرنگ بنا لیا ہے تو اس نے کہا کہ اصل مرد تو یہی پروانہ ہے اور شمع کا اصلی راز دان بھی یہی ہے اسے اپنی کچھ خبر نہیں ہے نہ اس کا اپنا کچھ نشان باقی ہے اگر کوئی شمع کی خبر رکھتا ہے تو وہ یہی پروانہ ہے اور بس۔ اے مخاطب جب تک تم اپنے جسم و جان سے بے خبر نہیں ہو جاؤ گے اس وقت تک تمہیں اپنے محبوب حقیقی کی کیا خبر ہو سکتی ہے؟ صرف وہی اپنے محبوب حقیقی کا نشان بتا سکتا ہے جو اپنی جان کا پہلے خون کر چکا ہو چونکہ اس مقام پر نفس انسانی محرم راز نہیں ہوتا اس لئے یہاں نفس کی کوئی گنجائش نہیں ہوتی۔

حکایت ایک شخص کا صوفی کی گدی پر تھپڑ مارنا

ایک صوفی بیچارہ مستوں کی طرح جا رہا تھا کہ کسی سنگ دل نے اسے پیچھے سے گدی پر زور سے تھپڑ رسید کیا اس نے غمناک دل کے ساتھ پیچھے مڑ کر دیکھا اور اسے کہا "کیا تو نے مجھے تھپڑ مارا ہے"؟ میں تو تیس سال سے مر چکا ہوں اور اپنی زندگی پوری کر کے دوسرے جہان میں چلا گیا ہوں۔"

تھپڑ مارنے والے نے کہا کہ "یہ تمہارا دعویٰ غلط ہے جو مر چکا ہو وہ کہاں بولتا

ہے؟ کچھ تو شرم کرو۔ جب تک تم بول رہے ہو اس وقت تک تم ہمراز نہیں ہو سکتے ہو اور جب تک تمہارا ایک بال بھی باقی ہے تم اس کے محرم راز نہیں ہو سکتے اگر تیرے اندر ایک بال کے برابر بھی درمیان میں کوئی اضافی چیز آگئی تو سمجھ لو کہ ابھی تیرے اور محبوب حقیقی کے درمیان سینکڑوں عالم کی مسافت موجود ہے۔ اگر تم اس منزل تک پہنچنا چاہتے ہو تو جب تک تمہارا ایک بال بھی باقی ہو گا تم وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔ جو کچھ بھی تیرے پاس ہے اس سے آگ روشن کرو اپنا سب کچھ از سر تا پا اس میں جلا دو تیرے پاس تیرے کفن کا کچھ ٹکڑا بھی نہیں ہونا چاہئے بلکہ اپنے آپ کو برہنگی کی حالت میں عشق کی آگ میں ڈال دو۔ جب تو اور تیرا سامان سب کچھ جل کر راکھ بن جائے گا تو تب تیرے غرور کا ذرہ ختم ہو گا۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح تیرے پاس ایک سوئی بھی باقی رہی تو سمجھ لو کہ تیرے راستہ میں ابھی سینکڑوں راہزن موجود ہیں۔ اگرچہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا سارا ساز و سامان گلی میں پھینک دیا تھا پھر بھی سوئی نے ان کے منہ پر بخیہ لگا دیا تھا۔ اس مقام پر اپنا وجود ہی حجاب ہو جاتا ہے لہٰذا یہاں مال و دولت، ملک اور شان و شوکت کیسے راست آسکتے ہیں؟ لہٰذا جو کچھ بھی تمہارے پاس ہے اس سے جان چھڑا لو اور پھر اپنے آپ کے ساتھ خلوت اختیار کرو۔ جب بیخودی میں تیرا دل مطمئن ہو جائے گا تو پھر تم نیکی اور بدی دونوں سے باہر نکل آؤ گے۔ جب تم نیک یا بد نہیں رہو گے تو اس وقت عاشق ہو جاؤ گے اور پھر عشق کی فنا کے لائق بنو گے۔

حکایت ایک صاحب جمال شاہزادہ پر کسی درویش کا عاشق ہو جانا

ایک چاند کے چہرے والا اور سورج کی سج دھج والا بادشاہ تھا جس کا ایک خوبصورت بیٹا تھا گویا کہ وہ یوسف ثانی تھا کوئی بھی حسین اس شاہزادہ کے حسن کے برابر نہ تھا اور نہ ہی کسی اور کو ایسی شان و شوکت اور عزت حاصل تھی جتنی کہ اس شاہزادہ کو ملی تھی۔

تمام خوبرو معشوق اس کے مقابلہ میں خاک کے برابر تھے اور تمام بادشاہ اس کے چہرہ کے غلام تھے اگر وہ رات کو پردہ سے نکل کر ظاہر ہوتا تو ایسا معلوم ہوتا گویا سورج صحرا میں آگیا ہے اس کے چہرے کی وصف کرنا کسی کے بس میں نہ تھا کیونکہ اس کے چہرے کے حسن کے مقابلہ میں روز روشن بھی ایک بال کی طرح تھا۔ اس یوسف جیسے محبوب کے حسن کے اوصاف کی تشریح پچاس سالوں میں بھی نہیں کی جاسکتی اگر تم اس کی زلف سیاہ کا دھاگہ بناؤ گے تو اسے دیکھ کر ہی ہزاروں دل اس دھاگے سے لٹک کر کنوئیں کے اندر چلے جائیں گے۔ اس محبوب کی عالم سوز زلفوں نے تمام عالم کو ایک لمبے چوڑے حرام میں جکڑ رکھا تھا اس صاحب جمال کی زلفوں کے حلقے کی توصیف پچاس سالوں میں بھی نہیں بیان کی جاسکتی۔ جب وہ اپنی نرگسی آنکھوں کو جھپکتا تھا تو تمام عالم میں آگ لگا دیتا تھا اس کی مسکراہٹ لوگوں میں مفت شکر تقسیم کرتی تھی اور اس کی ہنسی سے موسم بہار کے علاوہ بھی ہزاروں پھول کھل پڑتے تھے۔ اس کا منہ اتنا تنگ تھا کہ آج تک کسی کو اس کے منہ کا پتہ بھی نہ چل سکا تھا۔ کیونکہ جو چیز معدوم محض ہو اس کے متعلق کیا بتایا جاسکتا ہے؟ جب کبھی وہ پردہ سے باہر آتا تو اس کا ہر ایک بال سینکڑوں خون کر دیتا تھا۔ وہ لڑکا کیا تھا؟ جان و جہان کے لئے ایک فتنہ اور آفت کا پرکار تھا۔ میں اس کے بارے میں جو کچھ بھی کہوں وہ اس سے کہیں زیادہ تھا۔ جب وہ گھوڑے پر سوار ہو کر میدان کی طرف آتا تو اس کے آگے اور پیچھے شمشیر بردار غلام ہوتے۔ جو شخص بھی اس لڑکے کی طرف دیکھتا سپاہی اسے اسی وقت اپنی گرفت میں لے لیتے تھے۔ کرنا خدا کا یوں ہوا کہ ایک سیدھا سادا اور غریب سا درویش اس لڑکے کے عشق میں دیوانہ اور بیخود ہو گیا عاجزی اور پریشانی کے بغیر اس کے پاس اور کوئی چیز نہ تھی۔ اس کی جان ہوا ہوئی جا رہی تھی مگر اسے بولنے کا یارانہ تھا۔ جب اس نے درد عشق کا کوئی علاج نہ دیکھا تو وہ غم کا بیج اپنی جان و دل کی سرزمین میں کاشت کرنے لگا وہ

رات دن شہزادے کے کوچہ میں بیٹھا رہتا تھا اس نے جہان کی مخلوق سے اپنی آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ وہ رات دن روتا رہتا تھا اور سوز عشق میں جلتا رہتا تھا مگر منہ سے کچھ نہیں بولتا تھا۔ وہ رات دن پگھلتا جارہا تھا نہ کچھ کھاتا تھا اور نہ ہی اسے نیند آتی تھی۔ اس کے دل میں ایسا غم پوشیدہ تھا کہ دنیا میں کوئی شخص بھی اس کا محرم راز نہیں تھا۔ رات دن اس کا چہرہ سونے کی طرح زرد ہو گیا تھا اور اس کے آنسو چاندی کی طرح سفید ہو گئے تھے اس کا دل دو ٹکڑے ہو گیا تھا اور وہ ہر وقت شہزادے کو دیکھنے کی انتظار میں رہتا تھا۔ وہ بے صبر درویش صرف اس امید پر زندہ تھا کہ شہزادہ کبھی کبھار وہاں سے گزرتا تھا جب شہزادہ دور سے لوگوں کو نظر آتا تو سارے بازار میں ایک شور و غل پیدا ہو جاتا تھا گویا جہان میں قیامت صغریٰ برپا ہو جاتی تھی تمام لوگ ادھر ادھر بھاگ جاتے تھے۔ شاہی ملازم اس کے آگے پیچھے ہوتے تھے اور سینکڑوں لوگوں کو زدو کوب کرتے تھے۔ اس کے لشکر کی گونج چاند تک پہنچ جاتی تھی اور میلوں تک لشکر کے سپاہی ہی سپاہی نظر آتے تھے۔ جونہی وہ درویش خادمان خاص کی آواز سنتا تو پریشان ہو جاتا اور بیخود ہو کر گر پڑتا اس پر غشی طاری ہو جاتی اور وہ خون خون ہو جاتا تھا اور اپنے آپ سے باہر ہو جاتا اس وقت ہزاروں آنکھیں اس کی حالت زار کو دیکھ کر خون کے آنسو بہا بہا کر روتیں۔ کبھی تو اس کا رنگ نیلا اور پیلا ہو جاتا تھا اور کبھی اس کی آنکھوں سے خون بہنے لگ جاتا تھا۔ کبھی اس کی سرد آہ سے اس کے آنسو ٹھٹھر کر رہ جاتے تھے اور کبھی اس کے گرم نالوں سے اس کے آنسو جل جاتے تھے۔ اس کی حالت نیم لبسمل کی طرح نیم مردہ ہو جاتی تھی اس کی غربت کا یہ عالم تھا کہ اس کے پاس آدھی روٹی بھی نہیں ہوتی تھی۔ الغرض جس شخص کی ہیئت کذائی اس طرح کی ہو چکی تھی وہ شہزادہ کو کیسے حاصل کر سکتا تھا؟ اس دیوانے درویش کی مثال اس نیم ذرہ سایہ کی سی تھی جو سورج سے بغل گیر ہونا چاہتا ہو۔

الغرض ایک دن وہ شہزادہ اپنے لشکر کے ساتھ گزر رہا تھا کہ اس درویش نے بلند آواز سے نعرہ مارا جونہی اس کا نعرہ بلند ہوا وہ بیخود ہو گیا اس نے کہا میری جان جل گئی اور عقل بھی ہوا ہو گئی میں کب تک اپنی جان کو آتش عشق میں جلاتا ہوں گا؟ اب مزید مجھ میں صبر کی طاقت نہیں رہی۔ وہ پریشانی کے عالم میں زبان سے یہ باتیں دہرا رہا تھا اور غم عشق کے مارے پتھر پر ٹکریں مار رہا تھا اس وقت اس کے عقل و ہوش اڑ چکے تھے اس کی آنکھوں اور کانوں سے خون جاری ہو گیا تھا شہزادے کا ملازم خاص درویش کے عشق سے آگاہ ہو گیا اس نے اس کے قتل کرنے کا ارادہ کیا اس نے بادشاہ کے پاس اس کی شکایت کی اور کہا اے بادشاہ سلامت! آپ کے شاہزادہ پر ایک درویش دیوانہ اور مست عاشق ہو گیا ہے۔ بادشاہ یہ سن کر غیرت سے آگ بگولا ہو گیا اس کے غصہ کی وجہ سے اس کا دماغ کھولنے لگ گیا۔ بادشادہ نے ملازم خاص سے فوراً کہا کہ اٹھو اس درویش کو پکڑ لو اس کے پاؤں کو باندھو اور اسے الٹا کر کے پھانسی کے تختہ پر لٹکا دو۔ چنانچہ شاہی لشکر اسی وقت اس کے پاس پہنچا اور اس کو گھیرے میں لے لیا پھر اسے پھانسی کے تختہ پر لے آئے لوگ اس کے غم میں خون کے آنسو رو رہے تھے۔ کسی کو اس کے درد عشق کا پتہ تھا نہ ہی کوئی اس کی سفارش کرنے والا تھا جب وزیر اسے تختہ دار کے نیچے لایا تو درویش کے حسرت بھرے دل سے بلند آواز میں یہ باتیں نکلیں اس نے کہا کہ اللہ کے نام پر مجھے تھوڑی سی مہلت دے دو تا کہ میں تختہ دار کے نیچے ایک سجدہ اپنے اللہ کو کروں اور بس۔ چنانچہ وہ سجدہ میں جا کر کہنے لگا کہ اے باری تعالیٰ! یہ بادشاہ جو مجھ بے گناہ کو قتل کر رہا ہے۔ تو مجھے موت سے پہلے بادشاہ کے لڑکے کا حسن تو دکھا دے۔ جب میں اس کا چہرہ ایک دفعہ دیکھ لوں گا تو اپنی جان اس کی خاطر قربان کر دوں گا۔ بلکہ اپنی ہزاروں جانیں بھی اس پر نچھاور کر دونگا۔ اے اللہ! میں بندہ تجھ سے اپنی مراد چاہتا ہوں میں عاشق ہوں اور عشق کے جرم میں قتل کیے جانے کے لائق

ہوں میں دل و جان سے شاہزادہ کا غلام بے دام ہوں اگر میں عاشق ہو گیا ہوں تو بہر حال کافر تو نہیں ہوں اے اللہ! جب تو ہزاروں حاجتیں پوری کر سکتا ہے تو میری بھی اس ایک حاجت کو پورا کر دے الغرض جب اس درویش مظلوم نے یہ دعا مانگی تو تیر کی طرح نشانے پر لگی اس فقیر کی دردمندانہ دعا سے وزیر کا دل بھر آیا وہ فوراً بادشاہ کے پاس گیا اور رونے لگ گیا اور درویش کا سارا حال بادشاہ سے بیان کیا۔ درویش کی گریہ زاری اور دعا کا حال بھی بتایا اور اس کا سجدہ کر کے اللہ سے حاجت مانگنے کا حال بھی بتایا۔ چنانچہ بادشاہ کا دل بھی پسیج گیا اور اس کے دل میں بھی ہمدردی پیدا ہو گئی۔ چنانچہ بادشاہ نے درویش کو معافی دے دینے کا فیصلہ کر لیا۔ اور اسی وقت اپنے شہزادے کو بلا کر کہا کہ اس بیچارے درویش سے روگردانی نہ کرو پھر مزید فرمایا کہ ابھی اٹھو اور تختہ دار کے نیچے خون غم پینے والے درویش کے پاس جاؤ اپنے عاشق مسکین کو بلاؤ وہ تیرا عاشق ہے اس کا دل اسے واپس دو یعنی اس سے ہمدردی کرو۔ اب تم اس کے ساتھ لطف و کرم سے پیش آؤ۔ کیونکہ وہ بہت سے ظلم و ستم برداشت کر چکا ہے اب تو اس کے ساتھ شہد تناول کر کیونکہ وہ تیرا بہت کچھ زہر چکھ چکا ہے۔ یعنی تیری بہت سی سختیاں برداشت کر چکا ہے اب اس سے مہربانی کرو۔ اسے راستہ سے اٹھا کر باغ میں لے آؤ اور اس کو اپنے ساتھ لے کر میرے پاس آؤ۔ چنانچہ شہزادہ جو حسن میں یوسف ثانی تھا فوراً درویش کے پاس گیا گویا آگ کے چہرے والا سورج ذرہ کے ساتھ خلوت نشیں ہونے کے لئے گیا یا یوں سمجھو کہ جواہرات سے بھرا ہوا دریا خوشی خوشی قطرہ سے بغل گیر ہونے کے لئے گیا۔ چنانچہ وہ خراماں خراماں گیا اور جا کر درویش سے ہاتھ ملایا۔ جونہی شہزادہ تختہ دار کے نیچے پہنچا ایک قیامت کا نمونہ پیدا ہو گیا اس وقت اس درویش کو قتل کرنے کے لئے الٹا گرایا جا چکا تھا اس کے چہرے کا گرد و غبار اس کے خون آلود آنسوؤں سے مل کر کیچڑ بن گیا تھا اور وہ حسرتوں میں ڈوبا ہوا تھا۔ ہر اعتبار سے وہ

محو، گم، اور ناچیز ہو چکا تھا جو حالت اس وقت اس کی ہو چکی تھی اس سے بدتر حالت اور کیا ہو سکتی تھی؟ جب شہزادے نے اس خون میں ڈوبے ہوئے درویش کی حالت کو دیکھا تو اس کی آنکھوں میں انسو امڈ آئے وہ اپنے آنسوؤں کو لشکر سے چھپانا چاہتا تھا اس لئے وہ روتی ہوئی اور آنسو بہاتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ لشکر کے سامنے نہیں جانا چاہتا تھا مگر جونہی اس کے آنسو بارش کی طرح ٹپکنے لگے تو اسے درد کے سینکڑوں جہان حاصل ہو گئے جو آدمی عشق میں سچا ہوتا ہے اس کا معشوق خود عاشق بن کر اس کے پاس آتا ہے اے مخاطب! اگر تیرے عشق میں سچائی ہو گی تو تیرا معشوق بھی تیرا عاشق بن جائے گا۔

آخر کار اس سورج جیسے خوبصورت شہزادے نے بڑے پیار و محبت سے اس درویش کو بلایا۔ چونکہ درویش نے شاہزادے کی آواز کبھی سنی ہوئی نہیں تھی صرف اسے دور سے دیکھا ہوا تھا اس لئے جب درویش نے اپنے سر کو زمین سے اٹھایا تو اس نے اپنے سامنے شاہزادے کے چہرے کو دیکھا گویا پانی کا دریا اور آتش سوزاں ایک ساتھ اکٹھے ہو گئے تھے۔ آگ اگرچہ جل رہی تھی مگر دریا کی وجہ سے اس میں کوئی حرارت نہیں تھی۔ اس درویش کی مثال ایک آگ کی مانند تھی اور شاہزادے کی مثال پانی کے دریا کی طرح تھی۔ اس وقت درویش کی جان لب پر آگئی تھی اس نے کہا اے شہزادہ! مجھ جیسے مسکین کو آپ قتل کرنے کی تکلیف برداشت نہ کریں۔ مجھے قتل کرنے کے لئے تیرے لشکر کی بھی ضرورت نہیں ہے بس اتنا کہا اور وہ مر گیا یعنی ایک نعرہ لگایا اور اپنی جان کو جان آفریں کے حوالے کر دیا۔ وہ شمع کی طرح مسکرایا اور مر گیا۔ جب اسے اپنے دلبر کا وصل نصیب ہو گا تو پھر وہ فانی مطلق اور معدوم ہو گیا سالک ہی جانتے ہیں کہ درد کے میدان میں عشق کی فنا مردوں کے ساتھ کیا سلوک کرتی ہے؟ سب جوان مرد اس راستہ میں فنا ہو جاتے ہیں اور حق کی محبت میں فنا ہو کر عارف باللہ ہو جاتے ہیں۔

اے مخاطب! تیرا وجود عدم سے ملا ہوا ہے اور تیری خوشی، غم سے ملی ہوئی ہے جب تک تم اپنے آپ کو فنافی اللہ نہیں کرو گے تو اس وقت تک تم آرام و آرائش سے محروم ہی رہو گے جب تم نے اس کام کے کرنے کا ارادہ کر ہی لیا ہے تو جوانمردوں کی طرح میدان میں آ جاؤ۔ اپنی عقل کو جلا دو اور دیوانہ بن کر اندر آ ؤ۔ اگر تم ابھی تک اپنے آپ کو سونا نہیں بنا سکے تو بارے معرفت کی اس وادی کا نظارہ تو کرو کب تک تمہیں اپنی جان کا اندیشہ رہے گا؟ اپنی فکر کرنا چھوڑ دو ایک لحہ کے لئے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو اور اپنے دل میں سب کچھ دیکھ لو۔ بقول شاعر:۔

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

آخر کار تمہیں درویشی نصیب ہوگی اور تم اپنی بیخودی کی لذت میں کمال حاصل کرو گے۔ میں اس وقت نہ "میں" ہوں اور نہ ہی "میں" کا غیر ہوں۔ میری اچھائی اور برائی عقل سے بالاتر ہے میں ایک دم اپنے آپ سے گم ہو گیا ہوں۔ بیچارگی کے بغیر میرا اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ جب مجھ پر فقر کا آفتاب چمکا تو ہر دو عالم مجھے باجرے کے دانہ سے بھی کم نظر آئے۔ میں نے جو نہی اس آفتاب کا عکس دیکھا میں۔ "میں" نہ رہا بلکہ پانی کے ساتھ پانی مل گیا۔ میں بازی، عشق کبھی ہارا اور کبھی جیتا۔ بہر حال سب کچھ آب رواں میں بہ گیا۔ میں نابود ہو گیا گم ہو گیا اور میرا کوئی نام و نشان بھی نہ رہا۔ میں ایک ایسا ذرہ ہوں جس میں کوئی خم و پیچ نہیں رہا۔ میں ایک قطرہ تھا اور بحر راز میں گم ہو گیا مگر اب مجھے اس قطرہ کا بھی کہیں نام و نشان نہیں ملتا۔ اگرچہ اپنے وجود کو ختم کر دینا ہر کسی کا کام نہیں ہے۔ بہر حال میں فنا میں گم ہو چکا ہوں اور میری طرح اور بھی کئی لوگ گم ہو چکے ہیں۔

اس عالم میں زمین کی گہرائی سے لے کر چاند کی بلندیوں تک ایسا کون ہے جو اس مقام پر آکر اپنے آپ کو گم نہیں کر دیتا؟

ایک شخص کا نوری سے سوال کرنا

ایک نیک آدمی نے حضرت نوری رحمتہ اللہ علیہ سے سوال کیا کہ ہمارا راستہ یہاں سے اللہ کے وصال تک کیسے گزرے گا؟ آپ ہمیں راستہ کی منزلیں اور وصال کی کیفیت سے آگاہ فرمائیں؟ حضرت نوریؒ نے جواب دیا کہ ہمیں آگ اور نور کے ساتھ دریا عبور کرنے پڑیں گے اور ایک لمبا راستہ طے کرنا پڑے گا جب یہ سات دریا تم عبور کر لو گے تو ایک دم تمہیں ایک مچھلی اپنے اندر جذب کر لے گی وہ مچھلی ایسی ہو گی کہ اگر وہ اپنے سینہ سے سانس باہر نکالے گی تو تمام اولین و آخرین مخلوقات مر جائے گی، وہ ایک ایسی مچھلی ہے کہ نہ اس کا سر ظاہر ہے اور نہ پاؤں اور اس کی رہائش بحر استغناء میں ہے وہ مگر مچھ کی طرح ہر دو جہاں کو اپنے اندر جذب کر لے گی اور تمام مخلوق کو ایک لحظہ میں اپنے وصال سے فیضیاب کرے گی۔

اس بیان سے بعض پرندوں کا خون جگر بہ پڑنا اور بعض کا وہیں مر جانا

یہ بات سن کر وادی کے تمام پرندے اپنے خون جگر میں ڈوب کر سرنگوں ہو گئے سب پرندے کہنے لگے کہ یہ تو بہت ہی مشکل کام ہے ہم جیسے کمزوروں کے بازو اس بوجھ کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اس مقام کا حال سن کر وہ بے قرار ہو گئے اور کئی پرندے اسی منزل میں ہی مر گئے۔ البتہ کچھ پرندوں نے حیرت سے اس راستہ پر چلنا شروع کیا وہ سالہا سال تک نشیب و فراز میں چلتے رہے اور اس راستہ پر ان کی لمبی عمریں بیت گئیں۔

اس راستہ میں جو جو پریشانیاں رونما ہوئیں میں ان کی شرح کس طرح بیان کر سکتا ہوں؟ اگر تم کبھی اس وادی میں آؤ تو اس راستہ کی مشکلات کو ایک ایک کر کے خود دیکھ لو پھر تمہیں پتہ چلے گا کہ اس راستہ پر چلنے والوں نے کتنی تکالیف برداشت کی ہیں اور تجھ پر روشن ہو جائے گا کہ اس راہ کے مسافر کو کس قدر خون جگر پینا پڑتا ہے؟ آخر کار لوگوں کی اتنی کثیر فوج میں سے بہت ہی کم لوگوں کو درگاہ خاص مین جانا نصیب ہوتا ہے۔

بہت ہی کم پرندے وہاں پہنچتے ہیں یوں سمجھ لیں کہ ہزاروں میں سے کسی ایک کو وہاں جانا نصیب ہوتا ہے بعض ان میں سے دریا میں غرق ہو گئے بعض بالکل معدوم اور نیست و نابود ہو گئے اور بعض پہاڑ کی چوٹی پر کیڑے مکوڑوں کی طرح اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ سورج کی گرمی سے بعض کے پر جل گئے اور ان کے دل کباب ہو گئے بعض کو راستے کے شیر اور چیتے نے ایک لحظہ میں ہی ہلاک کر ڈالا بعض ویسے ہی غائب ہو گئے کچھ حجاب میں رہ گئے اور کچھ مصائب کا شکار ہو گئے بعض اس بیابان میں خشک لب اور پیاسا رہنے کی وجہ سے گرمی اور پیاس سے مر گئے۔ بعض نے ایک دانہ وصال کی خاطر اپنے آپ کو دیوانوں کی طرح قتل کر ڈالا۔ بعض سخت بیمار ہو گئے اور پیچھے رہ گئے اور وصال سے دور ہو گئے۔ بعض راستہ کی عجائیات کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گئے بعض کھیل کود میں لگ گئے اور طلب سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ آخر کار ہزاروں میں سے کوئی ایک دو وہاں تک پہنچے اگرچہ جہان پرندوں سے بھرا ہوا تھا مگر ایک دو کے سوا کوئی آگے نہ گیا۔ تیس نے (جو بے بال و پر تھے، بیمار تھے اور سست رفتار تھے دل شکستہ تھے، جان سے بیزار تھے اور ان کے جسم بھی معذور تھے بارگاہ خاص کو دیکھا جس کی نہ کوئی صفت بیان کی جاسکتی ہے اور نہ ان کا کوئی وصف بتایا جاسکتا ہے کیونکہ وہ ادراک، عقل اور معرفت سے بالاتر ہے۔ استغنا کی بجلی گرتی تھی اور سینکڑوں جہانوں کو ایک لمحہ میں جلا دیتی تھی۔ ہزاروں سورج اور ہزاروں چاند اور ستارے اس کے استغنا کی بجلی کو دیکھ کر حیران ہوتے تھے

اور ذرہ کی طرح رقص کرتے تھے۔ سب یہ کہتے تھے کہ تیری شان کتنی بلند ہے کہ تیرے سامنے سورج بھی ایک مٹ جانے والا ذرہ ہے۔ اس مقام پر ہماری کیا حیثیت ہے ؟ افسوس ہم نے یونہی خواہ مخواہ سفر کی تکالیف برداشت کیں۔ ہم اس کل کی محبت میں اپنے آپ سے دستبردار اور بیزار ہو گئے ہیں جو کچھ ہم نے سمجھ رکھا ہے یہ اس سے ماوراء ہے۔ یہاں تو سینکڑوں آسمان بھی خاک کا ایک ذرہ ہیں اگر ہم موجود رہیں یا معدوم ہو جائیں اس کی بارگاہ میں اس کی کوئی پرواہ نہیں ہے۔ وہ سب پرندے چونکہ بیدل ہو چکے تھے اس لئے ان کی حالت نیم بسمل کی طرح بن چکی تھی سب کے سب وہاں پر معدوم اور بے نام و نشان گم اور ناچیز ہو چکے تھے شاید ان پر کبھی اچھا زمانہ آئے۔

بارگاہ عزت کے ملازم خاص کا پہنچنا

آخر کار درگاہ خاص سے بارگاہ عزت کا ایک ملازم خاص باہر آیا اس نے دیکھا کہ سیمرغ کو چاہنے والوں کی شکل و صورت گھونگھے کی طرح بن چکی ہے نہ بال ہے اور نہ پر، سب کے سب بے جان پڑے ہیں ان کا جسم آگ میں جل چکا ہے اور وہ سر سے پاؤں تک حیرت میں پڑے ہوئے ہیں نہ کسی کا بال باقی بچا ہے نہ پر، چنانچہ بارگاہ عزت کے ملازم خاص نے ان سے پوچھا کہ اے قوم! تم کس شہر سے آئے ہو؟ اور یہاں کس لئے آئے ہو؟ اے بے حاصلو! تمہارا نام کیا ہے؟ تمہارے آرام کرنے کی جگہ کونسی ہے؟ اور تمہیں جہان میں کیا کہا جاتا ہے؟ تم جیسے کمزور اور ناتواں پرندے کونسا کام کر سکتے ہیں؟ سب پرندوں نے یک زبان ہو کر کہا ہم یہاں اس لئے آئے ہیں کہ یہاں ہمارا بادشاہ سیمرغ ہے ہم سب اس کی درگاہ کے دیوانے ہیں اور اس راستہ کے متوالے ہیں۔ ہم کافی مدت سے اس راستہ پر چل رہے ہیں ہم ہزاروں میں سے صرف چند پرندے یہاں پہنچے ہیں ہم ایک امید لے کر لمبے راستہ سے یہاں آئے ہیں ہمیں امید ہے کہ

یہاں ہمیں حضوری نصیب ہو جائے گی ہمارا بادشاہ ہماری تکلیف کو پسند نہیں کرے گا آخر کار وہ ضرور از راہ لطف و کرم ہم پر نظر کرم فرمائے گا۔ بارگاہ عزت کے ملازم خاص نے کہا کہ اے پریشان حال والو! کب تک تم گلاب کے پھول کی طرح دل کے خون میں ڈوبے رہو گے؟ اس جہان میں تمہارا وجود ہو یا نہ ہو بہر حال وہ محبوب حقیقی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بادشاہ مطلق ہے اور رہے گا۔ لشکروں سے بھرے ہوئے ہزاروں عالم اس بادشاہ کے دروازے پر ایک چیونٹی کے برابر ہیں تم بلند آواز نکالنے کے بغیر اور کیا کام کر سکتے ہو؟ اے حقیر پرندو! تم واپس چلے جاؤ یہ سن کر تمام پرندے اس طرح ناامید ہو گئے گویا وہ بالکل مردہ ہو چکے ہیں۔ تمام نے یک زبان ہو کر کہا اے ہمارے عظمت والے بادشاہ! اگر تو ہمیں خواری سے بھی سر فراز کر دے تو پھر بھی ہم تیری طرف سے ملی ہوئی خواری کو عزت کا تحفہ سمجھیں گے یعنی آپ کے باعزت دربار سے ملی ہوئی خواری بھی درحقیقت عزت ہوتی ہے۔

حکایت مجنوں کی بات ثابت قدمی اور بلند ہمتی کے بارے میں

ایک دفعہ مجنوں نے کہا کہ اگر تمام روئے زمین کے لوگ ہر وقت میری تعریف کریں تو پھر بھی میں اپنے بارے میں کسی شخص کی تعریف کو سننا پسند نہیں کرتا۔ بلکہ میں لیلیٰ کی گالیوں کو اپنی تعریف ہی سمجھتا ہوں اور بس۔ یعنی لیلیٰ اگر مجھے گالیاں بھی دے تو مجھے وہ اپنی تعریف کی طرح میٹھی اور اچھی لگتی ہیں بلکہ لیلیٰ کی سو گالیاں مجھے لوگوں کی ایک تعریف سے اچھی لگتی ہیں لیلیٰ کا نام میرے لئے دونوں جہانوں کی حکومت سے بہتر ہے اگر اغیار تیرے ہاتھ میں جواہرات بھی تھمائیں تو پھر بھی معشوق کا پتھر مارنا ان جواہرات سے بہتر ہے۔ اے عزیز! میں نے اپنا مذہب تمہیں بتا دیا ہے اگر اس سے خواری ملتی ہے تو یہ خواری درحقیقت خواری نہیں ہے اس نے کہا کہ

جب عزت کی بجلی گرتی ہے تو سب کی جانیں نکال لیتی ہے جب ذلت اور خرابی کے ساتھ اس وقت جان جل جائے گی تو اس کا کیا فائدہ ہوگا؟ اور عزت و خواری کا کیا فائدہ ہوگا؟

پھر عشق کی آگ میں جلے ہوئے گروہ نے کہا کہ آگ بھڑک رہی ہے اور ہماری جان حاضر ہے۔ پروانہ آگ سے کیسے نفرت کر سکتا ہے؟ اس کو تو آگ میں ہی لذت ملتی ہے۔ اگر وصال یار ہماری قسمت میں نہیں ہے تو کوئی بات نہیں اس آگ میں جل جانا تو ہمارا کام ہے۔ بقول سعدی شیرازی۔

گر نشاید بہ دوست راہ بردن
شرط یاری ست در طلب مردن

اگر اس درگاہ تک رسائی ہمارے نصیب میں نہیں ہے تو بے نیل مرام واپس جانا بھی ہمارے بس میں نہیں ہے بقول مرزا غالب:

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہو

پرندوں کی پروانے کے ساتھ بات چیت اور پروانے کا انہیں جواب دینا

الغرض زمانے کے تمام پرندوں نے پروانے کے قصے کو مشہور کیا۔ ایک دفعہ تمام پرندوں نے پروانے سے کہا کہ اے کمزور پروانے تو کب تک اپنی جان کو قربان کرتا رہے گا؟ جب شمع کا وصال تمہاری قسمت میں ہی نہیں ہے تو نادانی کی وجہ سے تم اس محال میں کیوں اپنی جان کو ہلکان کرتے ہو؟ یہ بات سن کر پروانہ مستی میں جھومنے لگا اور اس نے پرندوں کو یوں جواب دیا۔

"میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ میں شمع کے عشق میں ہمیشہ بے خود اور مست رہتا

ہوں اگر مجھے شمع وصال نصیب نہیں ہوتا تو کم از کم اس کا حال چال تو پوچھتا رہتا ہوں اور اس کے حال سے باخبر بھی رہتا ہوں۔ چونکہ تمام پرندے، سیمرغ کے عشق میں جوانمرد ثابت ہوئے اس لئے سر سے پاؤں تک درد عشق میں ڈوبے رہے۔ اگرچہ استغناء کی شان حد سے بھی زیادہ کارفرما تھی اس کے باوجود اس کے لطف وکرم پر بھی بہار تھی۔ چنانچہ صاحب لطف وکرم آیا اس نے دروازہ کھولا، ہر لحظہ سینکڑوں پرندے ایک طرف کئے پھر بے حجابی کا پردہ ظاہر ہوا پھر تمام معاملہ نور النور سے پیوست ہو گیا۔ اس کیفیت کو بیان کرنے کے لئے عقل اور علم کے پاس کوئی لفظ نہیں ہے اگر تو مطیع کی طرح درد عشق رکھتا ہے تو اس کیفیت کو توفیق ایزدی سے ہی سمجھ سکتا ہے اور بس اس کے بعد صاحب لطف وکرم نے سب پرندوں کو عزت کی کرسی پر بٹھایا اور عزت وعظمت کے تخت پر انہیں جگہ عنایت فرمائی پھر سب کے سامنے ایک رقعہ رکھا اور فرمایا اس رقعہ کو آخر تک پڑھو۔ یہ رقعہ ان کے حالات سے تمثیلی انداز میں نقاب کشائی کرتا ہے۔

بھائیوں کا حضرت یوسف علیہ السلام کو بیچنا اور پھر مصر میں آنے کے بعد اپنے ظلم کو دیکھنا

اگرچہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نظر بد سے بچانے کے لئے ستاروں نے حرمل کی بھی آگ پر دھونی دی مگر پھر بھی دیکھ لو کس طرح دس بھائیوں نے اسے بیچ ڈالا تھا۔ مصر کے سوداگروں نے جب حضرت یوسف علیہ السلام کو اسکے بھائیوں سے خریدا تو ان سے رسید راہداری لکھوالی تھی چنانچہ اس رسید پر دس بھائیوں نے اپنے اپنے دستخط بھی ثبت کر دیئے تھے جب عزیز مصر نے سوداگروں سے حضرت یوسف علیہ السلام کو خریدا تو ان سے وہ رسید راہداری بھی لے لی تھی جس پر حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کے دستخط موجود تھے پھر یہی رسید حضرت یوسف علیہ السلام کے

پاس محفوظ رہی آخر کار جب حضرت یوسف علیہ السلام عزیز مصر بنے اور اس کے دس بھائی کنعان سے بزمانہ قحط غلہ لینے کے لئے مصر میں آئے تو وہ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام کو نہیں پہچان سکے تھے۔ چنانچہ سائل کی حیثیت سے وہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ملتجی ہوئے اور اپنی معاشی تنگی بیان کر کے گندم کا سوال کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا اے نوجوانوں! میرے پاس عبرانی زبان میں لکھا ہوا ایک خط ہے میری سلطنت میں کوئی آدمی عبرانی زبان نہیں جانتا اگر آپ یہ خط پڑھ دیں تو میں آپ کو بہت سا سونا بطور انعام عطا کروں گا۔ چونکہ سب بھائی عبرانی زبان جانتے تھے اس لئے حضرت یوسف علیہ السلام کی بات سن کر بہت خوش ہوئے اور کہنے لگے اے بادشاہ یہ خط ہمیں دے ہم ابھی پڑھ دیتے ہیں کیونکہ عبرانی زبان ہماری اپنی زبان ہے۔ وہ دل کا اندھا ہی ہوگا جو غرور کی وجہ سے آج حضوری کے دن اپنا قصہ نہیں سنے گا چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جونہی ان کا خط انہیں دیا تو اس کو پڑھ کر ان پر لرزہ طاری ہو گیا وہ نہ کوئی لفظ پڑھ سکے اور نہ ہی کوئی بات کر سکے۔ سب کے سب غم و افسوس میں کھو گئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ جو سلوک انہوں نے کیا تھا اس میں کھو گئے۔

سب کی زبان گونگی ہو گئی اور وہ سب ایک مشکل میں پھنس گئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں کہا کیا بات ہے؟ تم بیہوش کیوں ہو گئے ہو؟ تم نے خط پڑھنے کے بجائے چپ کیوں سادھ لی ہے؟ سب نے کہا کہ خط پڑھنے اور ہماری گردن اتارنے سے یہ بہتر ہے کہ ہم خاموش رہیں۔ انہوں نے مزید کہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ہم نے خواہ مخواہ ذلت اور پریشانی میں مبتلا کیا اور اسے فرضی طور پر غلام بنا کر فروخت کر دیا اے نادان گداگر! تو ہر لمحہ یوسف کو بیچ رہا ہے جب تیرا یوسف بادشاہ بنے گا اور تو اس کے دربار میں حاضر ہو گا اس وقت تیری حالت ایک بھوکے گداگر کی طرح ہو گی

اور اس وقت تو بالکل برہنہ حالت میں اس کے سامنے پیش ہوگا اور تیرے سب عیب تیرے سامنے آجائیں گے الغرض جب انہوں نے اس معتبر رقعہ کی تحریر کو سیمرغ کے سامنے دیکھا تو جو کچھ انہوں نے کہا تھا وہ سب ابتداء سے انتہا تک ان کے سامنے آگیا۔ جب ان قیدیوں نے غور سے اس تحریر کو دیکھا تو ان کے سب کرتوت ان کی آنکھوں کے سامنے پھرنے لگے اور ان پر واضح ہو گیا کہ ہم نے اپنے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈالا تھا۔

رقعہ پڑھنے کے بعد تمام پرندوں کا فانی ہو جانا

چنانچہ تمام پرندے شرم و حیا سے فنائے محض ہو گئے یعنی بالکل فانی ہو گئے۔ اور ان کا جسم نیلہ تو تیا کی طرح ہو گیا جب وہ عوارض نفسانیہ سے کلیۃً پاک و صاف ہو گئے تو بارگاہ خاص سے ان سب کو نور حاصل ہو گیا اور پھر انہیں ایک نئی زندگی مل گئی ان میں بعض اور ہی طریقے سے حیران ہو گئے یعنی جو کچھ ماضی میں انہوں نے کیا تھا یا نہیں کیا تھا وہ سب کچھ ان کے دل سے محو ہو گیا جب قرب کا سورج ان پر چمکا تو اس کے برعکس سے ان کی جان بھی چمکنے لگ گئی۔ انہوں نے جہان کے سیمرغ کے چہرے کے عکس سے سیمرغ کے چہرہ کو دیکھا جب انہوں نے بغور اس سیمرغ کو دیکھا تو وہ بیشک سی مرغ (تیس پرندے) ہی تھے وہ سب حیرت زدہ ہو گئے انہیں کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ سیمرغ، سی مرغ (تیس پرندے) کیسے بن گئے؟ جب وہ اس سیمرغ کی طرف نگاہ کرتے تو وہ انہیں سیمرغ ہی نظر آتا تھا اور یہ انہی راستے کے تیس پرندے معلوم ہوتے تھے اور اگر بہ یک وقت دونوں کو بہ یک نظر دیکھتے تو دونوں سیمرغ نظر آتے تھے۔ یہ وہ تھا اور وہ یہ تھا۔ یہ بات جہان میں اور کسی نے نہیں سنی ہو گی۔ وہ سب تحیر میں ڈوبے ہوئے تھے اور بغیر تفکر کے تفکر میں تھے۔

جب انہیں کچھ سمجھ نہ آیا تو اس درگاہ سے بغیر زبان کے پوچھا یعنی انہوں نے اس

مضبوط اور خفیہ راز کو منکشف کرنے کی درخواست کی اور من و تو کے مسئلہ کو حل کرنے کی التجا کی تو بارگاہ خاص سے بغیر زبان کے یوں خطاب ہوا کہ ذرہ ذرہ ہے اور آفتاب، آفتاب ہے یعنی ذرہ آفتاب کی طرح نہیں ہو سکتا جو بھی آتا ہے وہ اس آفتاب کے اندر اپنے آپ کو ہی دیکھتا ہے اور اس کے اندر اپنے جان و تن کو ہی دیکھتا ہے جب تم تیس پرندے یہاں آئے تو یہاں پر تیس آئینے ظاہر ہو گئے اگر چالیس یا پچاس پرندے آئیں تو یہاں پر ان کا پردہ بھی اسی طرح کھل جاتا ہے۔ اگرچہ تم بہت ہی پریشان نظر آتے ہو۔ کوئی بات نہیں خود دیکھو اور خود کو دیکھو ہر ایک شخص کی نگاہیں ہم تک کیسے پہنچ سکتی ہیں؟ اور چیونٹی کی آنکھ ثریا تک کیسے پہنچ سکتی ہیں؟ چیونٹی کی آنکھ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو روک رکھا تھا اور مچھر نے ایک ہاتھی کو دانتوں سے پکڑ رکھا تھا جو کچھ تم نے جانا اور جس طرح تو نے دیکھا فی الحقیقت ویسا نہ تھا اور جو کچھ تو نے کہا اور جو کچھ تو نے سنا فی الحقیقت ویسے نہ تھا۔ یہ ساری وادی جو تم طے کر آئے ہو اور یہ جوانمردی جو تم سب نے دکھائی ہے یہ سب کچھ دراصل تم ہمارے ہی افعال میں چلے ہو اور تم نے ہماری ہی ذات اور ہماری ہی صفات کی وادی دیکھی ہے تم سب سیمرغ کی محبت میں حیران رہے ہو اور اسی کے عشق میں بے دل، بے صبر اور بے جان رہے ہو اور ہم ہی اس سیمرغی کے لئے اولیٰ اور افضل اور لائق ہیں کیونکہ ہم ہی حقیقی سیمرغی کا موتی ہیں لہٰذا تم سینکڑوں عزتوں اور نازوں کے ساتھ اپنے آپ کو ہمارے اندر فنا کر دو تاکہ پھر اپنے آپ کو ہمارے ذریعے سے ہی حاصل کر سکو چنانچہ سب کے سب پرندے اس میں ہمیشہ کے لئے فنا ہو گئے گویا کہ سایہ خود خورشید کے اندر گم ہو گیا اور والسلام۔ جتنا کچھ وہ چلے تھے اور جتنا کچھ انہوں نے کہا تھا جب وہ اس منزل پر پہنچے تو نہ ان کا سر رہا اور نہ پاؤں۔ یہاں آکر بات ختم ہو گئی نہ رہبر رہا نہ راہرو رہا اور نہ ہی راستہ رہا۔ اللہ اللہ خیر سلا۔

حضرت منصور حلاج رحمتہ اللہ علیہ کی حکایت اور ایک عاشق کا اس کی خاکستر پر آنا

راوی کہتا ہے کہ جب حضرت منصور حلاج بھڑکتی ہوئی آگ میں مکمل طور پر جل کر کوئلہ ہو گئے تو ایک عاشق وہاں آ گیا اور اس کے ہاتھ میں چھڑی تھی وہ راکھ کے پاس بیٹھ گیا اور چھڑی کے ساتھ راکھ کو کریدنے لگا وہ جوش میں یوں کہنے لگا:۔ "سچ سچ بتاؤ کہ جو "انا الحق" کہتا تھا وہ کہاں ہے؟ جو کچھ تم نے کہا، جو کچھ تم نے سنا، جو کچھ تم نے جانا اور جو کچھ تم نے دیکھا وہ سب کچھ افسانہ کی ابتداء تھی۔ جب تم اس ویرانہ کی جان نہیں ہو تو فنا ہو جاؤ۔ اصل کا ہونا ہی ضروری ہے فرع ہو یا نہ ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اصل وجود علی الدوام تو خورشید حقیقی کا ہی ہوتا ہے۔ اگر ذرہ نہ ہو اور سایہ نہ ہو تو کوئی بات نہیں ذرے اور سائے کے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ والسلام

فنا اور بقا کے بیان میں مقالات

پھر جب ہزاروں صدیاں بلکہ بے حدو حساب صدیاں بیت گئیں تو اس وادی کے تمام پرندے حیران تھے اور ان کی کسی کو کوئی خبر نہ تھی اس کے بعد ان فانی پرندوں کو بڑے ناز کے ساتھ فنائے کل کے عالم میں اپنے ساتھ ملایا گیا جب یہ سب بیخودی اور بیخوشی کی حالت سے واپس اپنی حالت میں آئے تو گویا یہ فنا کے بعد پھر بقا میں آ گئے۔ اس فنا اور بقا کے عالم سے کسی کو بھی انکار نہیں ہے خواہ کوئی اس عالم میں عہد کہن سے تعلق رکھتا ہے یا عہد نو سے۔

اس کی مثال کچھ اس طرح ہے جیسے ایک آواز دور سے معلوم ہوتی ہے تو اس دوری کی تشریح وصف اور خبر کے ذریعے کی جاتی ہے لیکن ہمارے اصحاب معرفت نے مثال کے طریقے سے بقاء بعد الفنا کی شرح بیان کی ہے لیکن اس کے یہاں پر مذکور

نہیں کیا جاسکتا۔اس کے لئے ہم ایک نئی دلیل لاتے ہیں کیونکہ بقا بعد الفنا کے راز وہی جان سکتے ہیں جو ان کے لائق ہوں جب تک کہ تم ابھی وجود یا عدم میں پھر رہے ہو تم کو اس منزل بقا بعد الفنا کی خبر کیسے ہو سکتی ہے؟ ابھی تیرے راستہ میں نہ فنا کی منزل آئی ہے نہ بقا کی منزل آئی ہے تو پھر اے دیوانے تمہیں نیند کیسے آتی ہے؟ ابھی تمہاری منزل بہت دور ہے اپنی جان سے اس منزل کو طے کرو جب جان تیرے تابع ہو جائے گی پھر اپنے راستہ پر چل پڑنا تم اس وقت فنا کی منزل سے بقا کی منزل میں پہنچو گے جب تم اپنی جان کو قربان کر دو گے یعنی جب اپنی جان کو پھینک کر چل پڑو گے۔ ذرا غور تو کرو کہ تو اول و آخر میں کیا کچھ تھا؟ اگر آخر میں سمجھو گے تو اس سمجھنے کا کیا فائدہ ہے؟ دیکھو کتنی عزت اور ناز کے ساتھ نطفے کی پرورش کی گئی حتیٰ کہ وہ عاقل، بالغ اور سمجھدار ہو گیا اسے اپنے اسرار سے واقف کیا گیا پھر اسے کام کی معرفت دی گئی پھر موت نے اسے کلیۃً محو کر دیا عزت سے نکال کر خواری کی منزل میں ڈال دیا پھر اس کو راستہ کی خاک بنایا گیا اور اسے کچھ عرصہ تک فانی کر دیا گیا اس فنا کے عالم میں سینکڑوں قسم کے راز ہیں جو بتائے نہیں جاسکتے۔ بقول شاعر:

افسوس بے شمار سخنہائے گفتنی
خوف فسادِ خلق سے ناگفتہ رہ گئے

اس کے بعد اسے مکمل بقا عطا کی گئی۔ اس کی ذلت اور خواری کو عزت میں تبدیل کیا گیا تو کیا جانتا ہے؟ کہ تو پہلے کس منزل سے گزرا ہے؟ اپنی حقیقت کو دیکھ! ذرا سوچ تو سہی۔ جب تک تیری جان بادشاہ حقیقی کا مزدور نہیں بنے گی اس وقت تک اس درگاہ میں تمہیں قبولیت کیسے حاصل ہو گی؟ جب تک پہلے فنا میں اپنے آپ کو ختم نہیں کر دو گے اس وقت تک بقا کی منزل میں بلندی حاصل نہیں کر سکتے پہلے وہ تجھے بڑی خواری کے ساتھ اپنے راستہ میں پھینک دے گا پھر اچانک تجھے عزت کے ساتھ

وہاں سے اٹھائے گا۔

نیست ہو جاؤ تاکہ تجھے ہستی مل جائے جب تک تم اپنے پندار اور غرور میں رہو گے تمہیں ہستی یعنی بقا نہیں مل سکتی جب تک تم فنا اور خواری میں بالکل مٹ نہیں جاؤ گے اتنے تک تمہیں بقا کی عزت کا سرٹیفکیٹ کیسے ملے گا؟

حکایت بادشاہ کا وزیر کے بیٹے پر عاشق ہو جانا اور اس حقیقت کا بیان کہ فنا کی ذلت اٹھائے بغیر بقا کی عزت کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟

دنیا کا ایک بہت بڑا بادشاہ تھا جس کی ہفت اقلیم پر حکمرانی تھی۔ بادشاہی میں وہ سکندر ثانی تھا۔ دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک اس کا لشکر چھایا ہوا تھا اس کے طنطنہ شاہی کو دیکھ کر چاند کے بھی دو ٹکڑے ہو گئے تھے۔ اور چاند نے اپنا چہرہ بادشاہ کے احترام کی خاطر خاک پر ڈال رکھا تھا۔ بادشاہ کا ایک بلند مرتبہ وزیر تھا جو بہت ہی عقل مند اور سیاستدان تھا اس عقل مند وزیر کا ایک لڑکا تھا جس کے چہرے پر تمام جہان کا حسن قربان تھا۔ کسی نے ایسا خوبصورت اور صاحب عزت لڑکا نہیں دیکھا ہو گا اس حسین و جمیل لڑکے کے حسن و جمال کی وجہ سے کوئی شخص بھی دن کو باہر نہیں نکل سکتا تھا اگر دن کو وہ خوبصورت لڑکا باہر آتا تو ایک قیامت برپا ہو جاتی تھی۔ تمام دنیا میں ابد تک ایسا خوبصورت محبوب پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس لڑکے کا چہرہ آفتاب کی طرح خوبصورت تھا اور اس کی سیاہ زلفیں خالص کستوری کی طرح خوشبودار تھیں اس کے چہرے پر لٹکی ہوئی زلفیں کستوری تھیں اور آب حیات اس کے لبوں کا پیاسا تھا۔ اس کے دلکش آفتاب چہرہ کے درمیان اس کے منہ کی شکل ایک ذرہ کے مانند تھی یعنی اس کا دہان بہت ہی تنگ تھا۔ اس کے تنگ دہن کا ذرہ لوگوں کے لئے فتنہ بنا ہوا تھا جس کے

اندر تیس ستارے (دانت) گم تھے۔ جب وہ حسن کا ستارہ بن کر لوگوں کو اپنا منہ دکھاتا تو پھر اس کے تیس دانت اس کے ذرہ کی مانند تنگ منہ میں کیسے چھپ سکتے تھے؟ اس کی زلفیں اس کی تائید کرتی تھیں جن کو اس نے پس پست لٹکا رکھا تھا۔ اس چاندی کے جسم والے محبوب کی زلفوں کے ہر شکن نے سینکڑوں جانوں کو بے جان کر دیا تھا اس کی زلفوں نے اس کے چہرے پر بہت سے منصوبے تیار کر رکھے تھے اور اس کے بال بال میں سینکڑوں انوکھی اور عجیب تر چیزیں تھیں۔ اس کی بھنویں کمان کی طرح تھیں اور ان کمان کو کوئی بھی نہیں کھینچ سکتا تھا۔ اس کی جادوگر نرگسی آنکھوں نے اپنی محبوبی کے انداز میں اپنی ہر پلک سے سینکڑوں جادو جگا رکھے تھے۔ اسکے ہونٹ آب حیات کا سر چشمہ تھے۔ جو مٹھاس میں شکر کی مانند تھے اور سبزہ سے زیادہ سر سبز تھے۔ اس کا سبز خط اور اس کے حسین چہرے کی سرخی آب زلال کے چشمہ کا طوطی لگتا تھا۔ اس کے دانتوں کے متعلق کچھ کہنا بیوقوفی کے مترادف ہے گویا موتیوں کی کان اس کے حسن پر قربان تھی۔ اس کے خال کی کستوری جمال کی جیم کا نقطہ تھی جس سے اس نے زمانہ ماضی اور مستقبل کا سارا حسن اس کے حال میں نظر آتا تھا۔ اس خوبصورت لڑکے کی تعریف میں اگر ساری عمر بھی خرچ کر دی جائے تو پھر بھی اس کی تعریف نہیں ہو سکتی۔ الغرض بادشاہ اس لڑکے کو دیکھ کر مست مست ہو گیا تھا اور اس کے عشق کی مصیبت کے ہاتھوں دیوانہ ہو گیا تھا اگرچہ بادشاہ بہت ہی بلند مرتبہ تھا مگر اسکے غم میں وہ بدر سے گھٹ کر پہلی کے چاند کی طرح کمزور ہو گیا تھا۔ وہ اس لڑکے کے عشق میں اس قدر بے خود ہو گیا تھا کہ اسے اپنے آپ کی بھی کچھ خبر نہ رہی تھی۔ اگر ایک لمحہ بھر کے لئے بھی وہ لڑکا اس کے سامنے نہ ہوتا تو اس کا از رفتہ دل رو رو کر خون کی ندیاں بہا دیتا تھا اس لڑکے کے دیکھے بغیر اسے ایک لمحہ بھی چین و قرار نہیں تھا اور اس کے بن دیکھے نہ وہ صبر کر سکتا تھا اور نہ ہی اس کی حسرت پوری ہوتی تھی۔ چونکہ اس کے بغیر

اسے رات دن چین نہ تھا اس لئے وہ رات اور دن اس کا ہم دم بنا ہوا تھا۔ وہ سارا دن اور ساری رات اسے اپنے پاس بٹھائے رکھتا تھا اور اس چاند جیسے چہرے والے محبوب سے راز کی باتیں کہتا رہتا تھا بادشاہ کی راتوں کی نیند بھی اچاٹ ہو گئی تھی اور چین و قرار بھی غائب ہو گیا تھا جب لڑکے کو بادشاہ کے سامنے نیند آجاتی اور وہ سو جاتا تو بادشاہ اس کا چہرہ دیکھتا رہتا تھا۔ وہ لڑکا اپنے حسن کی شمع کی روشنی میں پاسبان بن کر سویا رہتا اور بادشاہ اس کے چہرے کو دیکھتا رہتا تھا۔ اور اس کے عشق میں ہر رات کو خون کے آنسو بہاتا رہتا تھا۔ کبھی اس کے چہرہ پر پھول بکھیرتا اور کبھی اس کے بالوں سے مٹی کو جھاڑتا اور کبھی درد عشق کی وجہ سے اس کے چہرے پر خون کے آنسو بہاتا تھا۔ کبھی اس چاند جیسے مکھڑے والے محبوب کے ساتھ جشن مناتا اور کبھی اس کے سامنے جام پر جام لنڈھاتا تھا وہ اسے ایک لحظہ کے لئے بھی اپنے سے الگ نہیں کرتا تھا۔ بلکہ ہمیشہ اسے اپنے پاس ہی رکھتا تھا وہ لڑکا ہر وقت بادشاہ کے پاس کس طرح رہ سکتا تھا مگر بادشاہ کے ڈر سے وہ اس کے پاس ہی رہتا تھا۔ اسے یہ ڈر تھا کہ اگر وہ بادشاہ کی مرضی کے بغیر اٹھ کر کہیں چلا گیا تو بادشاہ غیرت کی وجہ سے اس کا سر دھڑ سے الگ کر دے گا اس لڑکے کے ماں باپ بھی اپنے بیٹے کا منہ دیکھنے کے لئے ترس جاتے تھے اور بادشاہ کے خوف سے انہیں اپنے بیٹے کو دیکھنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی، چنانچہ اس طرح کافی مدت گزر گئی۔

بادشاہ کے ہمسائے میں سورج کے چہرے والی ایک خوبصورت لڑکی رہتی تھی۔ وہ لڑکا اس کے دیدار کا عاشق ہو گیا اور اس کے عشق میں آگ کی طرح سرگرم ہو گیا۔ ایک رات اس لڑکے نے اس لڑکی کے ساتھ بیٹھنے کا پروگرام بنایا چنانچہ بادشاہ سے چھپ کر وہ اس لڑکی کے ساتھ جا بیٹھا۔ اتفاق سے اس وقت بادشاہ نشہ میں دھت تھا۔ جب بادشاہ آدھی رات کے وقت نیم بیہوشی کی حالت میں اپنی خوابگاہ سے اٹھا اور اس نے لڑکے کو تلاش کیا تو وہ اسے نہ ملا آخر کار جہاں وہ تھا اسے ڈھونڈ لیا اس نے دیکھ لیا کہ

ایک لڑکی اس لڑکے کے ساتھ بیٹھی ہوئی ہے اور دونوں ہم نوالہ و ہم پیالہ بنے ہوئے ہیں۔ جب بادشاہ نے ان کو اس حالت میں دیکھا تو اس کے جگر میں غیرت کی آگ بھڑک اٹھی۔ ایک بادشاہ ہو پھر وہ مستی کی حالت میں ہو تیسرے وہ عاشق بھی ہو تو جب وہ اپنے معشوق کو کسی اور کے پاس بیٹھا ہوا دیکھے گا تو اس کی کیا حالت ہو گی؟ بادشاہ نے اپنے آپ سے کہا کہ میرا معشوق مجھ جیسے بادشاہ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کے ساتھ بیٹھنا پسند کرتا ہے جتنا اچھا سلوک اور جتنی محبت میں نے اس لڑکے سے کی تھی اتنی محبت تو کسی نے بھی کسی کے ساتھ نہیں کی ہو گی میری محبت کا جواب اس نے یہ دیا ہے۔

جتنی تکالیف میں نے اس لڑکے کی خاطر برداشت کی ہیں اتنی تکلیفیں تو فرہاد نے بھی شیریں کی خاطر نہیں برداشت کی ہوں گی۔ میں نے تمام خزانوں کی کنجیاں اس کے ہاتھ میں تھما دی تھیں اور دنیا کے تمام بڑے لوگوں کو اس کے ماتحت کر دیا تھا وہ میرا ہمراز بھی تھا اور ہم دم بھی تھا وہ میرا ہمدرد بھی تھا اور میرا مرہم بھی تھا۔ اگر وہ چھپ کر کسی ادنیٰ کے پاس بیٹھتا ہے تو پھر میں ابھی اس کو اس کا مزا چکھاتا ہوں اس کے بعد بادشاہ نے حکم دیا کہ اس لڑکے کے ہاتھ پاؤں باندھے جائیں اور اس کے ننگے جسم پر میدان میں بادشاہی بید (درے) مار مار کر اسے نیل کی طرح کر دیں پھر اسے دربار کے صفہ (برآمدہ) میں کھلے بندوں تختہ دار پر لٹکائیں پھر بادشاہ نے کہا کہ پہلے اس کی کھال اتاریں پھر اسے الٹا کر کے پھانسی دیں تا کہ آئندہ بادشاہ کا کوئی خاص آدمی دم آخر تک بادشاہ کے علاوہ کسی اور کو نہ دیکھے چنانچہ بادشاہ کے غلام اس لڑکے کو ذلت اور خواری کے ساتھ تختہ دار پر لٹکانے کے لئے گھسیٹ کر لے گئے لڑکے کے معاملہ کا جب وزیر کو پتہ چلا تو اس نے اپنے سر پر خاک ڈال لی اور کہا اے جان پدر! یہ مصیبت کہاں سے تیرے سر آپڑی ہے؟ تجھ پر کیسی تقدیر آپڑی کہ خود بادشاہ تیرا دشمن ہو گیا ہے؟ وہاں پر بادشاہ کے دس غلام موجود تھے چنانچہ انہوں نے شاہی فرمان کے مطابق لڑکے کو

سزا دینے کا ارادہ کیا اتنے میں غمناک دل کے ساتھ وزیر آن پہنچا پہلے اس نے ہر ایک غلام کو ایک ایک شب چراغ موتی یعنی بہت قیمتی موتی دیا پھر کہا کہ آج بادشاہ نشہ میں مست تھا اور غصے میں اس نے یہ سخت حکم دیا ہے حالانکہ لڑکے کا کوئی سنگین جرم نہیں تھا۔ اس نے مزید کہا کہ بادشاہ جب ہوش میں آئے گا تو وہ اپنے فیصلہ پر پشیمان ہوگا اور بے قرار ہو جائے گا جس غلام نے بھی اس لڑکے کو پھانسی دینے میں کوئی کردار ادا کیا ہوگا تو بادشاہ اسے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ ان غلاموں نے کہا کہ اگر ہم لڑکے کو سزا نہیں دیں گے تو بادشاہ ہم سب کو قتل کر ڈالے گا اور خون کی ندیاں بہادے گا اور پھر ہمیں تختہ دار پر لٹکا دے گا اس پر قید خانہ میں سے وزیر کسی خونی مجرم کو لے آیا اور پہلے اس کی کھال اس طرح اتاری گئی جس طرح لہسن کا چھلکا اتارا جاتا ہے پھر اسے الٹا کر کے تختہ دار پر لٹکا دیا گیا اور اس کے خون سے زمین کو گلاب کی طرح سرخ کر دیا اور لڑکے کو کہیں پوشیدہ کر دیا گیا کہ دیکھیں قدرت پردۂ غیب سے کیا رنگ دکھاتی ہے دوسرے دن جب بادشاہ کو ہوش آیا تو ابھی تک اس کا جگر غصے کی آگ سے جل رہا تھا۔ بادشاہ نے غلاموں کو بلایا اور کہا کہ اس کتے لڑکے کے ساتھ تم نے کیا سلوک کیا ہے؟ سب نے کہا کہ ہم نے اس کی کھال اتاری تھی اور ابھی تک وہ پھانسی کے تختہ پر الٹا لٹکا ہوا ہے بادشاہ نے جب ان کا جواب سنا تو وہ غلاموں کے جواب سے بہت خوش ہوا۔ بادشاہ نے ہر غلام کو قیمتی کپڑوں کا خلعت انعام میں دیا اور ان کے عہدوں میں ترقی دے دی۔ بادشاہ نے کہا کہ اس کی لاش کو کافی دیر تک تختہ دار پر لٹکائے رکھو تاکہ زمانے کے تمام لوگ اس نالائق لڑکے کے انجام سے عبرت حاصل کریں۔ شہر کے لوگوں نے جب یہ تمام قصہ سنا تو لڑکے کی مصیبت کی وجہ سے ہر ایک کا دل بھر آیا۔ بہت سے لوگ اس کی لٹکی ہوئی لاش کو دیکھنے آئے مگر کھال اترنے کی وجہ سے کوئی نہ پہچان سکا کہ آیا یہ اسی لڑکے کی لاش ہے یا کسی اور کی۔ لوگوں نے اس کے گوشت کو خون میں

لتھڑا ہوا دیکھا جس پر سے کھال اتری ہوئی تھی اور وہ الٹا لٹکا ہوا تھا۔ جس چھوٹے بڑے آدمی نے لاش کو اس حالت میں دیکھا وہی چھپ چھپ کر خون کے آنسو رونے لگا تمام دن اور تمام رات اس چاند جیسے خوبصورت لڑکے کا ماتم کیا گیا اور تمام شہر والے غم سے کراہنے لگے۔ اور ہائے ہائے کہہ اٹھے۔

چند دن کے بعد بادشاہ اپنے سابقہ کردار کی وجہ سے اپنے محبوب لڑکے کی جدائی میں پشیمان ہو گیا اس کا غصہ اب ٹھنڈا پڑ چکا تھا مگر عشق زوروں پر آ گیا اور بادشاہ کے عشق نے اس کے شیر جیسے دل کو چیونٹی کی طرح کر دیا تھا۔ بادشاہ جو کہ اس یوسف ثانی کے ساتھ رات دن خلوت میں خوش و خرم ہو کر بیٹھا کرتا تھا اور ہمیشہ شراب وصال سے مست رہتا تھا اب اس کی جدائی کے نشہ میں کیسے نچلا بیٹھ سکتا تھا؟ آخر کار بادشاہ میں صبر کی طاقت قطعاً نہ رہی اور وہ ہر وقت گریہ وزاری کرنے لگ گیا۔ جدائی کے درد سے اس کی جان جلنے لگی اور لڑکے کے عشق میں وہ بے صبر اور بے قرار ہو کر رہ گیا بادشاہ پشیمانی میں ڈوب گیا اس نے آنکھوں کو خون کے آنسوؤں سے خون خون کر دیا اور سر پر مٹی ڈال دی۔ اس نے سیاہ ماتمی لباس پہن لیا اور اندر سے دروازہ بند کر دیا اور خاک و خون میں لت پت ہو گیا اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا اور اس کی خوں فشاں آنکھوں سے نیند اڑ گئی جب رات ہوئی تو بادشاہ دروازے کو کھول کر باہر نکلا اور تختہ دار کے گرد و نواح کو لوگوں سے خالی کر دیا پھر وہ تنہا لڑکے کے تختۂ دار کے پاس گیا اور لڑکے کی محبت کا زمانہ یاد کرنے لگے اس کی ایک ایک بات ایسے یاد آئی تو اس کے بال بال سے فریادیں نکلنے لگیں اس کے دل پر بے حد و حساب درد و غم چھا گیا اور لمحہ بہ لمحہ اس کا ماتم تازہ بہ تازہ اور نو بہ نو ہو گیا وہ اس لاش پر زار و قطار رونے لگا اور اس کے چہرے کو خون آلودہ دیکھ کر گریہ وزاری کرنے لگا۔ اس نے غم کی وجہ سے اپنے آپ کو خاک آلود کر لیا اور اپنے ہاتھوں کی پشت کو اپنے کیے کی پاداش میں کاٹنے لگا۔ اس وقت کوئی شخص اس

کے آنسوؤں کو گننے کی کوشش کرتا تو وہ گن نہیں سکتا تھا کیونکہ اس کے آنسو سینکڑوں بارشوں سے بھی زیادہ تھے۔ الغرض ساری رات بادشاہ اسی طرح صبح تک اکیلے جلتا رہا جیسا کہ شمع اپنے آنسوؤں میں جلتی رہتی ہے جب صبح کی ہوا چلی تو بادشاہ اپنے محل میں آ گیا اور وہاں بھی خاک اور راکھ میں بیٹھ گیا ہر لحظہ اس کی مصیبت زیادہ سے زیادہ ہوتی گئی الغرض جب اس طرح چالیس دن اور راتیں گزر گئیں تو وہ بادشاہ بال کی طرح کمزور ہو گیا اس نے دروازہ بند کر لیا اور تختہ دار کے نیچے بیمار بن کر لڑکے کی تعزیت کرنے لگا ان چالیس دنوں اور چالیس راتوں کے بعد جب کہ اس نے نہ کھانا کھایا تھا اور نہ پانی پیا تھا لڑکے کو خواب میں دیکھا اس کا چاند جیسا چہرہ آنسوؤں میں ڈوبا ہوا تھا اور وہ سر سے لے کر چوٹی تک خون میں شرابور تھا۔ بادشاہ نے خواب میں اس سے پوچھا اے نازک اور روح افزا محبوب! تم سر سے پاؤں تک خون میں کیوں ڈوبے ہوئے ہو؟ لڑکے نے جواب دیا کہ آپ کی دوستی کی وجہ سے میں خون میں نہایا ہوا ہوں اور میری حالت آپ کی بے وفائی کی وجہ سے ہوئی ہے آپ نے مجھ بے گناہ کی کھال اتروائی ہے۔ اے بادشاہ! کیا اسی کا نام وفاداری اور دوستی ہے؟ کیا کوئی دوست اپنے دوست کے ساتھ یہی سلوک کرتا ہے؟ اگر کوئی کافر بھی اپنے دوست کے ساتھ ایسا سلوک کرے تو میں کافر ہوں یعنی کوئی کافر بھی اپنے دوست کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرتا جو آپ نے میرے ساتھ کیا ہے۔

آخر میں نے کونسا جرم کیا ہے؟ کہ آپ نے مجھے تختہ دار پر چڑھایا، میرا سر قلم کیا اور مجھے الٹا لٹکایا لہٰذا میں اب آپ سے روگردانی کرتا ہوں میں قیامت کے دن اس ظلم کے خلاف انصاف چاہوں گا جب اللہ تعالیٰ کا دربار منعقد ہوگا تو اللہ تعالیٰ ضرور میری دادخواہی کرے گا۔ جب بادشاہ نے اس محبوب کی باتیں خواب میں سنیں تو اس کا دل خون سے بھر گیا اور وہ نیند سے جاگ اٹھا۔ اس کے جان و دل میں ایک شور برپا ہو گیا اور

ہر لمحہ اس کی مشکلات سخت سے سخت تر ہو گئیں۔ وہ دیوانہ اور بیخود ہو گیا اور مزید کمزور اور غمناک ہو گیا۔ اس نے اپنی دیوانگی کے گھر کا دروازہ کھولا اور زار و قطار رونا شروع کر دیا اور کہنے لگا۔ اے میری جان! اور اے میرے دل! تجھ سے شرم کے مارے میرے جان و دل خون خون ہو گئے ہیں۔ اے محبوب! تجھے میری وجہ سے پریشان ہونا پڑا اور میرے حکم سے ہی تو ذلت کے ساتھ قتل ہوا اپنے ہاتھوں سے جس طرح مجھے شکست ملی ہے ایسی کسی کو نہیں ملی ہو گی اور جس طرح میں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے پاؤں پر کلہاڑی ماری ہے ایسا کام اور کسی نے نہیں کیا ہو گا۔ آج میں غم کی وجہ سے خون میں لتھڑا ہوا ہوں۔ میں اسی سزا کا مستحق ہوں آخر میں نے اپنے محبوب کو کیوں قتل کیا؟ اے لڑکے میرے طرف دیکھو! آخر تم کہاں ہو؟ میری دوستی پر قلم نہ کھینچو۔ اگرچہ میں نے تجھ سے برا سلوک کیا ہے مگر تم مجھے برا بدلہ نہ دو۔ کیونکہ میں نے جو کچھ برا سلوک کیا ہے یہ اپنے ساتھ ہی کیا ہے۔ میں آج تیری وجہ سے اس قدر غمناک اور حیران ہوں کہ آج میں تیری قبر پر بیٹھا ہوں اور میرے سر پر مٹی پڑی ہوئی ہے اے میری جان! میں تجھے کہاں تلاش کروں؟ مجھ حیران و پریشان دل والے پر رحم کرو۔ اگر مجھ بے وفا سے تو نے کچھ جفا دیکھی ہے تو چونکہ تم وفادار ہو اس لئے تم مجھ پر ظلم نہ کرو۔ اگر میں نے بے وقوفی سے تیرا خون بہایا ہے تو اے لڑکے! تم میری خونریزی نہ کرو۔ مستی کی حالت میں مجھ سے یہ غلطی ہو گئی ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس میں میرا کیا قصور ہے؟ تقدیر میں ایسا ہی لکھا تھا۔ اگر تم اچانک میری آنکھوں کے سامنے سے چلے گئے ہو تو میں اب تیرے بغیر دنیا میں کیسے زندہ رہ سکتا ہوں؟ تیرے بغیر مجھے زندگی گزارنے مین کوئی مزہ اور دلچسپی نہیں رہی اس لئے اب میری زندگی تھوڑی سی باقی رہ گئی ہے اور میں بھی جلدی تیرے پاس آجاؤں گا۔ اب مجھ بادشاہ کی جان لبوں پر آچکی ہے اب میں اپنی جان کو تیرے خون بہا کے طور پر قربان کر دوں گا۔ میں اپنی

محبت سے نہیں ڈرتا بلکہ میں اپنے اس ظلم سے ڈرتا ہوں جو میں نے تم پر کیا ہے اگر میں ساری عمر بھی اپنی اس غلطی کی معافی مانگتا رہوں تو پھر بھی اس گناہ کی عذر خواہی نہیں ہو سکتی۔ کاش کے میرے تالو کو تلوار سے کاٹ دیا جاتا تاکہ میرے دل سے اپنی غلطی کا درد و غم کم ہو سکے۔ اے خدا! اس حیرانی میں میری جان جل چکی ہے اور میں سر سے پاؤں تک حسرت کی آگ میں جل چکا ہوں۔ میں اب مزید جدائی کی طاقت نہیں رکھتا۔ کب تک میری جان عشق کی آگ میں جلتی رہے گی؟ اے انصاف کرنے والے اللہ! اپنے فضل و کرم سے میری جان لے لے کیونکہ میں اب مزید غم سہنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ الغرض بادشاہ یہ باتیں کرتے کرتے خاموش ہو گیا اور پھر اس پر بیہوشی طاری ہو گئی۔ آخر کار اللہ تعالیٰ کی مہربانی کا قاصد آیا اور شکایت کرنے کے بعد شکر کرنے کا بھی اسے موقع مل گیا۔ جب بادشاہ کا درد و غم حد سے زیادہ ہو گیا تو وہاں اس کا وزیر بھی ایک جگہ پر چھپا بیٹھا تھا اس نے پردہ میں لڑکے کو لباس اور زیب و زینت آراستہ و پیراستہ کیا اور پھر اسے بادشاہ کے پاس بھیج دیا۔ لڑکا اس طرح پردہ سے نکل کر بادشاہ کے پاس آیا جس طرح بادلوں میں سے چاند نکل آتا ہے وہ تلوار لٹکا کر حاضر ہوا اور بادشاہ کے سامنے زمین پر آ کر گر گیا۔ اور اس کے آنسو بارش کی طرح ٹپک رہے تھے جونہی اس لڑکے کو بادشاہ نے دیکھا اس کے بعد مجھے کچھ سمجھ نہیں آتا کہ اب میں کیا کہوں؟

بادشاہ خاک میں اور لڑکا خون میں پڑا تھا کوئی نہیں جانتا کہ یہ عجیب و غریب صورت حال کس طرح رونما ہوئی؟ اس کے بعد جو کچھ بھی میں کہوں گا وہ کہنی نہیں چاہئے۔ کیونکہ گہرائی میں بہت سے ایسے موتی ہیں جو ابھی ناسفتہ ہیں۔ الغرض بادشاہ نے جب جدائی سے نجات پائی تو دونوں (لڑکا اور بادشاہ) ایوان خاص میں چلے گئے اس کے بعد کوئی بھی راز سے باخبر نہیں ہو سکا کیونکہ یہاں تیسرے آدمی کو جانے کی

اجازت ہی نہیں ہے کچھ پتہ نہیں کہ ایک نے کیا کہا اور دوسرے نے کیا سنا؟ یہاں نہ عنصری آنکھیں دیکھ سکتی ہیں اور نہ ہی عنصری کان سن سکتے ہیں۔ میں کیا چیز ہوں کہ ان حالات کی تشریح بیان کروں؟ جو یہ تشریح بیان کرے گا اسے اپنی جان کی قربانی دینی پڑے گی ویسے بھی اس مقام پر میں ابھی پہنچا ہی نہیں ہوں تو وہاں کے حالات کی تشریح کیسے بیان کر سکتا ہوں؟ لہٰذا ان حالات کا کھوج لگانے کے لئے خاموشی اختیار کرتا ہوں اگر مجھ سے پہلے بزرگوں کو اجازت ملی ہو تو وہ ان حالات کی تفصیل سے مجھے مطلع فرمائیں چونکہ اس مقام کی کسی کو بال برابر بھی خبر نہیں ہے لہٰذا بغیر خاموشی کے اور کوئی چارۂ کار نہیں ہے ویسے بھی ان حالات کی تفصیل کے لئے زمانہ کا عرصہ بھی کم ہے لہٰذا زبان کی تلوار کی دھار کو رک جانا چاہئے۔ اگرچہ چنبیلی کے پھول کے دس زبانیں ہوتی ہیں لیکن پھر بھی وہ اپنی خاموشی کا ہی عاشق ہوتا ہے یعنی چنبیلی کا پھول دس زبانیں ہونے کے باوجود چپ ہی رہتا ہے۔ اب میں نے اپنی بات کو مکمل کر لیا ہے اس کے آگے کی بات کرنا مشکل کام ہے۔ اور، والسلام

ایک دین کے بزرگ کا حالت نزع میں ہونا

ایک دین کے علم رکھنے والے پر جب حالت نزع طاری ہوئی تو اس نے کہا کہ اگر میں اس سے پہلے یہ جانتا کہ سننا بولنے سے اچھا ہوتا ہے تو میں بولنے میں اپنی عمر ضائع نہ کرتا۔ اگر کوئی بات اچھائی میں سونے کی طرح ہو پھر بھی بات نہ کہنا زیادہ بہتر ہے۔ جوانمردوں کے حصہ میں کام ہوتا ہے اس لئے انہوں نے کام کر کے دکھایا۔ ہمارے حصہ میں صرف باتیں ہی باتیں ہیں اور افسوس تو اسی بات کا ہے۔ جو آدمی کام کرتا ہے وہ اپنے کام میں مست اور خاموش ہوتا ہے اور جو آدمی بیکار ہوتا ہے وہ بولنے میں جوش دکھاتا ہے۔ اگر تیرے دل میں مردوں کی طرح دین کا درد ہوتا تو جو بات میں تمہیں

کہہ رہا ہوں اس پر تجھے یقین ہو تا چونکہ محبت اور معرفت سے تیرا دل بیگانہ ہے اس لئے میری باتیں تجھے افسانہ معلوم ہوتی ہیں لہٰذا تم مغرور اور نازنین آدمی کی طرح بڑے ناز سے سو جاؤ تاکہ میں تجھے خوشی خوشی افسانہ نہ سناؤں۔ عطار نے اگر تجھے افسانہ سنایا ہے تو وہ بھی خوش ہے تاکہ تجھے گہری نیند آ جائے اور تم مزے سے سو جاؤ ہم نے ریت میں بہت سا تیل ڈال کر ضائع کیا ہے اور بہت سے قیمتی موتی سور کے گلے میں ڈالے ہیں اگرچہ ہم نے یہ دستر خوان خوب سجایا ہے لیکن ہم سب اس دستر خوان سے بھوکے ہی اٹھ کھڑے ہوئے ہیں۔ اگرچہ ہم نے بہت سی راز کی باتیں کہی ہیں مگر ہمارے نفس نے ہمارا کہنا نہیں مانا ہم نے علاج قبول نہیں کیا چونکہ مجھ سے کوئی مفید کام نہ بن پڑا اس لئے میں نے اپنے آپ سے ہاتھ دھو لئے ہیں اور ایک طرف چلا گیا ہوں۔ جب اللہ تعالیٰ کی کلی رحمت میرے پاس آئے گی تو وہ مجھے اللہ تعالیٰ کے قرب و جوار میں لے جائے گی اے مخاطب! دعا مانگ اور خدا سے پہلے بزرگوں کا جذبہ مانگ۔ تیری یہ مشکل میرے ہاتھ سے حل نہیں ہو گی۔ جب ہر لحہ یہ نفس موٹا ہو تا جائے تو اس کی اصلاح کی کوئی صورت ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ نفس کوئی بات نہیں سنتا اس لئے اس کا موٹاپا دور نہیں ہو تا۔ یہ سب کچھ سن لینے کے بعد بھی وہ راہ راست پر نہیں آتا۔ جب تک وہ ذلت کے ساتھ مر نہیں جاتا۔ اے اللہ! موت سے پہلے یہ نفس نصیحت حاصل نہیں کرے گا (موتوا قبل ان تموتو) کی طرف اشارہ ہے۔

حکایت سکندر کا مرنا اور ارسطو کا اظہار خیال

جب سکندر رومی دین کے راستہ میں فوت ہو گیا تو ارسطو نے کہا اے دین کے بادشاہ جب تک تم زندہ تھے تو میں تمہیں ہمیشہ پند و نصیحت کیا کرتا تھا۔ آج میرا نصیحت کرنے کا کام ختم ہو گیا ہے قال (زبانی) نصیحتوں سے حال کی نصیحت بڑھ گئی ہے کیونکہ

زبانی باتیں صرف ایک نقش تھیں جبکہ حال کی نصیحتیں سب کمال ہوتی ہیں۔اے دل! نصیحت حاصل کرو کہ مصیبت کا بھنور آ گیا ہے تم زندہ دل ہو جاؤ کہ موت تیرے پیچھے لگی ہوئی ہے۔اے مخاطب! تمہیں بہت کچھ پرندوں کی بولی اور ان کی زبان سنائی ہے اے بے خبر! ان کو غور سے سمجھو۔عاشقوں کے اندر ایسے پرندے بھی ہیں جو پنجرے میں ہی موت سے پہلے اڑ جاتے ہیں ان کی باتوں کی تشریح اور ان کا بیان اور ہی طریقے کا ہوتا ہے کیونکہ پرندوں کی زبان دوسری ہوتی ہے۔

سیمرغ کے پاس صرف وہی اکسیر بنا سکتا ہے جو ان پرندوں کی بولی سمجھتا ہو۔اے مخاطب! تو یونانیوں کی حکمت کے اندر روحانیوں کی دولت اور ان کے علم کو کیسے سمجھ سکتا ہے؟ جب تک تو یونانیوں کی حکمت سے الگ نہیں ہو جائے گا۔اس وقت تک تو دین کی حکمت میں یگانہ اور ماہر نہیں ہو سکتا۔جو عشق کے راستہ میں حکمت یونان کا نام لے گا وہ دین کے دیوان میں عشق سے آگاہ نہیں ہو سکتا یہاں معرفت کے اعتبار سے میں کفر کے کاف کو فلسفہ کی فاء سے زیادہ پسند کرتا ہوں۔کیوں کہ اگر کفر کا پردہ ہٹ جائے تو تم کفر سے پرہیز کرو گے لیکن جب وہ کفر مجادلہ کی صورت میں راہزنی کرتا ہے تو زیادہ تر علم والوں کو گمراہ کرتا ہے۔اگر تم نے صرف حکمت یونان سے اپنے دل کو روشن کیا تو تم حکمت دین کے تریاق کو جلا بیٹھو گے دین کی شمع نے جب یونان کی حکمت کو جلا ڈالا ہے تو پھر دل کی شمع کو علم یونان سے روشن نہیں کیا جا سکتا۔اے دین کے مرد تیرے لئے یثرب کی حکمت ہی کافی ہے اس لئے دین کے درد کی خاطر حکمت یونان پر مٹی ڈال دو۔

اے عطار تو کب تک یہ باتیں کرے گا تو اس اہم کام کے اہل نہیں ہے اپنے آپ سے کلی طور پر باہر آ جا اپنے آپ کو فنا کر کے مٹی ہو جا جب تک تو اپنی "میں" کو ختم نہیں کرے گا اس وقت تک تو پامال ہی رہے گا اور جب تو فنا کا مقام حاصل کر لے گا تو

پھر تو ہر ایک کے سر کا تاج بن جائے گا۔ تو فنا فی اللہ ہو جاتا کہ راستہ کے تمام پرندے تجھے بقا باللہ کی منزل تک جانے کے لئے راستہ دے دیں میری بات تیری رہبری کے لئے کافی ہے کیونکہ یہ بات ہر راہرو کے لئے رہنما ہوتی ہے۔ اگرچہ راستہ کے ان پرندوں میں میری کوئی حیثیت نہیں ہے لیکن میرے لئے اتنا کافی ہے کہ میں نے ان کا ذکر کر دیا ہے شاید اس طرح اس قافلے کی گرد و غبار مجھ تک آ جائے اور اگلے گزرے ہوئے لوگوں کے درد کا کچھ حصہ مجھے بھی مل جائے۔

حکایت ایک شخص کا کسی صوفی سے یہ کہنا کہ تم کب تک مردان حق کی باتیں سناتے رہو گے

ایک بوڑھے آدمی نے کسی صوفی سے کہا کہ تم کب تک ہمیں مردان خدا کی باتیں سناتے رہو گے اس نے کہا کہ میری زبان کو ان کی باتیں اچھی لگتی ہیں اس لئے میں اکثر ان کی باتیں سناتا رہتا ہوں۔ اگرچہ میں خود مرد حق نہیں ہوں مگر مردان حق کی باتیں تو سناتا رہتا ہوں۔ جب میں ان کی پیاری پیاری باتیں کہتا ہوں تو میرے دل کو خوشی ہوتی ہے اگرچہ میرے پاس شکر نہیں ہے لیکن شکر کا نام لینے سے مجھے یہ فائدہ تو پہنچتا ہے کہ میری زبان زہر کا نام لینے سے بچ جاتی ہے۔ سو اسی طرح اگرچہ میرا تمام دیوان ایک دیوانگی پر مشتمل ہے اور ان باتوں کا عقل سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن میں نہیں جانتا کہ میں اور کیا باتیں کروں؟ میں کب تک ایسی چیز کو ڈھونڈتا رہوں گا جسے میں نے ابھی تک گم نہیں کیا؟ میں نے اپنی نادانی کی وجہ سے دولت کو ترک کرنے کی باتیں کی ہیں اور یوں بیکاری اور غفلت کا سبق دیا ہے۔ اگر مجھے کہا گیا کہ اے گمراہ اپنے گناہ کی معافی اپنے اللہ سے مانگو۔ میں نہیں جانتا کہ کب یہ کام درست ہو گا یا پھر میری ساری عمر معافی مانگنے میں گزر جائے گی؟ اگر اس کے راستہ میں میرا کوئی مقام ہوتا تو میرے

شعر کا "شین" سر کی "سین" بن جاتا اوڑ میں اس کے راستہ میں کام کا آدمی بن جاتا اوڑ یوں اشعار کہنے میں مستغرق نہ ہوتا۔ شعر کہنا تو بے حاصلی کی دلیل ہے اور یونہی اپنے آپ کی نمائش کرنا جہالت ہے لیکن اگر میں اشعار کہتا ہوں تو میں اس میں معذور ہوں چونکہ مجھے جان میں کوئی محرم راز نہیں ملا اس لئے میں اپنے شعروں میں ہی منہمک رہتا ہوں۔ اگر تمہیں کسی رازوالے آدمی کی تلاش ہے تو اسے ڈھونڈو۔ اپنی جان کو قربان کرو اپنا خون بہاؤ، پھر راز تلاش کرلو گے۔ میں نے آنسوؤں میں خون بہایا ہے تب کہیں یہ خونریز اشعار لکھے ہیں اگر میرے گہرے جادو کو سونگھنے کے لئے دماغ رکھتے ہو تو تمہیں میرے حروف سے خون کی بو آئے گی۔ جو شخص بھی بدعت کے زہر سے بیمار ہوگا تو اس کے لئے میرے یہ اشعار تریاق ثابت ہوں گے۔ اگرچہ میں عطار ہوں اور تریاق دینے والا ہوں مگر میرا اپنا جگر جلا ہوا ہے اور اس سے خون نکلتا ہے چونکہ لوگوں میں یہ ذوق نہیں ہے اور وہ اس جلن سے بے خبر ہیں اس لئے میں ان شعروں کے ذریعے تنہا اپنا جگر کھاتا ہوں۔ چونکہ میرے دستر خوان پر خشک روٹی ہے اس لئے میں اپنی آنکھوں سے آنسو بہا کر سالن تیار کرتا ہوں میں اپنے دل کی آگ سے اپنے جگر کو بھونتا ہوں اور کبھی کبھی حضرت جبریل علیہ السلام کو بھی مہمان بناتا ہوں چونکہ روح القدس میرا ہم نوالہ اور ہم پیالہ ہے اس لئے ہر بدبخت آدمی اس دستر خوان پر کھانا نہیں کھا سکتا۔ مجھے کسی دنیادار کی روٹی کھانے کی ضرورت نہیں ہے میرے لئے یہ روٹی اور یہی سالن ہی کافی ہے۔ میرے دل کا مستغنی ہونا ہی میرے لئے روح افزا ہے۔ اور میرے لئے قناعت ہی لازوال خزانہ ہے۔

جس دولت مند آدمی کے پاس ایسا خزانہ ہو وہ کسی کمینہ اور گھٹیا انسان کا احسان مند کیسے ہو سکتا ہے؟ اللہ کا شکر ہے کہ میں درباری شاعر نہیں ہوں اور ہر نالائق آدمی کا قیدی اور غلام نہیں ہوں میں اپنے دل کو کسی کا قیدی نہیں بناتا کہ ہر کمینے آدمی کو "ان

داتا" کہتا پھروں۔ میں نے آج تک کسی ظالم کا کھانا نہیں کھایا نہ میں نے اپنی کسی کتاب کو کسی ظالم کے نام سے معنون کیا ہے۔ میری بلند ہمت ہی میرے لئے ممدوح کافی ہے۔ میرے روح کی طاقت ہی میرے جسم کی غذا ہے۔ اگلے برگزیدہ لوگ مجھے اس لئے اپنے پاس لے گئے تاکہ میں دنیا کے مغرور لوگوں کے پاس نہ جاؤں۔ چونکہ میں دنیا کے کاموں سے آزاد ہوں اس لئے سینکڑوں مصیبتوں میں بھی خوش رہتا ہوں۔ میں دنیاداروں کے بدخواہ زمرہ سے الگ تھلگ رہتا ہوں خواہ وہ مجھے برا کہیں یا اچھا۔ مجھے اس سے کوئی غرض نہیں۔ میں اپنے درد میں اس طرح ڈوبا ہوا ہوں کہ میں نے تمام آفاق سے کنارہ کشی اختیار کرلی ہے۔ اگر تم میرا غم و درد سنو گے تو تم مجھ سے بھی زیادہ پریشان ہو جاؤ گے۔ میرا جسم بھی میرے ہاتھوں سے گیا اور میری جان بھی گئی۔ اور اب جسم و جاں میں سے میری قسمت میں صرف درد و غم ہی باقی رہ گیا ہے۔

بوقت وفات ایک برگزیدہ آدمی کی بات چیت کے بارے

ایک عارف پر جب حالت نزع طاری ہوئی تو اس نے کہا چونکہ میرے پاس توشہ راہ (نیکیاں) نہیں ہیں اس لئے میں نے مٹھی بھر مٹی کو ندامت کے آنسوؤں سے گوندھ کر ایک اینٹ بنا رکھی ہے اور شیشے کی ایک بڑی بوتل میں نے اپنے آنسوؤں کے پانی سے بھر رکھی ہے اور کفن کے لئے ایک چیتھڑا بھی تیار کر رکھا ہے۔ میں نے اپنے کفن کو آنسوؤں کے پانی میں بھگویا ہوا ہے اور اس پر ہائے افسوس ہائے افسوس کے الفاظ لکھ رکھے ہیں۔ میری وفات کے بعد مجھے یہ کفن پہنا کر جلدی قبر میں رکھ دینا جب تم یہ عمل کرلو گے تو میری قبر پر قیامت کے دن تک افسوس کی بارش برستی رہے گی۔ کیا تم جانتے ہو کہ میرا یہ غم اور یہ افسوس کس لئے ہے؟ بات یہ ہے کہ کوئی مچھر تیز ہوا میں زندہ نہیں رہ سکتا سایہ ہمیشہ سورج کا وصال چاہتا ہے۔ حالانکہ وہ سورج کو

نہیں پا سکتا۔ سایہ کا سورج کو پالینا ایک سودائے محال ہے۔ جو آدمی اس منزل کی فکر نہیں کرتا وہ اس سے بہتر اور سوچ ہی کیا سکتا ہے؟ یعنی سب سے بہتر سوچ یہی ہے کہ آدمی قبر کی منزل کے متعلق پہلے ہی کچھ سوچ لے اور اس منزل کے لئے توشہ راہ تیار کر لے۔ میں اس مشکل منزل کو سخت تر منزل سمجھتا ہوں۔ میرا دل اس مشکل سے کس طرح عہدہ برآ ہوگا؟ کون ہے جو میری طرح اکیلا اور تنہا رہ گیا ہو؟ جب کہ وہ پیاسا بھی ہو اور دریا میں غرق بھی ہو چکا ہو۔ نہ میرا کوئی ہمراز ہے اور نہ ہی کوئی ہمدم اور ساتھی ہے نہ میرا کوئی ہمدرد ہے اور نہ ہی کوئی محرم راز ہے۔ مجھ میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ میں اپنے ممدوح اور مطلوب کی طرف مائل ہو جاؤں اور نہ ہی مجھے ظلمت اور تاریکی کی وجہ سے روح کی خلوت میسر آسکتی ہے۔ نہ میں کسی کا دل حاصل کر سکا ہوں اور نہ ہی میرا اپنا دل میرے پاس ہے اور نہ ہی مجھ میں اچھے یا برے کی تمیز رہی ہے۔ نہ بادشاہ کے لنگر سے لقمہ کھانے کا شوق ہے اور نہ ہی گدی پر دربان کے گھونسے کھانے کی ہمت ہے۔ نہ تنہائی میں ایک لحظہ صبر کر سکتا ہوں اور نہ ہی میرے دل میں لوگوں سے کلیۃً دور رہنے کا جذبہ موجود ہے۔ میرے حالات کچھ اس طرح درہم برہم ہو چکے ہیں جیسا کہ ایک بزرگ نے اپنے متعلق کچھ اس طرح بتایا تھا۔

حکایت اس بزرگ کی جس نے کہا تھا کہ تیس سال سے میں اپنی عمر بیخودی کی حالت میں بسر کر رہا ہوں

ایک بزرگ نے کہا ہے کہ مجھے تیس سال گزر چکے ہیں کہ میں اپنی عمر بے خودی کی حالت میں گزار رہا ہوں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح مجھے اپنی کوئی ہوش نہیں ہے جبکہ اس کے سر پر اپنا باپ (حضرت ابراہیم علیہ السلام) چھری پھیر رہا تھا۔ اس شخص کی کیا حالت ہو گی جس نے اپنی عمر اس طرح گزاری ہو جس طرح ایسی حالت

کے ساتھ حضرت اسماعیل کو ایک لمحہ کے لئے واسطہ پڑا تھا۔ کسی کو کیا پتہ کہ میں اپنی زندگی بے فائدہ رنج و غم میں اس طرح گزار رہا ہوں جس طرح کی زندگی ایک لمحہ کے لئے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے گزاری تھی کبھی تو میں انتظار میں شمع کی طرح جلتا ہوں اور کبھی ابر نو بہار کی طرح رونے لگ جاتا ہوں تم خوشی سے شمع کی روشنی کو دیکھتے ہو لیکن اس بات کو نہیں دیکھتے کہ اس کے سر میں آگ لگی ہوئی ہے۔ جو شخص صرف میری ظاہری حالت کو دیکھتا ہے وہ میرے سینہ کے اندر کی حالت کا کیا اندازہ لگا سکتا ہے۔ میری حالت اس گیند کی طرح ہے جو چوگان کے خم کے اندر چوٹیں کھا رہا ہو، اسے چوگان کے اسرار باطنیہ کا کیا علم ہو سکتا ہے؟ اسے تو اپنے سر کی پڑی ہوتی ہے۔ میں تو اپنے وجود کی ماہیت کو بھی نہ دیکھ سکا۔ ایسی زندگی کا کیا فائدہ؟

جو کچھ میں نے کیا اور جو کچھ میں نے کہا سب کچھ بے فائدہ تھا۔ نہ کوئی اچھا کام کیا اور نہ ہی کوئی اچھی بات کہی۔ افسوس کہ کسی نے میری کوئی مدد نہ کی اور یونہی بے فائدہ کاموں میں میری عمر بیت گئی جب مجھ میں اچھے کام کرنے کی طاقت تھی اس وقت میں نیکی کی اہمیت کو نہیں پہچانتا تھا اور اب جب اس کی اہمیت کا علم ہوا ہے تو اب نیکی کرنے کی طاقت ہی نہیں رہی اور اب عاجزی اور بیچارگی کے بغیر اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

حکایت ایک جوانمرد کا خواب میں حضرت شبلیؒ کو دیکھنا

جب حضرت شبلی رحمتہ اللہ علیہ اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے تو ان کی وفات کے کچھ عرصہ بعد کسی جوانمرد نے انہیں خواب میں دیکھا اور ان سے پوچھا کہ اے نیک بخت! اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟ اس پر حضرت شبلیؒ نے جواب دیا کہ چونکہ میرا معاملہ حساب کتاب کے وقت بہت ہی سخت تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے دیکھا کہ یہ شخص زندگی میں اپنا دشمن رہا ہے یعنی آخرت کے لئے کوئی توشہ جمع نہیں

کر سکا اور جب اللہ تعالیٰ نے میری کمزوری عاجزی اور بے کسی کو دیکھا تو اسے میری بیچارگی پر رحم آ گیا اور اس نے ایک دم اپنے لطف و کرم سے مجھے بخش دیا۔ اے میرے خالق! میں اگرچہ گم کردہ راہ ہوں پھر بھی تیرا ہوں۔ اگرچہ میری حالت اس لنگڑے چیونٹے کی طرح ہے جو کنوئیں میں گر چکا ہو پھر بھی میں تیرا ہوں میں نہیں جانتا کہ میں کن لوگوں میں سے ہوں مجھے یہ بھی پتہ نہیں کہ میں کہاں ہوں؟ یا کون ہوں؟ اور کیا ہوں؟ میں بالکل بے کس ہوں۔ میرے پاس کوئی نیکی نہیں اور کچھ ما حصل بھی نہیں ہے۔ میں بے نوا بھی ہوں۔ بیقرار بھی ہوں اور بیدل بھی ہوں۔ میں نے اپنی عمر جگر کے خون میں گزاری ہے اور اپنی زندگی سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ جو کچھ بھی میں نے کیا وہ سب کچھ مجھ پر تاوان تھا۔ اب میری جان لبوں پر آ گئی ہے اور میری زندگی پوری ہو چکی ہے۔ دین بھی میرے ہاتھوں سے نکل گیا اور دنیا بھی نکل گئی۔ میری ظاہری صورت بھی ناپید ہو گئی اور میری باطنی حالت بھی گم ہو گئی۔ میں نہ کافر ہوں اور نہ مسلمان ہوں بلکہ ان دونوں حالتوں کے درمیان میں حیران و پریشان پڑا ہوں گویا میری حالت

نہ اِلاَّ الَّذِینَ نَہٗ الاَّ الَّذِینَ

والی بن چکی ہے۔ نہ میں مسلمان ہوں اور نہ کافر ہوں ہائے اب میں کیا کروں؟ میں ایک تنگ گلی میں گرفتار ہو چکا ہوں اور غرور کی دیوار کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہا ہوں یعنی مجھے اپنی "میں" یاد آ رہی ہے۔

اے اللہ! مجھ مسکین بیچارے پر یہ دروازہ کھول دے اور مجھ گمراہ کو راستہ دکھا دے۔ مجھ بندہ کے پاس اگرچہ کوئی زادِ راہ نہیں ہے تاہم میں اشک فشانی اور افسوس کرنے میں لگا ہوا ہوں۔

اے اللہ! تو میری آہوں سے میرے گناہوں کو جلا سکتا ہے اور میرے آنسوؤں سے میرے سیاہ اعمال نامے کو دھو سکتا ہے جس شخص کو آنسوؤں کے دریا میسر آ گئے ہوں

اسے کہو کہ وہ اندر آجائے وہی اس منزل میں اندر آنے کے لائق ہے اور جس شخص کی آنکھیں خونبار نہیں ہیں اسے کہو تم چلے جاؤ، تمہارا یہاں کوئی کام نہیں ہے۔ یہاں تو عاجزی اور مفلسی ہی پسندیدہ سامان ہوتا ہے سورج ہمیشہ ویرانے کو ہی اپنی شعاعوں سے روشن اور منور کرتا ہے۔

حکایت ایک پیر کا روحانیوں کی جماعت کو راستہ میں دیکھنا

کسی گاؤں میں ایک رہنما پیر جارہا تھا اس نے راستہ میں چند روحانی درویشوں کو دیکھا کہ لوگ انہیں جوق در جوق دیکھ رہے تھے۔ اسی اژدحام میں کچھ لوگوں نے ان درویشوں سے تمام نقدی چھین لی۔

پیر نے ان درویشوں سے پوچھا کہ نقدی کی چوری کا کیا قصہ ہے؟ ذرا تمام حال مجھے بتاؤ۔ ایک درویش نے جواب دیا کہ اے پیر راہ! ایک دردمند یہاں سے گزر رہا تھا اس نے دل سے آہ بھری اور چلا گیا اس کی آہ بھرنے کے ساتھ ساتھ اس کے گرم گرم آنسو بھی زمین پر ٹپک پڑے اور وہ چلا گیا۔ ہماری حیثیت بھی اس گرم آنسو اور سرد آہ کی سی ہے یعنی ہم ابھی درد کے راستہ میں گرم آنسو اور آہ سرد بنے ہوئے ہیں۔

اے اللہ! ہم گرم آنسوؤں اور سرد آہوں کا مجموعہ ہیں اگر ہمارے پاس اور کوئی سرمایہ نہیں ہے۔ تو کوئی بات نہیں۔ ہمارے لئے اشکوں اور آہوں کا سرمایہ ہی کافی ہے چونکہ اللہ کی بارگاہ میں آنسوؤں اور آہوں کی ضرورت ہے اس لئے بندے کے پاس یہی سرمایہ ہونا چاہئے۔

اے اللہ! میری جان کے صحن کو میری آہ سے صاف کردے اور میرے اعمال نامے کو میرے آنسوؤں سے دھودے میں ایک گمراہ کی طرح جارہا ہوں جسے راستے کا کوئی پتہ نہیں اور اس کا دل سیاہ دیوان کی طرح ہے۔ اے اللہ! میری رہنمائی کر اور

میرے سیاہ اعمال نامے کو دھو دے۔ ہر دو جہان میں میری جان کی تختی کو بھی دھو دے۔ تیرے عشق میں میرا دل درد سے بھرا ہوا ہے اگر میرا دل شرمندہ ہے تو یہ بھی تیرا مال ہے۔ میں نے اپنی عمر تیرے غم میں بسر کردی ہے کاش کے اس طرح کی میری سینکڑوں عمریں ہوتیں جنہیں میں تیرے غم میں بسر کردیتا اور ہر لمحہ نئے سے نیا درد حاصل کرتا۔ اے اللہ! میں اپنے ہاتھوں بہت تکلیف میں ہوں۔ اے میرے دستگیر! میری دستگیری کر میں کنوئیں اور قید خانہ میں پڑا ہوں ایسے گہرے کنوئیں میں تیرے بغیر اور کون میری دستگیری کر سکتا ہے؟ قید خانہ میں پڑا ہوا میرا جسم میلا کچیلا ہو چکا ہے۔ اسی طرح میرا مصیبت زدہ دل بھی اب گھس پٹ چکا ہے اور پرانا ہو چکا ہے اگر میں اتنی آلودگی کی حالت میں تیرے راستہ پر آگیا ہوں تو چونکہ میں قید خانہ سے آرہا ہوں اور کنوئیں سے نکل کر آیا ہوں اس لئے مجھے معافی عطا فرما۔

حکایت حضرت ابوسعیدؒ ایک خانقاہ میں کسی مست کے ساتھ

حضرت ابوسعید مہنہؒ ایک روز اپنے مریدین کے ساتھ خانقاہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ ایک مست روتا ہوا اور بے قرار ہو کر خانقاہ کے اندر آگیا۔ اس نے خانقاہ کے اندر گریہ وزاری اور بد مستی شروع کردی۔ شیخ ابوسعیدؒ نے جب اسے اس حالت میں دیکھا تو وہ ان کے پاس آیا آپ نے شفقت اور پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور کہا اے مست! یہاں زیادہ شور اور مستی نہ کرو۔ یہ تو بتاؤ کہ تم کیوں روتے ہو؟ ذرا مجھے اپنا حال بتاؤ۔

مست نے جواب دیا کہ ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ آپ کا دوست ہے لیکن اے شیخ دستگیری کرنا تیرا کام نہیں ہے تم جاؤ اپنا کام کرو اور جوان مردوں کی طرح تشریف لے جاؤ۔ مجھے اسی حالت میں اللہ پر چھوڑ دو۔ اگر دستگیری کرنا ہر ایک کا کام ہوتا تو ہر چیونٹی بادشاہ

کا مقابلہ کر سکتی۔ یعنی تیری حیثیت ایک چیونٹی کی سی ہے اور اللہ تعالیٰ بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ لہٰذا دستگیری کرنا تمہارا کام نہیں ہے اس لئے تم جاؤ۔ اور مجھے میری حالت پر چھوڑ دو۔ اس کا جواب سن کر شیخ اس کے غم کی وجہ سے لرز اٹھا اور زمین پر گر پڑا اور اس کا زرد چہرہ خون خون ہو کر سرخ ہو گیا۔

اے اللہ! تو ہی میرے لئے سب کچھ ہے اس لئے میرا علاج تو آپ ہی کر۔ میں گرا پڑا ہوں اور تو آپ ہی میرا دستگیر بن۔

حکایت عزیز مصر کی بات کے بارے میں

عزیز مصر نے ایک دفعہ کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے بروز حشر مجھ سے سوال کیا کہ اے مصروف آدمی میرے لئے کیا تحفہ لائے ہو؟ تو میں کہوں گا اے باری تعالیٰ! میں تو قید خانہ سے نکل کر آرہا ہوں اس لئے وہاں سے کیا تحفہ لا سکتا ہوں۔ میں بد بختی میں ڈوبا رہا ہوں اور اب دنیا کے قید خانہ سے نکل کر بے سر وپا اور حیران و پریشان ہو کر سیدھا تیرے پاس آرہا ہوں میرے ہاتھوں میں خالی ہوا کے سوا اور کچھ نہیں ہے میں تیرے دربار کی مٹی ہوں اور میں تیرے راستہ کا بندہ بھی ہوں اور قیدی بھی ہوں۔ میں امید کرتا ہوں کہ تو مجھے اور کہیں نہ بیچے گا بلکہ اپنے فضل و کرم کا خلعت پہنائے گا اور دنیا کے قید خانہ کی تمام میل کچیل سے مجھے صاف کر دے گا اور مسلمانی کی حالت میں مجھے قبر میں داخل کرے گا۔ جب بوقت تدفین میرا جسم مٹی اور اینٹوں میں پوشیدہ ہو جائے گا تو اس وقت میرے اچھے برے تمام کاموں سے درگذر فرمائے گا۔ مجھ جیسے بیکار آدمی کو جب پیدا کیا ہے تو اب اس کو بخش بھی دے۔

حکایت نظام الملک بوقت نزع

جب نظام الملک پر حالت نزع طاری ہوئی تو اس نے کہا اے اللہ! میں اس دنیا سے اس حالت میں جا رہا ہوں کہ میرے دونوں ہاتھ نیکیوں سے خالی ہیں اے میرے پیدا کرنے والے میں ہر اس شخص کا خریدار بن گیا اور اس کا دوست بن گیا جس کو میں نے دیکھا کہ وہ تیری باتیں کرتا ہے اور تیری باتیں سناتا ہے جب میں نے تیری بہت سی خریداری کر لی اور آگے کسی کے پاس تجھے نہیں بیچا کیونکہ میں تو صرف تیری خریداری ہی جانتا ہوں اسی لئے میں نے تجھے کسی کے پاس فروخت نہیں کیا۔ اے اللہ اب تو بھی میرے اسی عمل کے طفیل اس آخر وقت میں مجھے خرید لے کیونکہ بے کسوں کا سہارا تو ہی ہے تو ہی میری مدد فرما۔ اے رب! اس نازک وقت میں ایک لحظہ کے لئے تو ہی میری مدد فرما۔ اس آڑے وقت میں تیرے بغیر اور کوئی بھی کسی کی مدد نہیں کر سکتا۔ جب میرے احباب واقارب خوں فشان آنکھوں کے ساتھ میری قبر پر مٹی ڈال کر چلے جائیں گے تو اس وقت تو ہی اپنی رحمت کا ہاتھ میری طرف بڑھانا تاکہ میں تیرے فضل وکرم کے دامن کو مضبوطی سے تھام لوں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا ایک لنگڑے چیونٹے سے سوال کرنا اور اس کا جواب دینا

جب حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے کمالات کے باوجود ازراہ عجز ایک لنگڑے چیونٹے سے یہ سوال کرتے ہوئے کہا کہ اے چیونٹے! تم جو مجھ سے بھی زیادہ مٹی میں لتھڑے ہوئے ہو مجھے بتاؤ کہ کونسی مٹی غم کے ساتھ زیادہ گندھی ہوئی ہوتی ہے؟ اس لنگڑے چیونٹے نے آپ کو جواب دیا کہ قبر بند کرنے کی آخری اینٹ کی مٹی سب سے زیادہ غم میں گندھی ہوئی ہوتی ہے آخری اینٹ قبر کی خاک کے ساتھ

پیوست ہو جاتی ہے تو دنیا کا تعلق مردہ سے منقطع ہو جاتا ہے۔

اے باری تعالیٰ! جب میں قبر میں جاؤں گا اور کائنات سے میری تمام امیدیں منقطع ہو جائیں گی اور میرے منہ کو آخری اینٹ چھپا لے گی تو اس وقت تو مجھ سے اپنا فضل و کرم نہ ہٹانا۔ جب میں پریشانی کی حالت میں اپنا چہرہ قبر میں چھپا لوں گا تو اس وقت اپنے چہرے کے علاوہ کسی اور کا چہرہ میرے سامنے نہ لانا۔ میں باوجود اتنے گناہوں کے امید کرتا ہوں کہ تو مجھے اپنے چہرہ کے علاوہ کسی اور کا چہرہ نہیں دکھائے گا۔ اے اللہ تو کریم مطلق ہے۔ جو کچھ مجھ سے ہو گیا تو اسے معاف کرنا اور مجھے معافی دے دینا۔

حکایت حضرت ابو سعید مہنہؒ حمام میں اپنے خادم کے ساتھ

ایک دفعہ حضرت ابو سعید مہنہؒ حمام میں نہانے کے لئے گئے۔ ان کے خادم سے ایک غلطی ہو گئی کیونکہ وہ ابھی خام تھا پختہ نہ تھا۔ ہوا یوں کہ خادم نے حضرت شیخ ابو سعیدؒ کے جسم کی میل کچیل کو اکٹھا کیا اور شیخ کو دکھایا۔ اور پھر کہا "اے شیخ جواں مردی کیا ہوتی ہے؟" شیخ نے جواب دیا کہ کسی کی میل کچیل کو چھپانا ہی اصل جواں مردی ہوتی ہے اسے لوگوں کے سامنے نہیں لانا چاہیئے۔ چونکہ یہ جواب خادم کی سمجھ سے بالا تر تھا اس لئے وہ ان کے پاؤں میں گر پڑا اور اس نے اپنی نادانی کا اعتراف کیا۔ شیخ خوش ہو گئے اور خادم نے اپنی غلطی کی معافی مانگ لی۔

اے میرے خالق! اے میرے پروردگار! اے میرے منعم! اے میرے بادشاہ! اے میرے کارساز! اور اے میرے عزت والے! چونکہ جوانمردی اور حسن اخلاق تیرے فضل و کرم کے دریا کا ایک قطرۂ شبنم ہے تو قائم بالذات ہے تیری خوبیاں صفات کی حد سے متجاوز ہیں۔ ہماری شوخی اور بے شرمی کو معاف کر دینا اور ہماری گناہوں کے میل کچیل کو لوگوں کے سامنے نہ لانا۔

کتاب کے خاتمہ کے بارے میں

اے عطار! تو نے رازوں کی کستوری تمام عالم پر نچھاور کر کے ظاہر کر دیا ہے اور سارا جہان تیری کارگزاری سے معطر ہو گیا ہے اور دنیا جہان کے عاشق جوش و خروش میں آ گئے ہیں۔ کبھی تو نے مطلق عشق کی بات کی ہے اور کبھی عشاق کے پردۂ خاص کا ترانہ الاپا ہے۔ تیرے اشعار نے عاشقوں کو عشق کا سرمایہ عطا کیا ہے اور عاشقوں کے لئے یہی انداز بیاں ہی مناسب ہے۔

پرندوں کی بولی اور پرندوں کے مقامات جو تو نے بیان کئے ہیں یہ تجھ پر ہی ختم ہیں جیسا کہ سورج پر نور ختم ہے۔ یہ مقامات جو تو نے بیان کئے ہیں حیرانی کا راستہ ہیں یا شاید یہ سرگردانی اور پریشانی کا دیوان ہیں۔

اے مخاطب! درد لے کر اس دیوان کو دیکھو اور اپنی جان کو ڈھال بنا کر اس میدان میں آؤ۔ کونسے میدان میں؟ اس میدان میں جہاں جان بھی غائب ہو جاتی ہے بلکہ خود میدان بھی نظر نہیں آتا۔ اگر دل کے درد کے ساتھ اس میدان میں آؤ گے تو اس میں تجھے ذرہ بھر گرد و غبار نظر نہیں آئے گا۔ تیرے درد کی دلدل جب اس میں سرپٹ دوڑے گی تو ہر قدم پر اپنی مراد حاصل کر لو گے۔ نامرادی تیری غذا نہیں ہو گی۔ تیرا مبہوت اور بیخود دل کیسے زندہ ہو گا؟ یہی درد ہی تیرا علاج ہے۔ دونوں جہانوں میں یہ تیرا درد ہی تیری جان کی دوا ہے۔ اے مرد راہ میری کتاب کو غرور کی نظروں سے نہ دیکھو بلکہ میری کتاب کو درد کی نگاہوں سے دیکھو، تاکہ میرے سینکڑوں دردوں میں سے کسی ایک درد کا تجھے ادراک ہو سکے۔ منزل خاص تک وہی شخص کامیابی کی گیند لے جاتا ہے جو اس کتاب کو درد بھری نگاہوں سے دیکھتا ہے جس میں ذرہ بھر درد نہیں ہو گا اسے سالکوں کے راستہ کی بال برابر بھی خبر نہیں ہو سکے گی۔ زاہدی اور سادگی کے طریقے کو چھوڑو یہاں تو صرف درد کی ضرورت ہے اور عاجزی کی ضرورت ہے۔ جسے درد حاصل ہو گیا خدا کرے اسے کوئی دوا نہ ملے اور جو اس درد کا علاج چاہتا ہے خدا کرے وہ بے جان ہو جائے۔ مرد کو ہمیشہ بھوکا پیاسا رہنا چاہئے ایسا پیاسا کہاں ہے جو ابد تک پانی تک نہ پہنچے؟ یعنی ہمیشہ وصال کی بھوک اور پیاس میں رہنا ہی بہتر ہے۔ بقول علامہ اقبال

وصل میں مرگ آرزو، ہجر میں لذت طلب

جس شخص کو اس طرح کی باتوں کی سمجھ نہیں آتی اسے عاشقوں کے طور طریقے کا حال برابر بھی پتہ نہیں چلتا جس نے یہ کتاب پڑھ لی وہ کام کا آدمی ہو گیا اور جس نے اس کتاب کو سمجھ لیا وہ کامیاب ہو گیا۔

اہل صورت صرف میری باتوں میں مشغول رہتے ہیں مگر اہل معنی میرے رازوں کے گاہک ہیں۔ یہ کتاب زمانے کے لئے ایک آرائش اور سجاوٹ ہے جس سے ہر خاص و عام کو حصہ ملتا ہے اگر کوئی برف کی طرح ٹھنڈا آدمی یہ کتاب پڑھے گا تو وہ حجاب سے آگ کی طرح بھڑک اٹھے گا میری نظم ایک عجیب و غریب خاصیت رکھتی ہے کیونکہ یہ ہمیشہ پڑھنے والے کو اپنا فیض پہنچاتی ہے اگر تمہیں یہ کتاب زیادہ بار پڑھنے کا موقع ملے تو بیشک تمہیں ہر بار خوش سے خوش تر معلوم ہو گی۔ یہ گھر کی دلہن ناز کے تخت پر آہستہ آہستہ پردہ اتارے گی اور قیامت تک مجھ جیسا کی طرح اور کوئی بھی کاغذ پر اس طرح کی باتیں قلم سے نہیں لکھے گا۔ میں نے حقیقت کے دریا سے موتی نکالے ہیں اور یہ انداز سخن مجھ پر ختم ہو گیا ہے۔ اور یہی میرے لکھنے کا انداز ہے۔ اگر میں اپنی تعریف اپنے منہ سے کروں گا تو کسی کو بھی میری یہ تعریف اچھی نہیں لگے گی۔ لیکن منصف مزاج آدمی میری قدر پہچانے گا کیونکہ میرے بدر کا نور پوشیدہ ہے۔ صرف اہل بصیرت ہی اس نور کو دیکھ سکتے ہیں۔ میں نے تھوڑا سا اپنا حال بھی پردے میں بیان کر دیا ہے جس کی داد سخن دان ہی دے گا جو، جواہرات میں نے لوگوں پر قربان کئے ہیں تو خواہ میں اس دنیا میں نہ بھی رہوں تو پھر بھی میرا نام زندہ رہے گا۔ قیامت کے دن تک لوگوں کی زبانوں پر میری یاد تازہ رہے گی اور میرے لئے یہی یادگار کافی ہے۔ اگر سات آسمان اور عرش و کرسی بھی گر پڑیں تو پھر بھی اس تذکرہ کا ایک نکتہ بھی کم نہیں ہو گا۔

اگر کسی کو میری یہ کتاب سمجھ میں آگئی تو اس کے آگے سے تمام پردے ہٹ جائیں گے اگر میری اس یادگار کتاب سے تمہیں فیض ملے تو مجھ کتاب لکھنے والے (شیخ عطار) اور اس کا اردو ترجمہ کرنے والے (حکیم مطیع الرحمٰن قریشی نقشبندی) کو اپنی نیک دعاؤں میں یاد رکھنا۔

میں نے معرفت کے باغ سے گل افشانی کی ہے اے میرے دوستو! مجھے اپنی نیک تمناؤں میں ہمیشہ بھلائی سے یاد رکھنا۔ میری طرح اور بھی کئی اہل کمال نے اپنا اپنا جلوہ دکھایا اور چلے گئے

میں نے بھی سابقہ صاحب کمال لوگوں کی طرح خفتگان کو مرغ جان کا جلوہ دکھایا ہے اگر تم مدت مدیر سے سوئے پڑے ہو تو اس کتاب کے رازوں سے تمہارا دل ایک دم بیدار ہو جائے گا پھر اس وقت میں یہ سمجھوں گا کہ میرا مقصد پورا ہو گیا ہے اور میرا غم دور ہو جائے گا۔

میں کتاب کی تدوین میں کافی عرصہ تک چراغ کی طرح جلتا رہا ہوں۔تب میں نے جہاں کو شمع کی طرح روشن کیا ہے۔قندیل کی طرح دھوئیں سے میرا دماغ بھی متاثر اور مکدر ہو گیا۔میں بہشت کی شمع ہوں دیکھیں اب یہ چراغ کب تک چلے گا؟ کئی دن مجھے بھوکا رہنا پڑا اور کئی راتیں میں سویا بھی نہیں اور دل کی آگ کی حرارت سے میرے جگر میں ذرہ بھر پانی بھی نہ رہا۔میں نے اپنے دل سے کہا ہے کہ اے زیادہ بولنے والے کب تک تم بولتے جاؤ گے؟اب خاموش ہو جاؤ اور راز کو تلاش کرو میرے دل نے مجھے جواب دیا کہ میں آگ میں غرق ہو چکا ہوں مجھے کچھ نہ کہو اگر میں نہ بولوں گا تو خود عشق کی آگ میں جل بھن جاؤں گا۔میرے اندر کا دریا سینکڑوں جوش مار رہا ہے لہٰذا میں ایک ساعت کے لئے بھی خاموش نہیں رہ سکتا۔میں یہ بات کہہ کر کسی پر فخر نہیں کرنا چاہتا۔بات یہ ہے کہ میں یہ کتاب لکھ کر اپنے آپ کو مشغول رکھنا چاہتا ہوں۔اگرچہ میرا دل اس درد سے خالی نہیں ہے لیکن میں کب تک عشق کی باتیں لکھتا رہوں گا جبکہ میں اس کا اہل نہیں ہوں۔یہ سب بے فائدہ افسانہ ہے اور مردوں کا کام مجھ سے الگ رہنا ہے۔جو بھی ان بے فائدہ باتوں میں مشغول ہو گا تو جب یہ باتیں پرانی ہو جائیں گی تو اس کا کونسا کمال سمجھا جائے گا؟ لہٰذا اپنی زندگی کو سینکڑوں بار خیرباد کہنا چاہئے اور ان بے فائدہ باتوں سے استغفار کرنا چاہئے۔تم کب تک یہ باتیں کہتے رہو گے؟ جبکہ جان کا دریا جوش میں ہے لہٰذا تمہارا کام جان قربان کر دینا اور خاموش رہنا ہے۔

ختم کتاب

میں نے اللہ کی توفیق سے یہ کتاب لکھی ہے جسے اب میں نے ختم کر لیا ہے۔واللہ اعلم بالصواب۔اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار احسان ہے اور اس کی بے شمار حمد اور اس کا لامحدود شکر ہے۔اے اللہ ہماری جان تیری حمد کے باغ میں تیری عظمت کی صفات سے مست اور بیخود ہے ہمارا دل تیری ثنا بیان کرنے والا طوطی ہے جو تیرے عشق میں مست ہے اور گویا خوش آواز بلبل ہے۔

یہ دل عجز کے مقام میں حیران ہے اور حیرانی کے عالم میں اپنی انگلیوں کو دانتوں سے کاٹ رہا ہے پھر رسول مجتبیٰ ﷺ کی ذاتِ بابرکات پر درود لا محدود ہوں۔ اے عطار! اگر تم اللہ کے احسان شمار کرنا چاہو گے تو شمار نہیں کر سکو گے۔ یہی درود ہی ہمارے ہر درد کے لئے مرہم ہے اور ہماری جان کی دوا ہے۔

یارسول اللہ! میری جان آپ کی شیفتہ ہے اور آپ کے دیدار کی پیاسی ہے از راہ لطف و کرم اس عاجز کی طرف دیکھئے تا کہ اس عاجز کو تیرا چہرہ مبارک نظر آ جائے۔ کچھ اس طرح کی کیفیت میں میرا دل حیران و پریشان تھا اور کبھی حمد خدا میں اور درد میں مستغرق تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم کے دروازے کھول دیئے اور یہ کتاب پایہ تکمیل کو پہنچی، سہ شنبہ (منگل) کا دن تھا اور دوپہر کا وقت تھا اور شعبان کی بیس تاریخ تھی۔ بڑے ذوق و شوق اور راحت و سکون کی حالت میں اس کتاب کو مکمل کیا (۵۸۳) پانچ سو تراسی ہجری میں یہ کتاب لکھی گئی۔ عطار نے تمام اللہ کے مقبول بندوں کی باتیں تمہیں سنائی ہیں اگر تو جواں مرد ہے تو مصنف کو اور مترجم کو اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا۔

تمت بالخیر

الحمد للہ والشکر للہ علی احسانہ لا تعد ولا تحصی

ختم شد تحفۃ الزبیر (اردو) ترجمہ منطق الطیر (فارسی)

حکیم مطیع الرحمٰن قریشی نقشبندی۔ میانوالی

۱۰۔ اکتوبر ۱۹۹۸ء بمطابق

۱۸۔ جمادی الثانی ۱۴۱۹ء ہجری بروز ہفتہ